اوم



تحریری

# مباحثہ دربارہ الہام

مابین

## شریمان ماسٹر آتمارام جی

و

## جناب مولوی ثناء اللہ صاحب

جسکو

لالہ ہردیال اُپمنتری آریہ سماج امرتسر نے مرتب کیا

سنہ ۱۹۰۶ء

سروہنکاری سٹیم پریس انارکلی لاہور میں طبع ہوا

# دیباچہ

آجکل شاستراتھ اور مباحثوں کو لوگ نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھنے لگ گئے ہیں نہ صرف اس لیئے کہ مسائل پر بحث کی بجائے مباحثین ذاتیات پر اُترتے آتے اور بردباری کی بجائے جذبات اور زبان درازی سے کام لینے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اگر مباحثین متحمل مزاجی اور نرم کلامی سے کام لیں تو

## تحقیق حق

کے لیئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سقراط۔ افلاطون سے مغربی اور رشیوں سے مشرقی حکماء مباحثوں کے ذریعے لوگوں کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ یہ تحریری مباحثہ جو آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں تہذیب اور نرم کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے آریہ سماجوں اور مسلمانی انجمنوں میں اس مباحثہ کی خاص شہرت ہو رہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے دوست میاں حبیب اللہ صاحب نے خود تحریری طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اس مباحثہ میں باہم دوستانہ تحریر درج ہے۔

اب رہی یہ بات کہ مولوی صاحب اور ماسٹر صاحب کی دلائل میں کس کی زبردست اور صحیح ہیں۔ اس کے لیئے ہم پڑھنے والے کے دل میں پیشتر سے کوئی اپنا خیال ڈالنا نہیں چاہتے۔ صرف اتنی گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اگر آپ نے اس کتاب کو پڑھنا اور ویدک سدھانتوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنی ہے۔ تو مہربانی کر کے ایک دفعہ اول سے آخر تک سلسلہ وار ختم کیجیئے تعصب اور ہٹ سے بری محققانہ دل کے لیئے راستی خود بخود اپنا اظہار کیئے بغیر نہیں رہیگی

**ویدک دھرمیوں اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہردیال**

# مُباحثہ دربارۂ الہام

## درمیان

## [مولوی ثناء اللہ محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ]

**مولوی صاحب** - الہامی کتاب کیلئے میرے نزدیک بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں اس نے خود ہی دعویٰ کیا ہو۔ بعد اسکے اسکے لانیوالے یا دوسرے لفظوں میں مُلہم کے حالات معلوم ہوں۔ تاکہ ہم اسکے چال چلن کے مطابق اسکے دعوے کو سمجھ سکیں تیسرے درجہ پر تعلیم ہے یعنی تعلیم بھی اُس کتاب کی ایسی ہو کہ ہدایت عقل اسکے مخالف نہ ہو۔ اگر ہم اس تقریر کو بصورت مقدمہ بیان کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ الہامی کتاب مدعی ہے اور شخص الہامی کے حالات اور اسکی تعلیم گواہ پس کون نہیں جانتا کہ جبتک مدعی دعویٰ نہ کرے گواہ کسی کام کے نہیں۔ اور جبتک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت پس یہیں اصول ہیں ہم الہامی کتابوں کی تحقیق کرتے ہیں۔ اسوقت ہمارے سامنے تین کتابوں پر قوموں کا دعویٰ الہام ہے۔ قرآن۔ بائیبل۔ وید۔ بائیبل کا تو یہ حال ہے کہ اس نے بھی خود دعویٰ الہام نہیں کیا نہ ہی اسکے مُلہم کا ٹھیک پتہ ہے۔ بلکہ انجیل کی بابت تو یہ بھی تحقیق نہیں کہ وہ کونسی زبان میں تصنیف ہوتی تھی۔ چونکہ میرے مخاطب کو ان باتوں کی چنداں ضرورت نہیں اسلئے میں انسے درگذر کر کے وید کیطرف آتا ہوں۔ وید نے بھی خود دعویٰ الہامی ہونیکا نہیں کیا۔ اور جو رگوید کے بعض منتروں میں مرقوم ہے کہ رگ وید۔ سام وید۔ یجر وید خدا کے پاس سے ہیں۔ اس سے بھی بمحاورہ وید الہام کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ وید کے محاورہ میں سب لوگ خدا سے ہیں۔ برہمن اسکے منہ سے چھتری اسکے بازو سے۔ شودر اسکے پاؤں سے۔ یہ لفظ کوئی الہام کے معنی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی تو وید کے مُلہموں کا حال معلوم ہے کہ کون صاحب تھے۔ انکی سوشل لائف کیسی تھی۔ بلکہ اگر وید کے حامیوں کا حال دیکھیں تو وہ اُن کے تعین میں بہت ہی مختلف ہیں۔ کروڑہا اہل ہنود وید کا برکاش برہماجی پر مانتے ہیں۔ (آریہ) اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرا پر کہتے ہیں۔ اور خود وید کی تعین میں

ہی اختلاف ہی۔ عام ہندوؤن کی نسبت آریہ سماج نصف کو مانتے ہیں۔ یعنی برہمن بھاگ کو
الہامی نہیں کہتے اور ہندو لوگ اُسکو بھی وید کا ایک حصہ کہتے ہیں۔ پس یہ کتنی بڑی حیرانی
کی بات ہی کہ جب مدعی کا ہی پتہ نہیں بلکہ دعوی کی بھی تحدید نہیں تو گواہ کسکے۔

اب قرآن کو دیکھیں کہ جا بجا دعوے سے کہتا ہے کہ میں خدا کے الہام سے ہون۔ بلکہ للکارتا
ہے کہ اگر تمکو میرے الہامی ہونے میں شبہ ہی تو مجھ جیسا کلام لے آؤ۔ اور قرآن کے ملہم کے حالات بھی
ہمیں ایسے معلوم ہیں کہ ذرا ذرا مسلمانون کی شہادت نہ سہی۔ مخالفین کی گواہی بھی موجود ہے کہ
کس شرح وبسط سے انہوں نے لایف اوف محمد لکھی ہیں۔ وہ بعض نے اپنے تعصب سے غلط واقعات
یا اپنی سمجھ کے مطابق نوٹ چڑہائے ہیں۔ تو انکا جواب تاریخی واقعات سے دیا جا سکتا ہے۔ میری غرض
اس سے بھی ثابت ہی کہ ملہم قرآن کے حالات سب کو معلوم ہیں۔ برخلاف ملہم وید کے کہ ان کی
ٹھیک رایس بھی نہیں کہ کون صاحب تھے۔ ان دونو مراتب کے بعد تعلیم کا درجہ ہے جو پھر عرض کرونگا۔

**آریہ مہاشہ** جناب من! آپنے جو یہ بیان فرمایا ہے کہ الہامی کتاب وہ ہو سکتی ہے
جو الہامی ہونیکا للکار کر دعوی کرے۔ میری رائے میں یہ کمزور دلیل ہے۔ کیونکہ اگر گل بکاولی یا
اندر سبھا کی کتاب زور سے یہ دعوی کرے کہ میں الہامی ہون تو کیا ہم اُسکو الہامی مان سکتے
ہین؟ آپ کی دلیل کے مطابق تو انکو الہامی مان لینا چاہیے۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ
عموماً جو زور سے ناجایز دعوی کیا کرتے یا قسمیں کھایا کرتے ہیں وہ سچے نہیں ہوتے کسی کی
نیک و بد کی پہچان کبھی اسکا زوردار دعوی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر دعوے کے لحاظ سے ہی
ایک کو ہم نیک کہیں تو پھر دنیا بھر کے دعوے کرنے والے سب ہی نیک مان لینے چاہمئیں
کیونکہ ہر ایک چور ساہوکاری اور پارسائی کا زوردار دعوی کرتا ہے جس عطار کے پاس
عمدہ عطر ہے وہ محض للکار کر دعوی نہیں کیا کرتا بلکہ عطر کا وجود ہی اپنی عمدگی کی زندہ شہادت
ہے۔

آجکل آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بھلے بُرے سب لوگ اشتہار دیتے ہیں۔ لیکن آپکو
تجربہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ زور سے ناجایز دعوے کر بنوالے یا اشتہار دینے والے
عموماً ٹھگ اور ناقص شے کے بیچنے والے ہوتے ہیں۔ بس میرے خیال میں اشتہار بازی
ناجایز دعوی یا قسم کھانا۔ کمزوری اور خرابی کی نشانیان ہیں۔ نہ کہ کسی چیز کے عمدہ و افضل

ہونے کی۔ اسی طرح پر ہم کسی کتاب کو محض ہوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی ہونیکا اشتہار دیتی ہے یا نہ وہ دارو دعویٰ کرتی ہے۔ پرانون جیسی فضول کتابیں شاید ہی دنیا میں ہون لیکن طرفہ یہ ہے کہ کل پران اس بات کا بخوبی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اعلےٰ درجہ کی مقدس کتابیں ہیں۔ اور اس دعویٰ کو پرانک محاورہ میں گرنتھ مہاتم کے نام سے پکارا ہے! اگر واقعی قرآن کو مسلمان لوگ صرف اسوجہ سے الہامی مان رہے ہیں کہ وہ الہامی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو میرے خیال میں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

(ب) "لانیوالے یا ملہم کے حالات معلوم ہون"۔ یہ فقرہ مہمل ہے ملہم کے حالات کہان تک معلوم ہونے ضروری ہیں؟ لیکن اگر کوئی حد بھی مقرر کردی جائے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان خارجی حالات کا الہام سے کیا تعلق ہوگا؟ ہان یہ درست ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اُسکا چالچلن اعلےٰ ہو جس سے اسکی قابلیت ظاہر ہوسکے۔

(ج) تیسرے درجہ پر آپ اُسکی تعلیم مانتے ہیں۔ گو میرے خیال میں اسکی تعلیم کو پہلا درجہ دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ خارجی شہادت بناوٹ کیلئے زیادہ تر درکار ہوتی ہے تعلیم ہی دراصل اُسکی اصلی شہادت ہے۔

اب جو آپنے لکھا ہے کہ وید نے الہامی ہونیکا دعویٰ تک نہیں کیا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ البتہ وید نے اشتہار بازی کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن وید نے اسبات کو صاف کھلے لفظون میں بیان کردیا ہے کہ وید خدا کیطرف سے ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپنے الہام کے معنی مقرر نہیں کیے لیکن لفظ کا استعمال حسب خواہش شروع کردیا!! کیا مولوی صاحب آپ کسی ہندو سے مباحثہ کر رہے ہیں یا آریہ سے؟ ہندو لوگ مانتے ہیں کہ براہمن اُسکے منھ سے اور چھتری اسکے بانہ وغیرہ سے پیدا ہوئے۔ لیکن آریہ پُرش ہرگز ایسا نہیں مانتے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس بارہ میں آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم کیا مانتے ہیں۔ لہذا اس سوال کا جواب دینا میرا فرض نہیں ہے آپنے سوشیل لائف کا بیچ میں ذکر کردیا۔ لیکن میں آپسے پوچھتا ہون کہ سوشیل لائف کیا ہوتی ہے اور اُسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ہوسکتا ہے؟

اگر آریہ لوگ اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ انگرہ کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں تو اسپر آپنے اعتراض کیا کیا؟ آپ فرماتے ہیں کہ "خود وید کے تعین میں بھی اختلاف ہے"

لیکن افسوس. یہ دعوے یا بیان بلا ثبوت ہی. میرے خیال میں دعویٰ کے لئے ثبوت بھی درکار ہے جو
کہ آپنے نہیں دیا۔ آپ کو اس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج نصف کو مانتا ہے یا ۳/۴ کو۔ یہ تو
ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اُتنا تسلیم کریں اور ہم کو
چاہیے کہ جس کتاب کو آپ جتنا مانیں اُتنا ہم آپ کا عقیدہ تسلیم کریں۔ پس آپ سے یہ سوال کرنا
فضول سمجھونگا کہ آپ کیوں قرآن کے تیس سیپارہ مانتے ہیں، اکتیس کیوں نہیں ماننے ہو
اسکا جواب آپ یہ دیسکتے ہیں کہ قرآن کے تیس ہی سیپارہ ہیں۔ بس ہمارا بھی یہی جواب ہے
کہ منتر سنگتا ہی وید ہیں۔ نہ کہ براہمن گرنتھ جیسا کہ بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ خارجی گواہیوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ طریق
درست مان لیں تو دنیا میں لوگ بت پرست زیادہ ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ آپ بھی بت پرستی
کو تسلیم کر لیں۔ ہندو لوگ ویدوں میں بت پرستی اپنے وہم کے مطابق مان رہے ہیں۔ لیکن انکے
توہمات کو آپ کا دوہرانا میرے خیال میں لاحاصل ہے آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں
کہ ہندو لوگوں کے وید کی نسبت یہ توہمات ہیں۔

قرآن کے الہامی ہونے کے بارہ میں جناب نے یہ فرمایا ہے کہ وہ بار بار للکارتا ہے کہ میں
الہامی ہوں۔ میرے خیال میں اگر قرآن نہ ہی للکارتا۔ لیکن اس میں جو لکھا ہے وہ بالکل راست
ہوتا تو میں بڑی شوق سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو تیار ہوتا لیکن افسوس کہ ایک
بھی سچائی کی تعلیم کما حقہ قرآن نہیں دیتا۔ جب یہ حالت ہے تو اسکا للکارنا بے سود ہے۔ اگر کوئی
آدمی روزمرہ للکار للکار کر ہمارے کان کھا جائے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اسکے
پاس ملمع ہو تو کیا ہم اسکے للکارنے کا خیال کرتے ہوئے اسکے ملمع کو سونا تصور کر لیں۔ سونے کا سوداگر
جہاں جایز دعوے سونے کا بطور بیان کے کرتا ہے وہاں للکارنے کی بجائے اسکا زور اسبات پر ہوتا
ہے کہ میرا امتحان کر لو۔ لیکن جو دعوے ہی دعوے کرتا جائے اور امتحان سے ڈرے کیا وہ کبھی سچا سونا
ہوسکتا ہے؟ علم و عقل کی کسوٹی سے اگر ہم قرآن کی تعلیم کا امتحان کریں تو یہ تعلیم ناقص ثابت
ہوتی ہے۔ پس اسکا محض دعوے اسکے عمدہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قانون قدرت اور عقل
الہامی کتاب کے گواہ ہیں۔ نہ کہ ملہم کے حالات۔

اب رہا یہ کہ "مجھ سا کلام لے آؤ" یہ دعوے تو دنیا بھر کی کتابوں پر گھٹتا ہے۔ ہر ایک

کتاب اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ کیا اس سے وہ الہامی ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب ذرا غور کیجیے کہ فیضی نے بے نقط قرآن بنایا۔ اور یوکلڈ نے اقلیدس بنائی - کیا فیضی کے قرآن کا ثانی کوئی ہے اور کیا یوکلڈ کی برابری کسی نے کی یا اگر سنسکرت علم ادب کی کتابوں کو دیکھیں تو اُن میں سے ہر ایک لاثانی ہے اور وید کی بابت تو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اسکی بناوٹ اور فصاحت لاثانی ہے لیکن قرآن کی نسبت عقل یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ فصیح ہے۔ کیونکہ جسطرح مکھن دودھ کا سار ہے جسطرح عطر پھولوں کا سار ہے اسیطرح فصاحت کا نچوڑ نظم ہے لیکن دین اسلام میں نظم اور راگ کو کوئی درجہ نہیں دیا گیا۔ وید کی فصاحت کا اعلیٰ نمونہ اس سے بڑھکر کیا ہے کہ وید نظم میں ہیں یعنی راگ سے بھرے ہیں۔ وید کو ہم گا سکتے اور سُر تال سے ہر ایک وید منتر گایا جاسکتا ہے۔ لیکن قرآن میں یہ باتیں فصاحت کی ڈھونڈھنا گویا چڑیوں سے دودھ مانگنا ہے۔

قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں ہے۔ دیکھیے عربی میں پہلا حرف ا الف ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی کیوں اسکو ا۔ ل۔ ف (الف) بولا جاتا ہے مگر سنسکرت میں अ (ا) ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف۔ سنسکرت میں ब بھی بولا جاتا ہے نہ کہ بے (ب۔ ی) کہاں تک لکھوں۔ عربی سے ناقص اور غیر فصیح زبان شاید ہی کوئی ہو۔ پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کسطرح سے کمل یا خدا کی طرف سے ہونے کا دعوٰی یا دلیل کرسکتی ہے؟

جس وقت قرآن بقول مسلمانوں کے نازل ہوا۔ اسوقت عرب میں عربی زبان بولی جاتی تھی اور عربی زبان کیا ہے۔ گویا عرب کے لوگوں کی زبان یعنے جسکو خدا کی کلام مسلمان کہتے ہیں اسکو انسانی زبان کے سہارے کی ضرورت پڑی۔ دوسرے معنوں میں خدا کی کلام ملک عرب کے جنگلی لوگوں کی ناقص کلام یعنی عربی زبان کی محتاج ہوئی کیونکہ قرآن عربی میں ہے۔

لیکن وید کسی ملک کے باشندوں کی زبان نہیں۔ شاید آپ سُنتے سناتے کہدیں کہ وید سنسکرت میں ہے جو کہ ہندوستان کی زبان تھی۔ میں کہونگا ہرگز نہیں۔ تمام پنڈت باتفاق رائے مانتے ہیں کہ وید کی زبان سے سنسکرت نکلی ہے اور جب وید نازل ہوا تھا تو اسوقت روئے زمین پر کوئی زبان نہ تھی۔ گویا جسوقت مادی دنیا بن چکی اور انسان پیدا ہوئے۔ اسی وقت

ویدکا الہام ویدوانی ہیں یعنی خدا کی کلام ہیں رجو کہ وید منتروں کے ملفوظات کی شکل میں جو دہی ہوا تھا
میرے خیال میں جو الہام کہ کسی انسانی زبان کا محتاج ہے وہ الہام کہلانیکا مستحق نہیں۔ کیونکہ
انسان اینگیہ یعنے محدود العقل ہوتا ہے۔ اس لیئے انسان کی تمام بناوٹیں ناقص اور ناکمل ہوا
کرتی ہیں۔ قرآن کا ملک عرب کی زبان میں اور انجیل کا ملک مصر کی زبان میں ہونا ہی اُن کے
الہامی نہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ اشارہ کے طور پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ اسوقت بھی سوائے
ویدک سنسکرت کے کوئی مکمل اور مدلل زبان صفحہ ہستی پر نہیں ہے اور یہ بھی بیان کر دینا غیر ضروری
نہیں کہ عربی۔ فارسی۔ لاطینی۔ عبرانی۔ چینی وغیرہ سب زبانیں وید کی زبان یعنی ویدک
سنسکرت کی بگڑی ہوئی یا مصنوعی شکلیں ہیں جیسا کہ تمام دریا بارش کے پانی سے بنے ہیں
یا جیسا کہ کرسی میز وغیرہ تمام قدرتی لکڑی سے بنے ہیں لیکن اگر کرسی کو دیکھکر کوئی کہدے کہ یہ
انسانی بناوٹ ہے تو ایک درجہ تک یہ بات درست ہے۔ لیکن بالکل درست نہیں۔ کیونکہ خاص
شکل انسان نے لکڑی کو دی ہے۔ نہ کہ لکڑی کو بنایا ہے اسیطرح ویدک سنسکرت بمنزلہ لکڑی
کے ہے اور باقی زبانیں اس کے مصنوعی کھلونے یا چیزیں ہیں۔ مغربی عالم بھی ویدک سنسکرت کے
قائل ہو رہے ہیں۔ اگر آپ مہرشی سوامی دیانند کی سوانحعمری میں میرے اس مضمون کو جو بینے
الہام کے بارے میں لکھا ہے بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ کو پتہ لگ جائیگا کہ کہاں تک دنیا کے عالم
لوگ وید کو وہ مرتبہ دینے کو تیار ہو رہے ہیں جو کہ ہم آریہ لوگ دے رہے ہیں (دیکھو سوانحعمری
صفحہ ۴۱۹ لغایت ۴۹۳)

مَیں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمدؐ سے قرآن کے الہامی ہونے کا کیا تعلق ہے۔ خدا نخواستہ
اگر سکندریہ کی لائبریری کیطرح لائف آف محمد کہیں ضائع ہو جائے تو کیا مسلمان قرآن کا ماننا چھوڑ
دینگے ہ؟ اور اگر کوئی تعلق ہے تو بھی میرے خیال میں قرآن الہامی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت
محمد کی لائف ایک معمولی لائف تھی اس سے بڑھکر عیسیٰ۔ شنکر آچاریہ۔ بدھ کی زندگیاں
ہیں۔ لیکن تمام سے بڑھکر سوامی دیانند کی لائف ہے۔ تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو
الہامی مان لیں۔ جو شخص اپنے نفس پر غالب نہیں آ سکتا اور ایک شادی کے بعد دوسری اور
دوسری کے بعد تیسری کر رہا ہے۔ اسکا سوامی جی سے برہمچاری کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا
لال آباد کی سانگہ پہاڑی کا ہمالہ کے سر سبز اور عالیشان پہاڑ سے مقابلہ کرنا ہے۔ وے رشی

جنکو وید کا الہام ہوا تھا اُس نورانی زندگی اور قدرت کے پہلے پاکیزہ بے لوث بچے جنکا کہ
مقابلہ صرف آیندہ پیدایش کے اول موقعہ پر ہی کوئی کر سکیگا۔ اُس سے پہلے ہرگز نہیں۔

مولوی صاحب آپ ہمالہ کو قدموں سے ناپنا چاہتے ہیں۔ سمندر کی گہرائی ہاتھ سے ٹٹولنا
چاہتے ہیں۔ کیا الہام ہمالہ یا سمندر کی مانند نہیں ہے جسکو کہ کوئی انسانی کتاب (لائیف
آف محمد وغیرہ) یا انسانی بناوٹ نہیں جانچ سکتی اور نہ اس قابل ہے کہ اُسکی شہادت دے سکے۔
خدا کی کلام کو آپ کسی تاریخی واقعہ سے نہیں جان سکتے کسی انسانی پیمانہ سے ہرگز نہیں ناپ سکتے۔
خدا کی کلام کو خدا کی کلام ثابت کرنے کے لیئے کوئی خدائی پیمانہ لیجیئے۔ کوئی قدرتی رشوت نہ لینے
والا گواہ ڈھونڈھیئے۔ اور اگر آپ اُس گواہ کا نام پوچھنا چاہتے ہیں تو میں کہہ دیتا ہوں کہ وہ
قوانین قدرت ہیں جس آدمی کی کلام اسکے افعال کے مطابق ہو وہ آدمی سچا ہوتا ہے یا جس
آدمی کے افعال ہمکو معلوم ہو جائیں تو اسکی کلام کو جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں بجز یہ کہ
اس کے افعال سے اُسکی کلام کو ملا لیں۔ قدرت آپ مانتے ہیں کہ خدا کا فعل ہے اسمیں
جو قوانین پائے جاتے ہیں وہ گویا خدا کے خیالات ہیں۔ پس ضروری ہے کہ جو خدا کی کلام
مانی جائے۔ وہ خدا کے فعل یعنی قدرت اور اسکے قوانین کے مطابق ہو۔ خدا کی کلام گویا
قانون قدرت کی تشریح ہونی چاہیئے نہ کہ اور کچھ۔ آؤ ہم اس سچے اعلےٰ اور مدلل بے خطا
گواہ کی مدد سے خدا کی کلام کی پڑتال کریں۔ (آتمارام)

**مولوی صاحب نمبر ۲:-** میں افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ میری گذارش کا
مطلب یہ نہیں جسکا آپنے جواب دیا۔ میں یہ بدگمانی تو نہیں کرتا کہ آپنے میرا مطلب سمجھا ہو
بلکہ یہ کہتا ہوں کہ میری عرض کو دیدہ دانستہ خارج کرنا چاہا ہے۔ میں نے جہاں تک مجھسے
ہو سکا اپنی معروض کو وضاحت سے بیان کیا تھا اور اسکی تمثیل کے لیئے بصورت مقدمہ بھی
اسکو لکھا تھا۔ مگر نہ معلوم آپنے میرے مقدمہ کو جو بالکل واضح الفاظ میں تھا کیوں ڈسمس
کرنا چاہا۔ خیر میں قبل جواب دینے آپ کی طویل تقریر کے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مطلب کو
مکرر ظاہر کر دوں۔ جناب کو یاد ہوگا کہ مینے الہامی کتاب اور اسکے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی
کے کہا تھا۔ اور اسکے چال چلن اور سوشیل لائف (طرز معاشرت) کو ایک گواہ اور اسکی تعلیم
کو دوسرا گواہ بتلایا تھا۔ پس آپ کا فرمانا کہ "ہم کسی کتاب کو محض اسوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے

جھنڈو

کہ یہ الہامی ہونے کا اشتہار دیتی ہے یا زور دار دعویٰ کرتی ہے"۔ بموقع ہے۔ کون آپکو
کہتا ہے کہ کسی کتاب کے صرف دعویٰ پر اسکو الہامی مان لیں۔ بلکہ مینے یہی کہا تھا کہ "جبتک
گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے"۔ بس آپ کا گل بکاؤلی اور اندر سبھا وغیرہ کا
لکھنا بالکل تضیع اوقات ہے۔ بیشک میں آپسے اس رائے میں متفق ہوں کہ کسی کتاب کا صرف دعویٰ
اور زوردار اشتہار سنکر ہم نہیں مانیں گے جبتک گواہ مذکور گواہی نہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں
کہ "تعلیم ہی دراصل اسکی شہادت ہے"۔ بیشک۔ بعد مراتب مذکورہ (دعویٰ الہام اور حالات ملہم)
ورنہ بتلادیں کہ گلستان بوستان جیسی اخلاقی کتابیں جو بوجہ اپنی اخلاقی تعلیم کے نہ صرف
ایشیا میں بلکہ کل دنیا میں قبولیت سے دیکھی جاتی ہیں۔ آپ یا آپکے ہمخیال الہامی مان
لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ پس جس وجہسے آپ ان کتابوں یا ان جیسی اور اخلاقی کتابوں کو
الہامی نہیں مانتے اسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عمدہ تعلیم سے اسکو الہامی نہیں کہہ
سکتے جبتک کہ اسکا لانے والا دعویٰ نہ کرے "وملہم کے حالات معلوم نہ ہوں۔ آپنے وید کی
طرف سے مدعی بنکر دعویٰ الہام تو کیا لیکن کوئی منتر وید کا معہ ترجمہ لفظی نہ بتلایا تاکہ معلوم ہو کہ جن
معنی سے پنڈت دیانند رگوید بھاشیہ بھومکا میں الہام کی تشریح کرتے ہیں اس کے
مطابق وید کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ صرف یہ لفظ کہ وید خدا سے ہے وید کو مدعی نہیں بنا سکتا۔
مینے الہام کے معنی اس لیئے نہیں کیئے تھے کہ میرے نزدیک آپسے الہام کے معنے
میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیچے میں بتلائے دیتا ہوں۔ الہام در دل افگندن (صراح)
بیشک میں آریہ سے گفتگو کر رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے مخاطب
اس بات کو کہ برہمن خدا کے منہ سے نکلے ہیں ان الفاظ سے نہیں مانتے بلکہ اسکی تاویل کرتے
ہیں مجھے اس تاویل کی صحت یا غلطی سے سروکار نہیں۔ میں نے تو صرف یہ جتلانا تھا کہ لفظ
"سے" سے الہام کا دعویٰ نکالنا صحیح نہیں جبتک الہام یا الہام کے معنے کا کوئی لفظ تصریح
نہ کرے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ "سوشیل لائف کیا ہوتی ہے اور اسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر
ٹھیرتا ہے"۔ جناب من سوشیل لائف۔ طرز معاشرت یا زندگی کے چال چلن کو کہتے ہیں۔
اور اسکا تعلق بھی میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ ملہم کے حالات ایک گواہ ہے۔ تاہم آپ کا دریافت
کرنا نہیں معلوم کس غرض سے ہے۔ پھر آپ کا فرمانا کہ آریہ لوگ اگنی۔ وایو۔ ادیتہ۔ انگرہ۔

کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں" تو اُسپر آپنے اعتراض کیا کیا،، لیجیئے صاحب میں اپنے اعتراض کو پہلے ہی لفظوں میں دُہرائے دیتا ہوں - "پس یہ کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب مدعی کا ہی پتہ نہین بلکہ دعویٰ ہی تحدید نہیں تو گواہ کیسکے" میں حیران ہوں کہ میرے اس بیان کو کہ وید کی تعین اور تحدید میں بھی اختلاف ہے" بیان بلا ثبوت کہہ کر آگے چلکر آپنے خود ہی مان لیا ہے کہ "منتر سنگہتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیساکہ بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں" میں مشکور ہوں کہ میرے بلا ثبوت بیان کو آپنے باثبوت کردیا - پھر آپ فرماتے ہیں کہ آپ کو اس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج نصف مانتا ہے یا کل کو یہ تو ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں آپکو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے اتنا تسلیم کریں" بے شک آپ ہندوؤں سے اور ہندو آپسے اس مسئلہ میں بہت اچھی طرح گفتگو کر سکتے ہیں اور کئی دفعہ اسی شہر میں ہوئی بھی ہے - لیکن میرے مطلب کو اس سے بھی کسی قدر تقویت ہوتی ہے - کہ اگر وید نے دعویٰ الہام کیا ہوتا تو اُس کے معتقد اُسکو ابتداء سے ایسی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اُسکی تحدید اور تعین میں ہی اختلاف ہو - آپ کا میرے ہندوؤں کی شہادت دربارہ تحدید وید لینے سے مجھپر یہ الزام لگانا کہ "شاید آپ خارجی گواہیوں کی تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہ طریق درست مان لیں تو دنیا میں لوگ بت پرست زیادہ ہیں اس لئے چاہیئے کہ آپ بھی بت پرستی کو تسلیم کریں" میرے پیارے ماسٹر صاحب! امر متواتر میں شہادت کا ماننا اور شے ہے اور توہمات جنکو دوسرے لفظوں میں سمجھ سکتے ہیں اور شے - دو تین لاکھ مسلمان ملکر آپکو ایک خبر بتلاویں کہ فلاں شہر فلاں دریا کے کنارے بستا ہے تو آپکو اُس کے ماننے میں کچھ شک رہیگا؟ اگر شک ہو تو بتلایئے کہ "مکہ" "مدینہ" کے وجود میں بھی آپکو شک ہے ہرگز نہیں حالانکہ کروڑ ہا مسلمان آپکو اپنے خیالات کی طرف بُلاتے ہیں اور اُن خیالات کی صحت کی خبر دیتے ہیں مگر آپ نہین مانتے - کیوں مانین جبتک کہ آپکو خود صحت معلوم نہ ہولے - بس اسی طرح ہندوؤں کا بیک زبان بتلانا کہ وید سنگہتا اور برہمن دونوں حصوں کا نام ہے بالکل اُس کے مشابہ ہے کہ مسلمان آپکو شہر "مکہ" کے وجود سے خبر بتلاویں - اور میرا ہندوؤں کی بت پرستی کو صحیح نہ ماننا بالکل اُسی طرح ہے جیساکہ آپ

کروڑ ہا مسلمانوں سے مخالف ہیں۔ وجہ فرق یہ ہے کہ کسی شئے ... (دیکھی ہوئی) یا مسموع (سُنی ہوئی) کی خبر بتلانے میں آدمی جھوٹ نہیں کہتا۔ اگر کہے تو ایک دو تین چار ملکر جھوٹ گھڑ سکیں گے۔ کروڑ ہا کا جھوٹھ پر اتفاق کر لینا اور ایک خبر کو بلا وجہ یکے بعد دیگرے غلط پہونچانا کسی طرح عقل کے نزدیک بھی جایز نہیں۔ فہم اور سمجھ کی غلطی جو ہر انسان کو ایک دوسرے سے مذہبی خیالات میں جُدا کرتی ہے۔ اس میں کروڑ ہا مخالف بھی یک زبان ہوکر کیون نہ میرے مخالف ہوں۔ میں صرف اُنکی کثرت تعداد سے اپنے خیالات کو تبدیل نہ کرونگا۔ ہاں یہ اعتراض اُس شخص پر ہوسکتا ہے جو مسلمانوں کو بطور الزام کے یہ بات کہے کہ مُسلمان سب مذہبوں کو غلط جانتے ہیں حالانکہ جس بات کو ہزاروں لاکھوں مانتے ہوں اُسکو غلط کہنا عقل کے خلاف ہے" غالباً اسی قائل کا نام آپ سمجھ گئے ہونگے۔ مضمون سے اجنبی نہ ہوتا تو میں خود ہی اُسکا نام عرض کر دیتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "اگر قرآن نہ للکارتا لیکن اُسمیں جو لکھا ہے بالکل راست ہوتا تو بہت بڑی خوشی سے پہلے جیسی قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو طیار ہوتا۔" افسوس کہ جیسے ہی تعلیم کا مقابلہ کیا ہی نہیں میرا بیان ہنوز ابتدائی مراتب پر تھا جسے آپنے ابھی تک صاف نہیں فرمایا اور تعلیم کیطرف چلے گئے۔ اچھا اسکا جواب بھی اخیر پرچہ میں لیجیئے گا۔ جہاں ہیں تعلیم کا مقابلہ کرونگا۔ آپکا فرمانا کہ اگر کوئی آدمی روز مرہ للکار للکار کر ہمارے کان کہا جاوے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اُس کے پاس ملمع ہے تو کیا ہم اُس کے للکارنے کو خیال کرتے ہوئے اُسی کے ملمع کو سونا تصور کرلیں" ہرگز نہیں۔ میں بھی پہلے پرچہ میں اور اسکے اوّل میں لکھہ آیا ہوں کہ بغیر گواہوں کے دعویٰ غیر ثابت جب ہی تو کہوں کہ آپنے میری عرض کو دیدہ دانستہ ڈسمس کرنا چاہا ہے۔ لیکن یاد رکہیں کہ "اگر تو مے نہی داد روز داوے ہست" آگے جو آپنے عربی زبان کے متعلق طویل بلا کامل تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے۔ اس لئے میں اُسکا جواب اپنا فرض نہیں جانتا اُسکا جواب لینا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب اُمّ الالسنہ ملاحظہ کریں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن نے باواز بلند اپنے کو الہامی کہا ہے۔ نہ صرف کہا ہے بلکہ للکارا ہے کہ اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شُبہہ ہو تو مجھہ جیسا کلام عربی

لے آؤ" جس سے میری غرض یہ تھی کہ قرآن مدعی الہام ہے۔ وید اور بائیبل کیطرح چُپ چاپ نہیں کہ معتقد ہی بقول شخصے پیراں نمے پرند مریداں ہمی پرانند جبراً اُسکو الہامی بنائیں۔ ہاں آپکا یہ فرمانا بھی حیرت سے خالی نہیں کہ "میں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے خدانخواستہ اگر اسکندریہ کی لائبریری کی طرح لائف آف محمد بھی ضایع ہو جائے تو کیا مسلمان قرآن کو ماننا چھوڑ دینگے" جناب من، لائف آف محمد کو جو تعلق ہے وہ تو میں نے اوپر بیان کر دیا ہے اگر آپ اُسمیں غور نہ کریں تو میری بدقسمتی۔ میں تو الہامی کے حالات کا دریافت ہونا اُسکے دعوے کی شہادت جانتا ہوں۔ بے شک اگر لائف آف محمد ضایع ہو جائے تو جو مشکلات ہمارے ہموطنوں کو ملہموں کے حالات بتلانے میں آرہی ہیں۔ وہ ہمکو آئینگی لیکن "وہ آرہی ہیں" اور "آئیں گی" میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہاں بتقلید پنڈت لیکھرام بالخصوص اسکندریہ کے کتب خانہ کا نام لینے سے جو آپکی غرض ہے اُسکا دفعیہ "تصدیق" اور "کُتب خانہ اسکندریہ" مصنفہ مولوی شبلی صاحب نعمانی پروفیسر علی گڈھ کالج سے ہوسکیگا ملاحظہ فرماویں۔ پھر آپکا دو تین اشخاص سے سید الانبیاء کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اخلاق سے بڑھکر چوٹ کرنا میرے گمان کے (جو میں آپکی نسبت رکھتا تھا) مخالف ہے۔ جسکا جواب میں اُسوقت دونگا جب آپ صریح لفظوں میں میرے تمہیدی مضمون کو مان کر پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سوانح عمری سے سوال کرینگے اور میرے بیان پر بصورت سوال اعتراض اُٹھائینگے۔ اس حال میں جبکہ آپ میرے تمہیدی مضمون سے ہی مخالف ہیں تو اس چوٹ کا کرنا اور اسکا جواب دینا فن آداب مناظرہ سے خارج ہے۔ ہاں آپکا یہ فرمانا کہ "تمام سے بڑھکر سوامی دیانند کی لائف ہے تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں"۔ میں نہیں جانتا کہ میرے کس مضمون کا جواب ہے۔ کیا میں نے پرچہ اوّل میں نہیں کہا ہے کہ جبتک مدعی دعوے نہ کرے گواہ کس کام کے۔ پس اگر پنڈت دیانند کی لائف برہموؤں اور ہندوؤں کے اعتراضوں سے چشم پوشی کر کے سب سے اچھی بھی فرض کریں تو یہ گواہ بلا دعوے کس کام کا ہوگا۔ پھر ابھی دوسرا گواہ تعلیم قابل دیا ہے۔ غنیمت ہے کہ آپنے میری درخواست پر اپنے ملہموں کے حالات بتلائے کہ "وہ

قدرت کے پہلے بے لوث پاکیزہ بچے جنکا مقابلہ صرف آئندہ پیدائش کے موقعہ پہ کوئی کر سکے گا اُس سے پہلے ہرگز نہیں" جسپر میں آپ ہی کے الفاظ میں کہوں گا۔ کہ افسوس یہ دعویٰ یا بیان بلا ثبوت ہے۔ میرے خیال میں دعویٰ کے لئے ثبوت بھی درکار ہے جو آپنے نہیں دیا" آخر میں جو آپنے کلام الہیٰ کی صداقت کے لئے قوانین الہیٰ کو گواہ ٹھہرایا ہے میرا بھی اُسپر **صاد** ہے۔ میں نے تعلیم کے مقابلہ میں یہی کہنا تھا۔ اگر میں کہتا تو شاید آپ کو اُسمیں تردد ہوتا۔ بارے شکر ہے کہ آپ خود ہی اسکو گواہ مان گئے۔ لیجئے اب آپ اس گواہ کی گواہی بھی سُنیئے۔ لیکن اس شاہد کی شہادت سے پہلے چند امور کا بطور اصول موضوعہ کے بیان کرنا بھی ضروری ہے ❖

(۱) خدائی مذہب اور تعلیم میں سب بنی آدم شریک ہیں سب کا اُسمیں ساوی حصہ ہے جیسا کہ اور قدرتی چیزوں میں سب برابر ہیں بلکہ دین الہی کا تقاضا ہی یہی ہونا چاہیئے کہ مجھے سب لوگ لیں اور میری ہدایت پر عمل کریں ❖

(۲) جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسروں سے بھی ممکن ہے ❖

(۳) ممکن کے فرض سے محال (اگر نہو) لازم نہیں آیا کرتا مثلاً ہم فرض کرلیں کہ زید جسکی پیدائش ممکن ہے اسوقت پیدا ہوگیا ہے یا اُسکو گھر میں ایک بچے کا پیدا ہونا فرض کرلیں تو اس فرض سے کوئی امر محال لازم نہیں آئیگا ❖

پس ان اصول کے لحاظ سے ہم ایک ہزار سال تک ویدک مذہب کی اشاعت تمام عالم میں فرض کرلیں اور یہ مان لیں کہ تمام بنی نوع انسان ویدک مت کے پابند ہوگئے ہیں جیسا کہ اصول اول کا منشا ہے۔ چونکہ بعض افراد انسانی کا نیک ہونا ہم دیکھ رہے ہیں۔ کل افراد انسانی کا نیک ہونا بھی ممکن ہے۔ پس بموجب اصول دوم اگر تمام لوگ ویدک مت کی ہدایت کے مطابق نیک پُرش بنجائیں اور خوب ہی پابندی سے عمر گذاریں تو سوال ہے کہ ایسی پابندی اور اشاعت تمام کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تمام نیک لوگ بوجہ اپنی نیک کرداری کے حیوانات کے قالب میں نہیں جائینگے اور جو گئے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قید گذار کر بھوگ جونی سے نکل آوینگے۔ جسکا نتیجہ صاف اور صریح یہ ہوگا۔ کہ نظام عالم بگڑ جائیگا۔ نیک بندوں کو بجائے کسی آرام اور آسائش کے سخت تکلیف ہوگی۔ جسکا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا۔ کہ نہ ہل جوتنے کو بیل۔ نہ دودھ دینے

کو گائے اور نہ شہد کی مکھی نہ سواری کے لئے گھوڑا وغیرہ میسر ہوں گے۔ ایسی تکلیف کا تصور کرنے سے جو انسان کے دل پر صدمہ ہوتا ہے ہر ایک شخص اندازہ کر سکتا ہے خدا کسی کو نہ دکھائے۔ پس ویدک مت کی تعلیم کا اثر یا تو نظام عالم اور قوانین الٰہی کے خلاف ہے یا سب لوگوں کا نیک ہونا اسے منظور ہی نہیں۔ بخلاف تعلیم قرآنی کے ہزار نہیں بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ اسکو مانیں اس سے نظام عالم کا کوئی تنکا بھی نہیں بگڑتا پس یہ مختصر سا تعلیمی مقابلہ (جو میرے نزدیک بالکل واضح مقابلہ ہے) سردست آپ کو غور کرنے کو کافی ہے۔ آپ اسمیں ضرور غور کریں لیکن براہ مہربانی اصل تمہیدی تقریر کو پہلے دیکھ لیں جسے میں آپ کی خاطر پھر عرض کئے دیتا ہوں۔ الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کے ہے۔ اور الہامی کے حالات اور اسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے جبتک کوئی کتاب خود دعویدار الہام نہ ہو۔ مصنف کے حالات کیسے ہی اطمینان بخش کیوں نہ ہوں۔ یا تعلیم اسکی کیسی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو۔ وہ کتاب الہامی نہیں ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ اس کتاب کو اخلاقی کتابوں میں عزت سے رکھا جائے۔ پس اگر آپ کو یہ تمہیدی نوٹ مسلّم ہے تو اسکی تسلیم سے اطلاع دیکر وید کا الہامی ہونا ثابت کریں اور قرآن کا الہامی ہونا مجھ سے سنیں اور اگر اسکی تسلیم سے انکار ہو تو باقاعدہ دلیل کا جواب دیں لیکن میرے بیان میں غور کامل شرط ہے ایسا نہ ہو کہ آپ بغیر غور و فکر گل بکاؤلی کا قصہ پڑھنے لگیں ✣

(ثناء اللہ)

**آریہ ۲**- آپ سوال دوئم میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "مینے الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اُس کے چال چلن اور طرز معاشرت کو ایک گواہ اور اُسکی تعلیم کو دوسرا گواہ بتلایا تھا" .. .. .. .. .. "جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے" اور آگے چلکر آپ لکھتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ تعلیم ہی اُسکی شہادت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دعوے الہام اور حالات مُلہم ساتھ نہ ہوں ورنہ گلستان بوستان الہامی کتابیں ٹھہر جائینگی کیونکہ

یہ اخلاقی کتابیں ہیں۔ پھر آپ تحریر کرتے ہیں کہ "جس وجہ سے آپ ان (گلستان دبوستان)
ان جیسی کسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اُسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط
عمدہ تعلیم سے اُسکو الہامی نہین کہیں گے جبتک کہ اُسکا لانیوالا دعویٰ نہ کرے۔ اور مُلہم
کے حالات معلوم نہ ہوں۔"

میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپنے دوبارہ اپنے مطلب کو واضح کرنیکی کوشش کی ہے
آپکا یہ فرمانا کہ الہامی کتاب اور اُسکا مُلہم بمنزلہ ایک مدعی کے ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا
کسی انسان کی عقل الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو ایک شے نہین مان سکتی۔ پس اگر
آپ یہ فرماتے کہ الہامی کتاب اور اُسکا مُلہم دو مدعی ہیں تب تو ٹھیک تھا لیکن الہامی
کتاب اور اُس کے مُلہم کو مترادف سمجھ لینا درست نہین۔ الہامی کتاب میں جو کلام
اور علم ہے وہ خدا کیطرف سے مانا جاتا ہے لیکن مُلہم کے خیالات خدا کیطرف سے نہین
کہے جا سکتے۔ پس الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو ایک مساوی درجہ مدعی کا دینا درست
نہیں ہے۔ ورنہ خدا کی کلام اور ایک انسان کا درجہ یکساں ہوجائیگا۔ جو کہ ہرگز نہین
ہوسکتا۔ اس لئے میرے خیال میں اگر آپ صرف الہامی کتاب کو بمنزلہ ایک مدعی
کے قرار دیتے یا دیں تو درست ہے ورنہ نہین۔ اول ضرورت تو یہ ہے کہ الہامی
کتاب نے خود دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں نہ یہ کہ اُسکا مُلہم کہے کہ یہ کتاب خدا
کیطرف سے ہے۔ پہلی درجہ پر الہامی کتاب کا دعویٰ ہے اور دوم درجہ پر مُلہم یا کسی اور انسان کا دعویٰ ہو
سکتا ہے۔ لیکن دوم درجہ کو پہلے درجے کے برابر بنا دینا درست نہین اور اگر آپ دونوں کا درجہ مساوی مانینگے تو اسکے معنے
یہ ہونگے کہ آپ خدا اور انسان کا درجہ برابر ملتے ہیں یا یوں کہو کہ لاشریک خدا کا انسان
کو شریک ٹھہراتے ہین۔ خلاصہ مطلب یہ کہ الہامی کتاب خود ایک اعلیٰ درجہ کا مدعی
ہونا چاہیئے +

اگر آپ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ الہامی کتاب خود ایک مدعی ہے۔ تو پھر میں آپ
سے کہوں گا۔ کہ گواہوں کے مسئلے پر غور کیا جاوے۔ آپ دو گواہ مانتے ہیں۔ ایک
مُلہم کے حالات دوسرا الہامی کتاب کی تعلیم۔ آپ مانیں گے کہ مُلہم کے حالات خارجی
شہادت ہے اور الہامی کتاب کی تعلیم اندرونی شہادت۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اندرونی

شہادت کا دوسرا نام اصلی شہادت ہے اور خارجی شہادت بمقابلہ اندرونی شہادت کے کمزور ہوا کرتی ہے ۔ میں اس امر کو تمثیل دیگر عرض کر دیتا ہوں ۔ اگر عدالت میں ایک شخص خود اقبال کرتا ہو کہ میں نے اس صاحب کے دس ۱۰ روپے دینے ہیں تو حاکم کو ضرورت نہیں پڑتی کہ اور گواہ طلب کرے لیکن جبکہ لینے والا کہتا ہو کہ میں نے اس سے دس ۱۰ روپے لینے ہیں اور دینے والا کہتا ہو کہ میں نے نہیں دیئے تب خارجی گواہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس حالت میں اگر ایک خارجی گواہ شہادت اُلٹی دے تو بیسیوں گواہ طلب کئے جاتے ہیں، اور پھر بھی حاکم نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ گواہیوں میں اختلاف پاتا ہے ۔ دراصل ماجرا کیا ہے کمزور انسان یا حاکم شاید قلت وقت کے لحاظ سے یا کسی اور وجہ سے فیصلہ جیسا مناسب سمجھے کر دیتا ہے لیکن فیصلہ کر دینے پر بھی اگر حاکم کو قسم دیکر پوچھا جائے کہ دراصل اُس شخص نے اُس کے روپے دینے تھے یا نہیں اسکی بابت وہ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جب روپے دینے والا لینے والے کے بیان کی تصدیق صرف اپنی ایک اندرونی شہادت سے کر دیتا ہے ۔ تو اُسوقت حاکم کو ضرورت نہیں ہوتی کہ خارجی گواہیوں کے پیچھے بھاگے خارجی گواہ کے طلب کرنے کے معنے یہ ہیں کہ حاکم لینے یا دینے والے کے بیانات میں اختلاف دیکھ پاتا ہے ۔

اب فرض کرو کہ میں قرآن کی بابت جاننا چاہتا ہوں کہ یہ الہامی ہے یا نہیں ۔ میں قرآن کے اوراق اُلٹاتا ہوں تو اُسمیں فرض کرو کہ لکھا ہوا ہے کہ میں خدا کیطرف سے ہوں اگر مجھے صرف اتنی بات سے کسی کتاب کو الہامی مان لینا ہو تو بس مجھے مان لینا چاہیئے لیکن اگر میں شک کرتا ہوں تو مجھے چاہیئے کہ میں اور طرح سے اپنی تسلی کر لوں ۔ پھر قدرتی طور پر یہ ہوگا کہ میں کہوں گا کہ اگر تم خدا کی طرف سے ہو تو بتلاؤ کہ خدا کی صفات کیا ہیں خدا نے نجات کا کیا ذریعہ بتلایا ہے ۔ خدا نے دنیا کس سے بنائی وغیرہ وغیرہ یہ سوالات میں قرآن پر ہی کرتا ہوں اور فرض کرو کہ قرآن ان سوالات کا کچھ جواب دیتا ہے اب وہ جوابات جو کہ قرآن دے رہا ہے درست ہیں یا غلط اُن کی آزمائش میں اپنی عقل اپنے علم اور اپنے تجربہ سے کرتا ہوں ۔ اگر میں دیکھتا ہوں کہ قرآن کی تعلیم میری عقل وغیرہ کے خلاف ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے ۔ تم کہتے جاؤ کہ میں

الہامی ہوں کون عقلمند تم کو مان سکتا ہے ÷ اس حالت میں جبکہ میں اپنے لئے قرآن کا
فیصلہ کرتا ہوں تو جن سے میں مدد لیتا ہوں وہ عقل علم ۔ قانون ۔ قدرت وغیرہ ہین
لیکن اگر علم وعقل یا قانون قدرت کے خلاف تعلیم دیتا ہوا قرآن کہے کہ میرے لانیوالے
سے میری بابت پوچھ لو تو میں کہونگا کہ جب میں نے سونے کو کسوٹی پر ضرب دیکر دیکھ لیا
کہ یہ پیتل ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ جس کا سونا ہے یعنے صرّاف کی بات کا اعتبار
کروں کہ یہ سونا ہے نہ کہ پیتل صرّاف کا کہنا میرے لئے کوئی دلیل سونے کی اصلی
ہونے کی نہین ہو سکتی جبکہ کسوٹی مخالفت کر رہی ہے اس لئے صرّاف کے ایک بیان
کو سچ ثابت کرنے کے لئے دوبارہ صرّاف کا ہی بیان ضروری نہین بلکہ کسوٹی ضروری ہی
پس قرآن کا لانیوالا اگر کہے تو بھی ہم جب تک کہ قرآن کی اندرونی شہادت یا اُس کے اپنے
اقبال یعنے اُسکی تعلیم کی اپنی عقل وغیرہ کی کسوٹی سے جانچ نہ کرلیں، تو نہیں مان سکتے
صرّاف دوسرے صرّاف کو رشوت دیکر بطور گواہ کے لا سکتا ہے ۔ لیکن صرّاف کسوٹی کو
رشوت نہین دیسکتا اور کسوٹی کیا ہے کسوٹی قدرتی رشوت نہ لینے والا پیمانہ
سمجھنا چاہیئے ۔ سو صرّاف ایکطرف کیوں نہ ہوں اُن سب کو ایک کسوٹی کا فیصلہ ماننا
پڑیگا ۔ اس لئے کسوٹی کا فیصلہ قطعی اور سچا ہے نہ کہ صرّافوں کی گواہیوں کی تعداد
اب قرآن کہتا ہے کہ میں الہامی کتاب ہوں ۔ ہم کہتے ہیں کہ اچھی بات ÷ ۔

**قرآن** ۔ میں خدا کی طرف سے ہوں، اور مثل کھرے سونے کے ہوں ۔

**محقق** ۔ بہت خوب ۔

**قرآن** ۔ میرے لانے والے یعنے صرّاف سے میری بابت پوچھئے

**محقق** ۔ اب صرّاف سے پوچھنے کی دوبارہ ضرورت نہین ۔ ہم رشوت نہ لینے والی
بے خطا کسوٹی لاتے ہیں ۔ اور اُس سے تمہاری آزمائش کرتے ہین ۔

**قرآن** ۔ جبکہ میرے لانے والے کی سوشیل لائف اور دیگر حالات زندگی بتلا رہی ہین
کہ میں خدا کیطرف سے ہوں تو آپ کسوٹی کیوں لاتے ہیں ÷ ۔

**محقق** ۔ اگر تم کھرے سونے ہو تو گھبراؤ نہین ۔ قانون قدرت اور علم وعقل کی کسوٹی
سے تمہارا امتحان کرتا ہوں ۔ اگر اس کسوٹی نے فیصلہ کر دیا کہ تم کھرے سونے

توخارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

**قرآن** - اگر میری تعلیم کو علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ کہیں میرا رتبہ گلستان بوستان کا سا نہ کر دینا۔

**محقق** - اگر تم پچاس روپیہ تولہ کے سونا ہو تو تمکو کوئی ۱۸ روپیہ ورکا سونا نہیں بنا سکتا۔ گلستان بوستان کا خیال مت کرو۔ کسوٹی سب فیصلہ کر دیگی۔

**قرآن** - بھائی کسی کتاب کو فقط عمدہ تعلیم سے الہامی نہیں کہا جبتک کہ اسکا لانیوالا دعویٰ نہ کرے۔ اور ملہم کے حالات معلوم نہ ہوں"۔

**محقق** - تمہارا لانیوالا اور اسکے حالات تمہارے گواہ بیشک رہیں۔ ہم اسکی پرواہ نہیں کرتے لیکن تم کھرا سونا ہو یا نہیں اسکا فیصلہ تو ہمارا علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی کریگی۔

**قرآن** - آگے تو جس نے مجھے سونا مانا میرے کہنے اور میرے صراف کے کہنے سے ہی مان لیا۔ لیکن خدایا یہ عجب آدمی ہے جو علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے مجھے پرکھنا چاہتا ہے۔ !!

خلاصہ مطلب یہ کہ ملہم کے حالات کو الہامی کتاب کی تعلیم پر ترجیح نہیں دیسکتے پس الہامی کتاب کی تعلیم اسکے الہامی ہونیکا اندرونی گواہ ہے اور اس گواہ کے بیانات کو جانچنے کے لئے قانون قدرت اور علم وعقل ذریعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جبتک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے" اسکے متعلق میں نے عرض کردی کہ تعلیم ہی کافی گواہ ہو سکتا ہے اور جب جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ مدعی خود ہی اقبال کرے۔ اور ایک بیحط گواہ اسکے اقبال کی تائید کرے تو پھر دنیا بھر کی ادھر ادھر گواہیاں ڈھونڈھنا لاحاصل ہو جاتا ہے۔ اور جو آپنے فرمایا کہ تعلیم ہی اسکی شہادت نہیں ہو سکتی جبتک کہ دعویٰ الہام اور حالات ملہم ساتھ نہ ہوں اسکے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ تعلیم ہی کافی شہادت ہو سکتی ہے ہاں دعویٰ الہام کا اس کتاب میں ہونا بھی درست ہے لیکن حالات ملہم غیر ضروری ہیں اس لئے کہ ان کو دوسرے کیا جانتا ہے۔ ہاں یہ خطرہ کہ اگر کسی کتاب کا الہامی ہونا محض اسکی عمدہ تعلیم سے ہی جانچا جائیگا تو پھر گلستان بوستان جو کہ بقول مسلمانوں کے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتابیں ہیں الہامی ٹھیر جائینگی میرے خیال میں یہ خطرہ مسلمانوں کے لئے ہے کہ اگر یوں ہوگا کہ اگر یہ گھر میں سونا ہو اور مولوی صاحب کے گھر میں بھی۔ تو میں دونوں کو سونا کہوں گا۔ اگر گلستان بوستان میں بعض نہایت اعلیٰ درجے کی اخلاقی تعلیم ہے

تو میں اُس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو تیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا سے پانی ہے۔ یا گنگا کا ہی پانی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گلستان بوستان اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہو اگر اسمیں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہونگا کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہی نکلی ہے اور اس وجہ سے برابر وید کی ہے ہمارا تو سراسر دعوی ہی یہ ہے کہ دنیا بھر کی کتابوں میں جو جو سچائی ہے وہ وید کی ہے۔ اور جو جو جھوٹھ یا خلاف علم و عقل باتیں وہ انکے بنانے والوں مصنفوں کے اپنے انسانی خیالات ہیں افسوس کرتا ہوں کہ میں گلستان کو جسمیں کہ لکھا ہے دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کبھی اعلی درجہ کی اخلاقی کتاب کہنے کو تیار نہیں ہوں لیکن باایں ہمہ دعوی سے کہتا ہوں کہ گلستان بوستان میں بھی جو چند سچائیوں کی تعلیم دیگئی ہے وہ وید کی تعلیم ہے اور جو انہیں دیگر باتیں ہیں وہ سعدی صاحب کی اپنی طرف سے ہیں خدا کی کلام اور خدا کے علم کا ہی دوسرا نام وید ہی۔

یہاں پر ایک اعتراض میں خود ہی اٹھا کر اسکا جواب دینا چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ کوئی کہے کہ اقلیدس یا علم حساب کی۔۔۔ کتاب میں ایک بھی بات علم و عقل کے خلاف یا جھوٹھ نہیں تو کیا اقلیدس بھی الہامی وید کیطرح ہو گئی۔

جسکا جواب یہہ ہے کہ اسمیں جو سچائی کے اصول ہیں۔ وہ تو برابر وید سے اخذ کئے گئی ہیں اور وید کی ہی تعلیم ہے۔ لیکن وید کے ایک منتر کی تشریح گو وید کے مخالف نہو لیکن وید نہیں کہی جا سکتی۔ پس سچے سائنس اور سچی علم طبابت کی کتابوں میں جو سچے اصول بیان کئے گئے ہیں وہ وید کے ہی اصول ہیں۔ لیکن جو ان اصولوں کی تشریح موٹی عقل کے آدمیوں کو سمجھانے کے لئے کی گئی ہے وہ تشریح والا مضمون وید نہیں ہے۔ جس طرح کہ سوامی جی کی وید کی تفسیر گو وید کے منشا کو ظاہر کرنے والی ہے اور اس کی مطابق ہونے سے سچ ہے لیکن وہ تفسیر وید نہیں ہو سکتی البتہ وید کی تشریح ہے۔ اسی طرح پر جملہ سچے علوم کی کتابیں جو آپ دنیا میں پاتے ہیں وہ سب وید منتروں کی تفسیریں ہیں اور ان میں جو جو سچائیاں ہیں وہ سب وید کی ہیں۔

پس بات کو پڑھکر لوگ کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا وید کے دس منتروں کا لفظی اور ٹھیک ٹھیک

ترجمہ کرکے اسکی اگر ایک کتاب چھپوا دیجاوے تو یہ کتاب وید کہلائیگی یا نہیں کیونکہ اسمیں جو سچائی کے اصول ہیں وہ سب وید کے اصول ہیں بلکہ یہانتک کہ لفظی ترجمہ ہی ہیں تو اس حالت میں میں کہوں گا کہ بے شک اُس کتاب میں وید کی پوری تعلیم تو موجود ہے لیکن پھر بھی وید نہیں - اب معترض پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیا بات ہوئی -

میں کہونگا کہ وید شبد ارتھ اور سمبندھ کا نام ہے - یعنی ملفوظات - انکی معانی کا باہم تعلق اس لیئے چونکہ اس کتاب میں وید کے شبد (ملفوظات) موجود نہیں ہیں اسلیئے یہ وید نہیں -

میں نے جو مولوی صاحب سے الہام کی تعریف پوچھی تھی وہ اسی غرض سے کہ مولوی صاحب کو سمجھنے کا موقع دے سکوں کہ ہم لوگ الہام کو کیا مانتے ہیں - دیگر مذاہب کے پیرو یا الہام کے ماننے والے مثلاً محمدی یا عیسائی ہماری طرح الہام کی تعریف نہیں مانتے - وہ صرف تعلیم یا ہدایت کو یا دوسرے معنوں میں علم کو تو خدا کی طرف سے مان لیتے ہیں جس کو وہ دل اگلمندان خیر یا الہام کے نام سے پکارتے ہیں لیکن ہم جہاں سچے علم کو خدا کیطرف سے مانتے ہیں وہاں اس زبان یا الفاظ ملفوظات کو بھی جنمیں وہ علم ظاہر ہوتا ہے - الہام یعنی خدا کیطرف سے مانتے ہیں - گویا باہم علم اور زبان اور انکے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں - ہمارے مسلمان بھائی زبان کو الہامی نہیں مانتے ہاں وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے وہاں وہ الفاظ جو وید میں لیئے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں - پس فرض کرو کہ گلستان و بوستان بالکل سچائی کی تعلیم دیتے ہیں تو میں یہ دوبارہ کہتا ہوں کہ تعلیم وید کی ہے لیکن گلستان بوستان چونکہ وید کی زبان یعنی الہامی زبان میں نہیں ہیں - اسوجہ یہ وید یا الہامی نہیں ہوسکتیں لیکن انکے وید کے مطابق یا وید کی تفسیر یا تشریح ہونے میں بشرطیکہ اون کی تعلیم بالکل سچائی پر ہو کچھ شک نہیں -

آپ وید کا منتر مع ترجمہ کے طلب کرتے ہیں - جس سے کہ وید کا دعویٰ کہ میں خدا کیطرف سے ہوں ثابت ہوجائے لیجیئے عرض کرتا ہوں -

**(یجروید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر دیکھو) منتر یہ ہے**

**دو تسماد یگیات سربہت رچا سامانی جگیرے چھندانسی جگیرے تسماد یجو تسماد جایت**

"ست چت آنند وغیرہ اوصاف سے موصوف سب جگہہ بھرپور پرش سبکی پرستش اور اوپاسنا کے لائق ہو اور سرب شکتیمان جو یگیہ پرماتما ہے۔ اُسی سے رگوید۔ یجُروید۔ سام وید اور اتھروید چاروں ویدوں کا پرکاش (الہام) ہوا۔"

(   ) سرُوہت۔ یہ شبد ویدوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ وے (وید) سب انسانوں کے حاصل کرنے کے لائق ہیں۔ (   ) جگیہ سے اور (   ) اجائیت یہ دو کریا (ایک ہی معنے دینے والی) اس لئے آئی ہیں کہ ویدوں میں انیک ودیاؤں کی موجودگی ظاہر کیجاوے (   ) تسمات پد دو بار آیا ہے اس بات کے جتلانے کو کہ ایشور ہی سے ویدوں کی اُتپتی (پیدائش) ہوئی ہے۔" اس کے علاوہ اتھروید کانڈ ۱۰ پرپاٹھک ۲۳ انوواک ۴ کا ۲۰ منتر اس بات کو کہ چاروں وید خدا کا گیان ہیں اُسی سے نازل ہوئے ظاہر کرتا ہے (دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کا اُردو ترجمہ مصنفہ مہاشے ملشی رام صفحہ ۱۱ و ۱۲)

آگے چلکر آپ اِدہر اُدہر کی باتیں لکھکر تحریر فرماتے ہیں کہ جو آپنے عربی زبان کے متعلق طویل تقریر کی ہے وہ میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اُسکا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا۔

اُمید ہے کہ مولوی صاحب اس مضمون کو جو میں اوپر لکھہ آیا ہوں پڑہتے ہوئے اُس میری پہلی تحریر کو دوبارہ پڑہ لینگے اور ضرورت محسوس کرینگے کہ اسکا جواب دینا ضروری ہے کیونکہ ہم آریہ لوگ زبان کو الہامی مانتے ہیں۔ اگر آپ جواب نہ دینگے تو میں سمجھ لونگا کہ آپ مانتے ہیں۔ (جس کتاب کا آپنے حوالہ دیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے) آگے چلکر آپنے لائیف آف محمد کا ذکر چھیڑا ہے۔

حضرت محمد جی کو ہوئے غالباً چودہ سو برس سے زیادہ نہیں گذرے لیکن اس زمین کو بنے کروڑہا برس گذر چکے۔ اور کئی کروڑوں برسوں سے حضرت انسان اس سیارہ پر بود و باش رکھتا ہے اگر الہام کی ضرورت ہمراہ ملک عرب کو تھی تو لکھو کہ انسانوں کو جو حضرت جی سے پہلے ہو چکے ہیں کیا نہ تھی۔ اگر نہ تھی تو حضرت صاحب کے وقت میں بھی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ اس لئے جہاں آپ الہام کے دیگر پہلوؤں کو سوچتے ہیں وہاں اس بات کا بھی خیال کر لیجئے کہ الہام کا وقت کون ہو سکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ انسانی پیدائش کے وقت پر انسانوں کو زبان اور علوم اور اُنکے تعلقات جاننے

کیلئے الہام کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت اُس خداوند تعالیٰ نے جس نے آدمی آنکھوں کے لئے سورج کو بنایا پوری کی بقول مسلمانوں کے لکھو کہا آدمی گمراہی میں مر گئے اور درمیان میں اللہ میاں کو الہام کا خیال آگیا وہ کتاب کبھی الہامی نہیں ہو سکتی جو ابتدائے آفرینش میں نازل نہ ہوئی ہو۔ قرآن جو کہ انجیل کے بعد بنا ہر گز الہامی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کی تعلیم سے بڑھکر علم و عقل کی ترقی دنیا میں موجود تھی۔ چین۔ ہندوستان۔ مصر۔ یونان وغیرہ وغیرہ نہایت اعلیٰ شائستگی کے معراج پر بغیر قرآن کی خواب سے پہنچ چکے تھے۔ لیکن وید کی تعلیم ان سب ملکوں کی ترقیوں کا مخزن تھی۔ کیونکہ وہ ابتدائے آفرینش کیوقت پر نازل ہوئی تھی۔ جب یہ حالت ہے تو لائف آف محمدؐ یا لائف آف کرائیسٹ کا سچے الہام سے کیا واسطہ ہے؟؟

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ سوامی جی اور محمد جی کی زندگی کے مقابلہ سے ڈر گئے ہیں میں نے کسی کی زندگی پر حملہ نہیں کیا۔ کیا دن کو دن اور رات کو رات کہنا کسی پر حملہ ہو سکتا ہے۔ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ محمد جی دُنیا دار اور کئی دفعہ شادی شدہ اور اُس کے مقابلہ پر سوامی جی تارک الدنیا اور مُجرد تھے۔ مگر میں اسبات پر زور نہیں دیتا۔ کیونکہ محمد جی یا سوامی جی کی زندگی کا مقابلہ الہام سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ آپ نے چونکہ لائف آف محمد کا ذکر کیا تھا اس لئے مجھے بھی کرنا پڑا۔ ورنہ مجھے خاص ضرورت نہ تھی۔

آگے چلکر جو آپ نے چند اصول موضوعہ لکھے ہیں اُنکو بغیر بحث کئے قایم کر لینا آپ کے اور میرے لئے درست نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر ایک کے متعلق گفتگو کروں ورنہ رہنے دوں۔ جب میں ان اصولوں کا آپکی طرح قایل نہیں تو میں کیونکر اُس غیر ضروری اور سراسر خارج از بحث مضمون کا جو کہ آپ نے چھیڑ دیا ہے جواب دوں لیکن اگر آپ دوبارہ ارشاد فرماویں تو جواب دینے کو تیار ہوں۔ میں حیران ہوں کہ اس خشک لطیفے کو جو آپکا ہی طبعزاد ہے آپ نے کیونکہ "مختصر سا تعلیمی مقابلہ" کا نام دیدیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آیندہ مولویصاحب "قاضی کو شہر کا اندیشہ" کے لطیفے چھوڑ کر اصل مضمون سے باہر نہیں جاوینگے۔

آپ بے شک قرآن اور وید کی تعلیم کا پہلو بہ پہلو مقابلہ کیجئے لیکن اس کے لئے نادرشاہی طریق جو آپ نے استعمال کیا ہے اختیار نہ کیجئے بلکہ حسب ذیل طریق کو پسند فرمائیے۔

فرض کرو کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ قرآن اور وید نے خدا اور اُسکی صفات وغیرہ کی بابت کیا تعلیم

دی ہے۔

| وید کا منتر جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں | اُسکے مقابلہ پر | قرآن کی آیت جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں |
|---|---|---|
| وید منتر کا مستند ترجمہ | × | قرآن کی آیت کا مستند ترجمہ |
| ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب آریہ | × | ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب مولویصاحب |
| نتیجہ وید منتر کی تعلیم کا آریہ کے الفاظ میں | × | نتیجہ قرآنی آیت کی تعلیم کا مولوی صاحب کے الفاظ میں۔ |

اگر آپکا دل چاہتا ہی کہ اس بات کا مقابلہ کیا جاوے کہ وید کی اشاعت سے انتظام عالم درہم برہم ہو جاوےگا یا ہو جانیکا احتمال ہی۔ اور قرآنی تعلیم سے ایسا احتمال نہین ہے تو براہ مہربانی قاعدہ مذکور کے مطابق کارروائی کیجیئے یعنے اول قرآن کی آیت اور اُسکا ترجمہ اور اُسکا نتیجہ پیش کر کے بتلایئن کہ دنیا کے انتظام کی بابت قرآن کیا تعلیم دیتا ہے؟ پھر مجھ سے پوچھیئے کہ اسکے متعلق وید کی کیا تعلیم ہے۔ پھر دونون کا مقابلہ کیجیئے اور علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے آزمایئے جو ناقص ثابت ہو اُسکو ناقص اور جو افضل ثابت ہو اُسکو افضل کہنے کا حوصلہ کیجیئے۔

آپنے جو تحریر فرمایا ہی کہ "بخلاف تعلیم قرآنی کے ہزار سال نہین بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ اُسکو مانین اُس سے نظام عالم کا کوئی تنکا بھی نہین بگڑتا" اس کے متعلق میرے مختصر سے چند اعتراض ہیں۔

(الف) یہ کس قرآن کی آیت کا نتیجہ ہی۔ براہ مہربانی وہ آیت بمعہ مستند ترجمہ پیش کیجیئے (ب) نظام عالم کو قائم رکھنا کیا قرآنی خدا کا منشا ہی؟ کیونکہ سورۃ بقرہ میں درج ہی کہ "ختم اللہ علی قلوبھم وغیرہ" جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہی۔ جب اللہ میاں ہی سکو بگاڑنیوالے ہین تو پھر یہ کہنا کہ قرآنی تعلیم کے روسے عالم کا انتظام نہین بگڑتا چہ معنی دارد؟ عام خون ریزی وغیرہ کی تعلیم قرآن دے رہا ہے لیکن آپ نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی تعریف کر رہے ہین شیطان اور اُس کے کام بھی قابل غور ہین۔ شیطان اکیلا ہی خدا کے سلسلہ انتظام کو آجتک بگاڑتا رہا اور اُس کے بندون کو گمراہ کر رہا ہے لیکن حسن انتظام کی خوبی ہی یا یہ کہ خدا ناقابل ہی کہ اپنی حکومت سنبھال سکے یا اسکا بال بیکا کر سکے ایسے شیطان کی موجودگی میں جس نے خدا کا بھی دم ناک میں کر رکھا ہی آپ کا نظام عالم کا فخر کرنا واقعی حیرت انگیز ہی۔ (ج) آپنے جو اصول موضوعہ گھڑے ہین۔ بتلایئے کہ قرآن کے

رو سے اور شیطان کی موجودگی میں وہ کیونکر قائم ہو سکتے ہین ؟ کیا قرآن میں اُن اصولوں کی تعلیم
دی گئی ہی؟ اُن اصولون کو کہین شیطان تو نہین بگاڑ دیتا اسکا خیال کر لیجیے - شیطان کو مان کر
نظام عالم بگاڑنا حیرانی ہی - (د) اگر بقول آپکے تمام عمر اور کروڑہا سال تک سب لوگ اُسکو مانین
(حالانکہ شیطان مانع ہی) تو نظام عالم کا تنکا بھی نہین بگڑے گا تو ظاہر ہے کہ قرآن کا قیامت
کی تعلیم دینا غلط ہوا یا تو آپکا کہنا درست ہوگا یا قرآن کا - ہم تو آجتک سنتے تھے کہ قرآن مین
قیامت کا ذکر ہے لیکن یہ نئی ایجاد مسلمانی دنیا میں آپنے ہی کر کے دکھائی کہ نظام عالم تنکا بھی نہین
بگڑیگا گویا قیامت کبھی نہین آئیگی اور جب قیامت نہین ہوگی تو دورہ سپرد روحونکو اعمال کا
ثمرہ کیسے اور کب ملیگا ؟ اور قیامت اگر ہوگی تو آپکا فخر کردہ نظام عالم ایسا بگڑیگا کہ پھر کبھی آئندہ
سُدھر نہین سکیگا - لیکن مسلمانی نظام عالم اس دنیا کیلئے ہی نہین بلکہ دوزخ اور بہشت میں بھی ہوگا
شاید خدا کی حکومت وہان ہی اس لئے اس کا نمونہ وہان بھی ہوگا - اور شاید اس انتظام کی خوبی کا ہی نتیجہ
ہوگا کہ ایک آدمی کو جس نے چند سالونکی زندگی میں گناہ کیا اُسکو ہمیشہ کے لئے دوزخ نصیب ہوگا دُنیا میں تو
جسکا ابتدا ہوتا ہی اُسکا انتہا ہوتا ہی - لیکن اس حالت میں خدا کے انتظام کی کیا کہنی - یعنی دوزخ میں لوگوں
کے جانیکا تو آغاز ہو لیکن خاتمہ کبھی نہین -
(آنہاد ام امرت سری)

**مولوی** - ماسٹر صاحب ! پہلے میں اُن الفاظ کی نسبت جو آپنے بتقلید پنڈت لیکہرام لکھے ہین
افسوس کرتا ہوں - ہمارا ارادہ تھا کہ اُن الفاظ کی نسبت آریہ ریفارمرون سے استغاثہ کرینگے
مگر افسوس سے

ہمنے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد    وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا

چونکہ میں خدا کو واحد لاشریک مانتا ہوں - اس لئے میں آپ کے جواب میں آریوں کا خدا -
ہندؤں کا خدا سکھون کا خدا وغیرہ وغیرہ ناجائز الفاظ کا استعمال کرنا شرک جانتا ہون
اگر بھولے سے کبھی ہو گیا تو خدا معاف کرے -

میرے پیارے ماسٹر ! آپ جانتے ہین کہ ہماری گفتگو محض دوستانہ اور ہمدردانہ ہے - ایسے موقع
پر (جونکہ آپ ماسٹر رہ چکے ہیں) ایسے الفاظ سے کام لینا جو مخاطب کی توجہ کو انتقام لینے کی
طرف مائل کرین اور فہم مطالب سے ہٹا دین ہرگز درست نہین ہے

مجھے شبہ ہوتا ہے کہ یا تو (بقول آریہ سماج) پنڈت مذکور کی روح آپ میں حلول کر گئی ہے یا کوئی مشیر

خاص آپ کو ایسے الفاظ کے لکھنے پر مجبور کرتا ہی۔ یا آپ چاہتے ہیں کہ یہ خاکسار بھی اپنی عادت
کے خلاف اس طرف متوجہ ہو تا کہ اصل مقصود سی دور ہو جائے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بھی
ایک انسان ہوں اور عموماً وہی خصلتیں (ایذا دہی وغیرہ) مجھ میں بھی ہیں۔ مگر چونکہ خدا کی سچی
کتاب کو اپنا پیشوا جانتا ہوں۔ جو عام طور پر مناظرات میں بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (مناظرہ
سب سے اچھے طریق سے کرو) کی ہدایت کر کے جوشیلے بندوں کو راہِ راست پر لاتی ہی اس لئے میں
ایسے الفاظ کو جن سے میرے مخاطب کی دلشکنی ہو استعمال کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا۔
بہر حال آپکے مضمون کے قطع نظر اس سے کہ آپنے میری کئی باتوں کے جوابات نہیں دیئے
بالاختصار فقرے کرکے بالترتیب جواب دیتا ہوں :-

(۱) الہامی کتاب کا مدعی ہونا ضروری ہے ملہم کو اُس کے دعویٰ میں شریک کرنا
درست نہیں۔ ورنہ چونکہ الہامی کتاب خدا کا علم ہے اگر اُسمیں ملہم کے دعویٰ
کو جزو بنا دیں تو گویا خدا سے شرک لازم آتا ہے :

(۲) اندرونی شہادت اصل شہادت ہے۔ مدعی اگر اقرار کر لے تو حاکم کو
یقین ہو جاتا ہی۔ گواہ خارجی اگرچہ کتنا ہی گواہی دیں حاکم کو یقین کا درجہ حاصل
نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اصل شہادت اندرونی شہادت ہی :

(۳) سچی کتاب (قرآن ہو یا وید) کی پہچان اُسکی تعلیم موافق عقل اور علم پر
ہے۔ اگر اُسکی تعلیم درست نہیں تو لانیوالا کتنا ہی کیوں نہ دعویٰ الہام کرے
ہرگز صحیح نہیں۔ دعویٰ کتاب در بارہ الہام ضرور مگر الہامی شخص کے حالات دریافت
ہونے ضروری نہیں :

(۴) گلستان بوستان وغیرہ اخلاقی کتابیں اگر اُن میں راستی ہی اور نیز تمام دنیا
کے سچے قاعدے حتیٰ کہ اقلیدس کے اصول وغیرہ بھی وید ہی سی نکلے ہوئے ہیں۔
چونکہ گلستان میں "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" کا فقرہ بھی ہی۔
اس لئے میں اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہہ سکتا :

(۵) وید نام ہے۔ (لفظ سچ) سوائی کا ہمارے نزدیک جو کتاب الہامی ہو
اُسکی زبان بھی الہامی ہے۔ گلستان۔ بوستان چونکہ وید کی زبان (سنسکرت)

میں نہیں۔ اِس لئے وہ الہامی نہیں۔

(۶) ویدکا منتر جس سے وید کا دعویٰ الہام ثابت ہو وہ لفظ "پرکاش" ہے جسکو بریکٹ میں (الہام) لکھا ہے ؛

(۷) پیغمبر اسلام سے پہلے لکھو کہا آدمی گزرے ہیں انکو الہام کی ضرورت نہ تھی؟ ملک عرب کو ہی حضرت کے زمانہ میں ہوئی پہلے لوگوں کو خدا نے گمراہی میں کیون رکھا۔ قرآن سے پہلے بڑھکر اُس وقت علم کی ترقی ہند۔ چین۔ مصر۔ یونان وغیرہ میں تھی ؛

(۸) آپنے جو اصول پانزدہ کر قرآن اور وید کا تعلیمی مقابلہ کیا ہے۔ مجھے وہ اصول منظور ہیں۔ اگر آپ اجازت دینگے تو میں اُنپر بحث کرونگا آپنے زخاکسار نے) جو تعلیمی مقابلہ کیا ہے مطلب باہر ہے ؛

(۹) قرآن اور وید کا مقابلہ کرنا ہے تو خدا کی صفات سے چلکر بالترتیب مقابلہ کریں پھر دعویٰ پر آیت قرآنی دیں اور وید منتر لیں

(۱۰) خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے شیطان کو پیدا کر رکھا ہے۔ جو خدا سے ہر بات میں مقابلہ کرتا ہے۔ نیز قرآن خونریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ کیا اس سے نظام عالم نہیں بگڑتا تعلیم قرآن ہی نقشہ عالم کا بگڑنا کس آیت قرآنی کا نتیجہ ہے۔ نظام عالم قایم رہنے سے قیامت کا ہونا غلط ہوتا ہے۔

یہہ ہے آپکے مضمون کا خلاصہ۔ اب فقیر کی گذارش بھی سنئے۔ نمبر اول کا جواب ہے۔ کہ دعویٰ تو الہامی کتاب ہی میں ہو مگر چونکہ الہامی کتاب ملہم کے منہ سے نکلی ہو گی اس لئے اُسکے دعویٰ میں ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے خاصکر منکر کے مقابلہ میں جو اس الہامی کتاب کو اُس شخص الہامی کی ہی تصنیف کہتا ہے میرے اس مطلب کا قرینہ میرے پہلے پرچہ میں موجود ہے۔ جہاں میں نے صرف الہامی کتاب کو مدعی کہا ہے۔ آپنے اُسمیں غور نہیں کیا۔ اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے

نمبر دوم میں تو آپنے سخت غلطی کھائی ہے کہ اقرار و شہادت میں فرق نہیں کیا لہذا سنئے اگر کوئی شخص آپ پر جو اس خاکسار پہ نالش کردے اور یہ عاجز حاکم کے سامنے اقرار کرلے کہ بے شک میں نے اسکے روپئے دینے ہیں اور ماسٹر صاحب بولے کہ اس شخص کا دینا ہے تو کیا میرا بیان آپ پر حجت

ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ آپ کو اس میں شبہ ہو تو کسی وکالت پیشہ دوست سے دریافت فرمالیں کہ ایک ملزم کا بیان دوسرے پر الزام دہ ہوسکتا ہے۔ الہامی کتاب کی تمثیل میں راجہ اپنا یا دوسروں پر الزام کرنا چاہتی ہے، ایسے شخص کی مثال دینا جس کا بیان دوسرے کے حق میں کچھ بھی اثر نہ رکھتا ہو غالباً فہم سے بعید ہے۔ مجھ کو اس سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ آپ وقت تحریر انصاف سے کسی قدر علیحدہ ہو کر بیٹھے ہیں۔ ورنہ ایسی فاش غلطی آپ جیسے فہیم آدمی سے مشکل ہے۔ علاوہ اس کے میں تو خود اندرونی شہادت یعنی تعلیم کو ایک گواہ مان چکا ہوں بلکہ آخری فیصلہ اس کے بیان پر کہتا ہوں ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپکو بغیر اس کے راہ نہیں ملیگی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے ۔

فقرہ سویم میرے کسی طرح مخالف نہیں۔ ہاں الہامی کے حالات بتلانے سے آپکا انکار بیجا ہے بھلا ماسٹر صاحب جبکہ آپ صرف مقامی تعلیم کو ہی معیار صداقت بتلاتے ہیں اور ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیادار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی کا دعویٰ کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر ٹکے سیدھے کرنے لگے گو اس کے حالات کیسے ہی دنیاداری کے کیوں نہ ہوں تو کیا آپ اسکی کتاب کو صرف اسکی پاکیزہ تعلیم کی الہامی کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا کہ جسکو خدا نے الہام کرکے تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی۔ اسی کا اثر لازمی یہ ہے کہ ہم بھی اسپر چلیں اور راہ راست اختیار کر کے خدا کے غضب سے بری ہوں لیکن جبکہ بقول آپکے اس کے حالات ہی معلوم نہیں کہ دیندار بندہ ہو نیکی کی وجہ سے مقرب الہی تھا۔ یا صرف دنیادار ٹکہ کمانیوالا۔ تو ہم کیونکر اس کے متعلق کوئی رائے لگا سکتے ہیں۔ وہی اسکی تعلیم سو اگر واقعہ میں زرنہ کہ کھینچ تان سے پاکیزہ ہے تو مبارک ہے۔ ایک اخلاقی کتاب ہے نہ کہ الہامی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اس سیدھے سادے اصول سے جو بالکل انصاف پر مبنی ہے کیوں سرتابی کرتے ہیں۔

چوتھے فقرہ میں تو آپنے غضب ہی توڑا ہے۔ اس فقرہ کو پڑھکر مجھے ایک حکایت یاد آئی جو میں ہندوستان میں سنا کرتا تھا کہ ایک مدرس کسی میم صاحبہ پر فریفتہ ہو گئے وہ بیداد گر تو اپنا پری پیکر چہرہ دکھا کر فٹن میں بیٹھ کر کہیں کی کہیں چلی گئی۔ مدرس بیچارے سے شامت زدہ چند مہینے تک ایسے ہی رہے۔ ایسے دیوانہ ہوئے کہ جب کوئی لڑکا سبق میں زیادہ تحقیق کی غرض سے

سوال کرتا تو جھٹ سے کہہ دیتے کہ یہ بھی اُسی ملعونہ کا سکھایا ہوا ہے۔ غرض اُنکی یہ حالت ہوئی ہے

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم — الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

میں نے ایک ہندو پنڈت سے جو آریہ سماج سے مخالف ہیں سُنا تھا کہ آریوں کا کیا ٹھیک ہے وہ تو کہیں کہ ریل گاڑی بنانا بھی وید میں لکھا ہے کیا وید کوئی لہاروں کی کتاب ہے۔ میں اُسوقت اس بات کو پنڈت جی کی معمولی ناراضگی سمجھا تھا مگر آپنے اُسے سچ کر دیا۔ ماسٹر صاحب۔ ہر کلام کے دوسرے کلام کی نسبت چار درجے ہوں۔ موافقت۔ مخالفت۔ اشتمال۔ سکوت۔ میں اگر چار دونے آٹھ کہوں اور آپنے بھی چار دونے آٹھ بتلائے۔ تو موافقت ہوئی۔ اور اگر آپنے چار دونے نو کہے تو مخالفت۔ اگر آپ میرے کلام چار دونے آٹھ کو سوچکر دو دونے چار کے نتیجہ پر پہنچے تو اشتمال ہوگا اور اگر آپ کہیں کہ آج ۲۲۔ جولائی کو بارش ہوئی جو میرے کلام سے سکوت رکھتا ہے اور میں اسے غنیمت جانکر دعویٰ کرلوں کہ میرے کلام سے ماسٹر صاحب نے یہ نکالا ہے کہ آج بارش ہوئی کیونکہ جیسا میرا کلام سچا ہے ویسا ہی یہ بھی سچا ہے۔ تو کیا میری عقل پر اہل دانش نہ ہنسیں گے۔ اسیطرح وید میں بھی اگر سچائی کی تعلیم ہے تو اقلیدس اور جبر مقابلہ اصول طب اور تار برقی وغیرہ اُس سے درجہ سکوت میں ہیں جنکو آپ اشتمال کا درجہ دیں گے تو اہل دانش آپ سے وہی معاملہ کرینگے جو مجھ سے کرنیکو ہوتے۔ گلستان پر آپنے جو اعتراض کیا ہے کہ اُسمیں فقرہ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز ہے اس لئے میں اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہتا تو مجھے کسی طرح مضر نہیں کیونکہ میری تحلیل تو آپکے اخلاقی حصہ سے ہے جسے عام طور پر قبولیت ہے۔ تاہم میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ فقرہ مذکورہ سعدی مرحوم کا نہیں بلکہ اُنہے ایک حکایت میں کسی نامعلوم بادشاہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اُسنے ایک بیگناہ کو قتل کا حکم دیا تھا اُسپر مظلوم نے آہستہ آہستہ بادشاہ کو گالیاں دیں بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نے کہا کہتا ہے کہ جو لوگ غصہ کو دبا جاتے ہیں اور لوگوں کی قصور معاف کرتے ہیں خدا اُن سے محبت کرتا ہے۔ دوسرے وزیر نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے وہ آپکو گالیاں دیتا ہے اُسپر بادشاہ نے کہا دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ علاوہ اس کے یہ تو عین اخلاقی تعلیم ہے کہ دو بلاؤں میں سے آسان کو اُٹھایا جائے۔ قتل بیگناہ ایسی شی ہے کہ اُسکے روکنے کو اگر منع کرانے کو کسیقدر جھوٹ بولا جائے۔ تو گو جھوٹ ایک بری بات ہے لیکن پہلی کے مقابلہ میں برائی کا اندازہ کرنا ہے چنانچہ فقرہ مذکورہ میں "بہ از راستی فتنہ انگیز" مقابلۃً اچھا کہا ہے۔ نہ کہ فی نفسہ اچھا ہے کیا ایک شخص زکام والا سل اور دق والے کی نسبت سے صحیح سالم نہیں؟ حالانکہ وہ بھی فی نفسہ بیمار ہے۔ آپ شائد معاف

نسبتی میں غور نہین کیا ؛

پانچوان فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مسلم ہے۔ ہمارا مسلمانون کا بھی یہی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے بعینہٖ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں لیکن آپکو مشکل ہوگی کہ پرلے کے وقت وید کا زجو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے) فنا ہونا آپ کو ماننا پڑیگا۔ حالانکہ پنڈت دیانند جی بہو مکامیں وید کا فنا نہین مانتے۔ گلستان بوستان کو اخلاقی کتاب مان کر بھی اس عذر سے کہ وید کی زبان (سنسکرت) میں تصنیف نہین ہیں۔ الہامی نہ ماننا گویا خدا کو سنسکرت میں ہی بولتے حالانکہ دیگر زبانوں سے ناواقف بتلایا ہے کیا آپ کے اس دعویٰ کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ خدا وید کی زبان (سنسکرت) کے سوا کسی زبان میں الہام نہین کر سکتا ؛

فقرہ ششم میں آپنے بڑی کوشش سے لفظ ”پرکاش“ نکالا ہے جسکو آپنے اپنے دعویٰ کیلئے کافی نہ جانکر بریکٹ (الہام) کرکے لکھا ہے۔ میرے پیارے ماسٹر! اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ کہ ”پرکاش“ کے معنے الہام کے کرین ”پرکاش“ کے معنے ظاہر کرنے کے ہے۔ کیا ہمکو اور آپکو خدا نے ظاہر نہین کیا کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہین کئے۔ تمام چیزین دنیا کی جو بقول آریہ پرلے کی حالتمیں بصورت پرمانو (اجزاء لاتتجزی) تھیں۔ انکو جوڑ جاڑ کر خدا نے پرکاش نہین کیا؟ کیا آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجودہ معدوم نہ تھی پھر اُسکو خدا نے پرکاش نہین کیا؟ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ وید بھی مثل دیگر اشیا کے ہے۔ اُسنے وید کی نسبت پرکاش کا حکم لگا دیا ہے تو کیوں آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں ذرہ قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعویٰ الہام کسکو کہتے ہین۔

| | |
|---|---|
| ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرہ) | ایک جگہ ارشاد ہے کہ اگر تمکو ہماری اوتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پہ اوتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ |
| وکذلک اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر بہ ام القری ومن حولہا۔ انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ | ایک جگہ حکم ہے کہ ”الہام کیا ہمنے تیری طرف قرآن عربی۔ تاکہ تو مکہ اور اسکے گرد والوں کو ڈرائے“؛ |
| نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ہذا القرآن وان کنت من | |

قبلہ لمن الغافلین (یوسف)

ایک جگہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی کرکے اوتارا ہے تاکہ تم سمجھو ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف (اے رسول) اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بیخبر تھا "

بغرض اختصار نہیں کرتا ہوں۔ ورنہ دعوی الہام تو قرآن کے ہر صفحہ سے معلوم ہوتا ہے ؛

فقرہ ہفتم میں آپنے اسلام سے ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم لوگ قرآن سے پہلے لوگوں کی کیا کیفیت بتلاتے ہیں تو بہتر ہوتا۔

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر

قرآن صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ ہر ایک قوم میں ایک پیغمبر خدا کے عذاب سے ڈرانیوالا گذر چکا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ "ہم نے تمکو وہی راہ بتلائی ہے جسکی بابت نوح کو ہدایت کی تھی۔ اور جو تیری طرف الہام کیا ہے۔ اور جسکی ابراہیم اور

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ ؛

موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت ہوئی تھی زور دیا ہے کہ دین (یعنے توحید) کو مضبوط رکھو اور جدا جدا نہ ہو مشرکوں کو تیری پکار بُری معلوم ہوتی ہے"

یہ اعتراض عام طور پر ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں اصل بانی اس اعتراض کے عیسائی ہیں جنکی غرض یہ ہے کہ عدم ضرورت قرآن ثابت ہو جائے۔ لیکن نادان یہ نہیں جانتے کہ

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آن کس تف زند ریشش بسوزد

مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ ابتدا سے خدا نے پیغمبروں کو الہام کئے جس سے وہ خدا کے بندوں کو پہونچاتے رہے۔ لیکن چونکہ مدت دراز ہونے کے بعد اُنہوں نے اپنی سچی تعلیم کا نقشہ بالکل ہی بدلدیا تھا۔ جیسا کہ آپ ہندو بھائیوں کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ کہ باوجودیکہ (بقول آریہ سماج) ویدوں میں بُت پرستی کا کھنڈن (رد) ہے تاہم ہندو لوگ آریہ سماج کو للکارتے ہیں اور ہر جگہ مباحثہ کے لئے طیار ہوتے ہیں۔ بلکہ (بقول سناتن دھرم گزٹ و اخبار عام لاہور) آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے کہ ایک خدا سے تین بنا رکھے ہیں۔ جو ایک شرمناک الزام ہے جسکا جواب معقول آپنے بھی اُن سے کبھی نہیں سُنا ہوگا۔ اس لئے خدا تعالیٰ بندوں کی حاجتوں کے مطابق اُن کے سامان مہیا کیا کرتا ہے۔ اُس

سچی تعلیم کو بمطالب قرآن بیان کرکے صاف ارشاد کیا ہے۔ کہ "جو تمہاری طرف خدا کے ہاں

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء

سے اُترا ہے (یعنے قرآن) اُسکی تابعداری کرو اور سوائے اُس کے اپنے بناوٹی دوستوں اور اماموں کے پیچھے مت چلو۔"

ان هذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون ○

ایک جگہ ارشاد ہے کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بھی بنی اسرائیل کو بتاتا ہے جنمیں وہ اختلاف رکھتے ہیں"۔ ایک جگہ صاف ارشاد ہے کہ ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تم کو

ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا الله

بھی یہی ہدایت کی ہے۔ کہ خدا سے ڈرتے رہو"

یہہ مختصر سی تقریر ہے جسکی تفصیل ثنائی جلد شامی میں ملاحظہ کیجئے گا۔ ہاں یہہ خوب کہی کہ قرآن سے پہلے ہند۔ مصر۔ یونان۔ چین وغیرہ میں علمی ترقی ہو چکی تھی۔ کیوں نہ سچ ہے ○

گلست سعدی و در چشم دشمناں خارست

جناب والا ایسی ہی ترقی تھی جیسی کہ آجکل یوروپ میں ہے۔ یا اس سی بھی زیادہ۔ جبکہ اس روشنی کے زمانہ میں یوروپ مذہبی خیالات میں اندھیر نگری ہے ایک خدا کی جگہہ تین اور تین سے پھر ایک کہہ رہی ہیں۔ اور ویدک تعلیم سے (جو بقول آپکے بالکل راستی پر مبنی ہے) محروم ہیں تو اسپر اُس زمانہ کی ترقی کو قیاس کر لیجئے گا۔ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس درجہ حق سے متنفر ہوں گے کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک اور ایک دو کہنے سے بھی جی چرائینگے۔ جناب من ہند (جو ہمیشہ سے بتخانہ رہا ہے) چین (جو آج تک خدا کو ہی جواب دے رہے ہیں) اور مصر (جہاں تثلیث کا سی رواج تھا) اور یونان (جو صلیب مسیح اور بت پرستی کا ہمیشہ سے اماجگاہ رہا) ان ملکوں میں آپ علمی ترقی بتلاتے ہیں۔ معلوم نہیں آپکے نزدیک علمی ترقی بت سازی یا صلیب تراشی کا نام ہے اور ہاں آپکے جتلانے سے مجھے یاد آیا ہی کہ آپ کو بتلاؤں کہ انہیں ملکوں میں جہاں فرمان خداوندی قرآن شریف پہنچا تو اس نے کیا کچھ اثر کیا یا مصر سے صلیب کو جڑ سے اکھاڑ کر سچے خدا کی توحید جما دی۔ چین میں بھی علی هذا القیاس۔ ہندوستان کو تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ جو کام آریہ سماج نے صدیوں سے بڑا ضروری جانکر اٹھایا ہوا ہے (کہ ہم بت پرستی کو اکھاڑینگے جسمیں آج تک اُن کو جو کامیابی

ہوتی ہے وہ معلوم جسکی وجہ صرف ویدکی پابندی ہے کہ بُت پرست بحوالہ وید اُن کو دم نہیں لینے دیتے اور جھٹ سے مورتی پوجا کا منتر وید سے بتلا کر منہ بند کر جاتے ہیں) اسلام نے اس بڑے کام میں کہاں تک کامیابی کی۔ ہر ایک کو معلوم ہے۔ چھ کروڑ آدمی ہندوستان میں بُت پرستی کا مخالف پیدا کر دیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آریہ سماج دل سے بت پرستی کو بُرا جانتا تو اسلام کا دل سے مشکور ہوتا جس نے اس کام کو سینکڑوں سال سے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف ذمہ ہی لیا ہوا ہے بلکہ کر کے بھی دکھا دیا۔ پس آپکا قرآن کے مقابلہ ہند۔ مصر۔ چین وغیرہ کی علمی ترقی کا دعویٰ کرنا کسی قدر انصاف کا خون ہے۔

براہِ مہربانی آئندہ کو علمی ترقی بولیں تو اس کے معنے بھی بتلا دیا کریں تاکہ معلوم ہو کہ وہ علم طبعیات کی ترقی ہے یا الہیات کی جسکو دوسرے لفظوں میں خداشناسی کی ترقی کہیں۔

فقرہ ہشتم۔ میں نہیں سمجھا کہ آپ کو اس کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی جبکہ میں اور آپ دونوں مباحث ہیں تو آگے کونسی بات آپنے میری اور مینے آپ کی بلا بحث مان لی ہے۔ جو آپکو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر آپ اجازت دیں تو بحث کروں۔ کیا دیگر امور میں بھی مجھ سے دریافت فرما لیا تھا۔

جناب والا ان اصول میں بحث کی گنجائش ہے تو آپ کو صد بار اجازت ہے۔ بے شک دو بار بحث کریں۔ ایکدفعہ نہیں سو دفعہ ہزار دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ۔ میں حیران ہوں کہ آپنے میری تعلیمی مقابلہ کو خارج از بحث کہہ کر ٹالنا چاہا۔ جبکہ آپ بار بار تعلیم تعلیم پکار رہے ہیں۔ تو اس کے جواب میں میرا یہ عرض کرنا بے موقعہ ہے۔ بے شک سچ ہے ؎

زاہد نداشت تابِ وصالِ پری رخاں کنج گرفت و ترسِ خدا را بہانہ ساخت

ہاں میں اِس بات پر بیشک فخر کرسکتا ہوں کہ بقول آپکے یہ مقابلہ میرا ہی طبعزاد ہے مینے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا۔ سچ ہے الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ بزرگی وہی ہے جسکی مخالف ہی گواہی دے۔

فقرہ دہم کا جواب پہلے سُنیے کیونکہ فقرہ نہم کی بحث طویل ہے۔ اِس فقرہ میں بھی آپنے غضب توڑا ہے بلا دریافت لکھدیا کیا آپنے تفسیر ثنائی جلد اول (جس سے آپنے ختم اللہ والی آیت تو ہمارے تجربہ بطور ڈاکٹری امتحان سے تحقیق کو پہنچ چکی ہے۔ نظام عالم میں ہم دیکھتے

ہیں کہ جو لوگ خداداد طاقتوں سے مقصود کا کام نہیں لیتے اور اُنکو بیکار اور معطل چھوڑ رکھتے ہیں
خدا اُنکی طاقتوں کو مسلوب اور ضایع کر کے بے طاقت اور معطل کر دیتا ہے۔ آپ نے بھی بہت سے
ایسے ہندو فقیر دیکھے ہونگے جنہوں نے بطور ریاضت کے تیاگ کے اپنے جوڑوں کو بیکار کر لیا ہوگا۔ اسی
طرح جو لوگ خدا کی سچی کتاب اور پاکیزہ تعلیم کو محض ہٹ سے قبول نہیں کیا کرتے تو اُنکی وہ
طاقتیں جن سے اُنہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں کام لینا تھا ایک وقت پر پہنچ کر
سلب اور ضایع ہو جاتی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چونکہ آپ کو قرآن سے کسی قدر عشق معلوم ہوتا
ہے جو ہر بات پر خواہ عقلی ہو خواہ نقلی مجھ سے قرآن کی آیت مانگا کرتے ہیں۔ اس میری تقریر پر
ہی آیت قرآنی سے سوال نہ کریں۔ اس لیے میں خود ہی آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری
جگہ خدا نے خود ہی کر دی ہے۔ جہاں ارشاد ہے کہ "خدا ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر
مہر کر دیتا ہے"

> کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار

پیارے ماسٹر! یہ مہر کوئی لاکھ کی مہر نہیں ہے۔ یہ مہر اُس حالت کا نام ہے جو عام
طور پر خدا سے [illegible] مگر غیروں کے متعلق کرنیوالوں کو غفلت ہوا کرتی ہے۔ اسکی تفصیل تفسیر
ثنائی کے حاشیہ حق الیقین میں ملاحظہ ہو۔ مشرکوں کی نسبت آپ کی حسن ظنی تقلید مذمت لیکھرام
اپنی ہی ایجاد ہے کہ وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔ خدا کا (معاذ اللہ) [illegible] ہم [illegible] کر رکھا
ہے۔ آپ نے کوئی آیت قرآنی ایسی نہیں لکھی جس سے یہ بیان آپ کا ثابت ہو۔ قرآن میں تو
صاف خبر ہے کہ میرے نیک بندوں پر تیرا (شیطان کا) قابو کبھی بھی نہ ہوگا"

> ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (بنی اسرائیل)

پیارے ماسٹر! نظام عالم کے معنے میں آپ نے غلطی کیا یا دانستہ تجاہل عارفانہ
سے کام لیا ہے۔ میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ نظام عالم کسکو کہتے ہیں۔ نظام عالم کہتے ہیں انسان
وغیرہ حیوانات کا باہمی سلسلہ حاجت جو قدرت نے بنایا ہے۔ نہ بگڑے یعنے محتاج تو ہوں اور
محتاج الیہ جنکی حاجت ہم کو ہے وہ محتاج الیہ تو سب ہیں لیکن محتاج نہ ہوں۔ جیسا کہ
ذیہ کی تعلیم کی پابندی کا نتیجہ ہو آتا ہے جسکی تفصیل اور توضیح میرے پرچہ نمبر ۳ میں
ہو چکی ہے۔ اب آپ بتلا دیں کہ اگر شیطان ان تمام لوگوں کو گمراہ بھی کر دے تو نتیجہ اُنکی سزا میں

بندروں ۔ سوروں کے قالب ہیں تو نظام عالم میں کیا فتور ۔ یا سب کے سب براہِ راست اسلام کو اختیار کریں (خدا کرے کہ کریں) تو جبکہ انسانی جون (قالب) کی بدکاری کی وجہ سے روح نے دیگر حیوانات کے قالب میں نہین جانا بلکہ ہر جون کیلیئے روح الگ الگ ہیں تو نظام عالم کیون بگڑیگا آپ مجھ سے اِس دعویٰ پر آیت قرآنی پوچھین تو لیجیئے عرض کرتا ہوں پہلی آیت وہ ہے جسکا مضمون ہے کہ "تم اور ساری دُنیا کے سب لوگ بھی کافر ہو جاؤ تو کچھ نہین بگڑے گا۔ خدا تم سب سے ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فان اللہ لغنی حمید ۔ (ابراہیم) بے نیاز سب تعریفوں کا مالک ہے" دوسری آیت وہ ہے جس کا مطلب ہے کہ (خدا فرماتا ہے) ہم نے تجھہ کو (اے رسول) سب کے لئے (سیاہ ہوں یا سفید) ہادی کر کے بھیجا ہے ۔ پس تو نصیحت کر دے

| تو تو بس نصیحت ہی کرنیوالا ہی ۔ | وما ارسلناك الا كافة للناس (سبا) ۔ فذكر انما انت مذكر (غاشیہ) |
|---|---|

قیامت سے بھی نظامِ عالم کو کوئی صدمہ نہیں ۔ ایک تو یہ کہ بموجب عقیدہ اہل اسلام قیامت کے شروع میں کوئی ہماندار نہین ہوگا نہ محتاج نہ محتاج الیہ ۔ نظام عالم تب بگڑے کہ ایک فریق تو ہو پر دوسرا نہ ہو ۔ جبکہ دونون نہین تو احتیاج ہی کسکی اور حاجت کیسی ۔ علاوہ اس کے قیامت کا آنا کسی تعلیم قرآنی کی پابندی کا اثر نہین وہ تو بہر حال آنی ہے ۔ یہہ نہین کہ اگر سارے لوگ قرآن کے پابند ہو کر رہیں تو قیامت ہی جسکی تفصیل میں پہلے کر چکا ہوں ۔ اس فرق میں آپ غور کرین ۔ اور قیامت کے دوسرے حصے میں جسکو روز محشر کہتے ہیں ۔ سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہوں گے اُس کے بعد نیک لوگ نجات پا کر بہشت میں ہمیشہ کے لئے آرام پا نیکو رہیں گے ۔ اور بداعمال ہمیشہ کے لئے جہنم میں اُنکی حاجت کی چیزین وہان ملینگی ۔ چنانچہ آیات قرآنی اسپر شاہد ہیں جنکا مضمون ہے ۔ کہ "اُن جنت والوں کے لئے سب کچھ جو چاہیں گے ملیگا ۔ اور جہنمیوں کو تھوہر کا درخت کھانے کو جو گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے گا ۔"

| سب کچھ جو چاہیں گے ملیگا ۔ اور جہنمیوں کو تھوہر کا درخت کھانے کو جو گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے گا ۔" | لهم فيها ما يشاؤن ان شجرة الزقوم طعام الاثيم كالمهل في البطون كغلي الحميم ○ (دخان) |
|---|---|

اس سے بھی نظام عالم میں فتور نہیں

ہاں آپ کا یہ سوال کہ "دنیا میں جس نے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کئے ہیں ۔ اُسکو دائمی عذاب میں پہنچانا ۔ حالانکہ دُنیا میں جسکی ابتدا ہے اُس کی انتہا بھی ہے" عجب افترا ہے ایک تو یہ سوال بے محل ہے ۔ جنت دوزخ کے بے انتہا ہونے کو

م ۔ آویگی جس سے (بقول آپکے) نظام عالم بگڑیگا جیسا کہ وید کی تعلیم کی پابندی کا نتیجہ

یہاں نظامِ عالم کی بحث میں کوئی دخل نہین۔ آپ یوں ہی اُس شخص کیطرح "جس کو کسی
پنڈت صاحب نے اُپدیش دیا تہا کہ سندھیا (عبادت) کیا کر اُس نے کہا کہ تیرے باپ
دعوت کی تھی تو نمک زایڈ ڈالدیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس بات کو یہاں کیا دخل۔ بولا
بات سے بات نکل آتی ہے" بات سے بات نکالنا چاہتے ہیں۔ گو حسب قاعدہ مناظرہ ایسے
سوالات کا جواب دینا مجہہ پر کسی طرح ضروری نہین تاہم چونکہ مجھکو آپ کیخاطر منظور ہے اس لئے بگوش ہوش
سنیئے۔ آپ یہہ نہین جانتے کہ دُنیا میں جتنی سزائین ہین بدکاری کے وقت سے کئی درجہ بڑھ
ہوتی ہیں۔ کیا وہ چور جسکو آٹھ دس سال کی سزا تجویز ہوتی ہے یا وہ خونی جسکو کالا پانی ہمیشہ کے
لئے نصیب ہوتا ہے اُنکی بداعمالی کا بہی اُتنا ہی وقت ہوتا ہے۔ جنٹلمنٹ کے لئے سالہا سال
کی سزا دیجاتی ہے بلکہ تمام عمر۔ اگر اُسکی عمر کروڑ ہا سال کی ہو جائے تو تمام عمر کالا پانی ہی بیتا رہیگا
یا آپ اُسکا اپیل کرکے یہ وجوہ بتلاوینگے کہ جتنا وقت بدکاری میں اُسکا صرف ہوا ہے اُتنی ہی
سزا دیجائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایسے اپیلانٹ بنے تو بہت سے مقدمات آپکے پاس آئیں
بشرطیکہ کوئی اپیل منظور بھی کرادیں۔ علاوہ اِس کے یہہ تو بتلادین کہ دُنیا کے چند سالوں کے
نیک اعمال کیوجہ سے ہمیشہ کے لئے جنت میں چلا جانا اور پھر دُنیا کے چکر میں جیسا کہ کرشن
جی گیتا میں کہتے ہیں۔ کیا انصاف ہے اگر آپ کہین کہ پنڈت دیانند جی اسکو نہین مانتے
تو براہِ مہربانی کرشن کے مخالف وید منتر بتلاوین۔ پنڈت جی کا یہ مان کافی نہین کرشن جی پنڈت
جی سے کسی طرح کم نہین۔ قرآن کی خونریزی کا جواب آگے آتا ہے ۔

فقرہ نہم پڑھکر تو میں بہت خوش ہوا گو میرے دلی مراد بر آئی خدا آپ کو ہمیشہ کے لئے
خوش رکھے۔ یہ دوسری دفعہ ہے کہ حسب منشاء اس فقیر کے سوال اُٹھایا جس کا میں آجتک
عوض نہین دے سکا لیجئے میں حسب درخواست آپکے مضمون کو شروع کرتا ہوں لیکن پہلے
شروع کرنیکے تمہید کا بیان بھی ضروری ہے۔ اگر آپ کو وہ تمہید تو بیشک آپ اُسمیں بحث کریں
نامنظوری کے مستحق ہیں میری اجازت کی حاجت نہین ۔

وہ یہہ ہے

انسان کی طبعی حالت جو قدرت نے اُسکے لئے بنائی ہے کئی پہلو رکھتی ہے۔ ایک تعلق اُسکا
کا خدا اپنے خالق سے ہے ایک اُسکا بنی نوع انسان سے ایک اُسکا باقی حیوانات ۔۔۔

بنی نوع انسان کا تعلق کسیقدر مختلف اقسام ہے ایک ماں سے ہے تو دوسرا بیوی سے ایک
بھائی بہن سے تو دوسرا باپ چچا ماموں سے ایک دوستوں سے ہے تو دوسرا دشمنوں سے وغیرہ وغیرہ غرض
یہ سب تعلقات آپسمیں ایک دوسرے سے جسقدر مخالفت اور علیحدگی رکھتے ہیں کسی سے پوشیدہ
نہیں انسان اپنی طبعی حالت اگر دوستوں سے سلوک کرنے پر مجبور ہے تو دشمنوں سے انتقام لینے
اور اُن کے ظلم سے بچنے کی فکر میں ہی خوگیر ہے۔ یہ بات جدا ہے کہ آپ جیسے نیک دل حلیم طبع دوسروں
کو یہ اُپدیش (وعظ) کریں کہ ظالم کا مقابلہ مت کرو وہ ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اُسکی
طرف پھیر دو۔ وہ کپڑا چھینے تو دوسرا بھی اُسکو دیدو وقت پر غالبًا ایسے واعظوں کی طبیعت بھی۔
"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا حکم دیگی۔ اور یہ حلیمانہ تعلیم اُنکو سب بھول جائیگی بلکہ ضرورت
طبعی جبرًا بھلائیگی۔ اور خدائی تعلق کے (جسکا نام میں اپنے مضمون میں الٰہیات رکھتا ہوں) کئی
حصے ہیں۔ پہلا حصہ یا فصل تو وہ ہے جو اس تعلق کے مخالفوں (دہریوں) کے مقابلہ میں ہے
یعنے خدا کی ہستی کی بحث جس کا نام ثبوت واجب الوجود بتلاتا ہوں۔ دوسرا حصہ اُن لوگوں کے مقابلہ
میں ہے جو یہ تعلق تو مانتے ہیں۔ لیکن اِس جیسا اوروں سے بھی رکھتے ہیں۔ جسکی وجہ سے وہ مُشرک بنے
ہیں۔ اس حصہ کے دو حصے ہیں۔ ایک دعویٰ توحید دوسرے دلائل توحید۔ تیسرا حصہ خدائی تعلق وہ ہے۔
جس سے معلوم ہو کہ خدا کیسا ہے۔ کن اوصاف سے موصوف ہے۔ جو آپ کا سوال ہے۔ اِس
حصے کا نام "صفات باری" دوسرا پہلو باہمی انسانوں کا تعلق ہے جس کا تمدن ہے اِس کے بھی کئی
حصے ہیں ایک انسان کی ذاتی صفات کا ہے جس کا نام تہذیب اخلاق ہے۔ دوسرا حصہ انسان
کے تعلق کا وہ ہے جو رشتہ داروں سے تعلق ہے جسکا نام تدبیر منزل ہے۔ تیسرا حصہ ملکی
بھائیوں کے باہمی ملاپ کا ہے۔ جسکو معاملات کہتے ہیں۔ چوتھا حصہ اور بڑا ضروری حصہ
وہ ہے جو حاکم و محکوم کے تعلق کا ہے جس کا نام سیاست جسکو دوسرے لفظوں میں پولیٹیکل
امور کہیں جس کے کئی حصے ہیں۔ رعایا کا حاکم سے تعلق جسکو تابعداری اور اطاعت
کہیں اور حاکم کا رعایا سے ملاپ جسکو قوانین سول (فوجداری و دیوانی) کہیں۔ تیسری قسم
سیاست کی حفاظت مُلک ہے۔ جسکو ملٹری (تدبیر جنگ) وغیرہ کے نام
سے موسوم کریں۔ اسی جنگ کے ایک حصے کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس
ہے یہ ہے مختصر فہرست انسانی تعلقات کی جس کے تسلیم سے کوئی بھی منکر نہ

ہوگا۔اب میں سارے تعلقات کا ثبوت خدا کی کتاب قرآن مجید سے مُشتے نمونہ خروار کے طور پر بتلاتا ہوں یہ نہ سمجھیں کہ اِن مضامین کو قرآن شریف۔نے اتنا ہی بیان کیا ہے اگر مفصل بحث اس امر کی دیکھنی ہو تو میرا رسالہ جو اس مضمون میں عنقریب ہی انشاءاللہ نکلنے والا ہے۔ملاحظہ فرمائیگا:

**الٰہیات۔** (الف) **ثبوت واجب الوجود**۔اس مضمون میں تو قرآن واقعی معجزہ ہے مگر افسوس ہر چند مخالفوں نے اس کے معجزہ کو چھپانا چاہا لیکن کوشش اُنکی کامیاب نہ ہوئی اس مضمون میں قرآنی دلایل سے ٹرھکر عمدہ اور صحیح و مضبوط کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔مگر افسوس۔ہے کہ اس مختصر سے پرچہ میں اُن سکو میں بیان نہیں کرسکتا۔اور اُن سب کے دیکھنے کیلئے اُسی رسالہ کا وعدہ دینے پر مجبور ہون جسکا ذکر میں اوپر کرچکا ہوں پہلی دلیل جو قرآن اس بارہ میں پیش کرتا ہے وہ نظام مُلکی ہے جسکو آپ کے معزز مہمان اور لائق لکچرار نیتا نند جی نی اپنے لکچر ۲۰-اگست ۱۸۹۶ء امرت سر کٹرہ جیل سنگہ میں بیان فرمایا تھا لکچرار موصوف نے ناستکوں (دہریوں) کارد کرتے ہوئے کہا تہا کہ میں ایکدفعہ بمبئی میں تھا اور میرے لکچر کا وقت ۴ بجے کا تھا سب جلسہ بھرا ہوا تھا کہ میں پہنچا سب نے کہا کہ آپ نے دیر کردی میں نے اپنی گھڑی دکہائی کہ ابھی تک ۴ نہیں بجے۔پیر مقابلہ پر سب نے اپنی اپنی گھڑی دیکھی تو کسی میں ۲ منٹ آگے کسی میں ۴ پیچھے غرض کوئی بھی ایکدوسری سے برابر نہ تھی۔یہ کہہ کر لائق لکچرار نے نتیجہ نکالا تھا۔جو واقعی سونے سے لکہنے کے قابل ہے کہ جب چھوٹی سی گھڑی (جسکی ہر وقت حفاظت بہی رہتی ہے) ایک وقت پر ٹھیک نہیں رہ سکتی تو اتنا بڑا سورج جس سے اس چھوٹی سی گھڑی کو کوئی نسبت نہیں ایک وقت پر بغیر کسی صانع اور کاریگر کے کیونکر نکلتا ہے۔جسکے متعلق ہم نے کبھی بھی شکایت نہیں سُنی۔کہ فلان تاریخ معمولی وقت سے (جو اُس کے لئے بہ لحاظ موسم مقرر تھا) دیر کر کے نکلا ہو۔

میں نے یہ سُنتے ہی اُسیوقت کہا تہا کہ اللہ اکبر قرآن کے بارے میں فرمان خداوندی تفصیل کل شیٔ دیکھیے تو کس وضاحت اور شُستہ الفاظ میں سینکڑوں برس پہلے قرآن نے عرب جیسے جاہل اور بے علم مُلک کے سامنے کیسے سادہ الفاظ میں یہ دلیل پیش کی ہوئی ہے (خداوند فرماتا ہے) ہماری قدرت کاملہ کے نشان انکے حق میں رات کا وقت ہے

وآیۃ لھم اللیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون والشمس تجری لمستقر لھا ذالك تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لھا ان تدرك القمر ولا اللیل سابق النھار وکل فی فلكٍ یسبحون (یٰس)

جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں پس اُسی وقت یہ سب کے سب اندھیرے میں رہجاتے ہیں اور سورج (بلحاظ افق کے) اپنے وقت تک چلتا ہے (کبھی بھی تقدم تاخر نہیں کرسکتا۔ کیونکہ) یہ اندازہ خدا غالب اور بڑی حکمت والیکا ہے! اور چاند کیلئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں اپنے کمال سے گھٹا ہوا پتلی شاخ کیطرح ہوجاتا ہے۔ نہ ہی سورج سے ہوسکتا ہے کہ چاند کے وقت سے پہلے کچھ لے اور نہ رات (جو چاند کے لئے مقرر ہے) دن سے (جو سورج کے لئے مقرر ہے) آگے آسکتی ہے (مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے) سب کے سب اپنی اپنی جگہ میں گھومتے ہیں"۔

سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الایات لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے۔ خدا ہی سب امور کا انتظام کرتا ہے۔ اور تمہارے لئے نشان کھلے کھلے بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اپنے خدا کے ملنے پر یقین کرو"۔

دوسری دلیل اس مسئلہ میں جو قرآن نے پیش کی ہے۔ (نظام ارضی) ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

ومن آیۃ لھم الارض المیتۃ احییناھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون وجعلنا فیھا جنات من نخیل واعناب وفجرنا فیھا من العیون لیاکلوا من ثمرہ وما عملتہ ایدیھم افلا یشکرون (یٰس)

کہ ہماری ہستی کے نشان اُن کیلئے زمین خشک ہی جسکو ہم بارش سے سرسبز کردیتے ہیں اور اُس میں سے دانے نکالتے ہیں کہ انہیں دانوں میں سے (پیکر بھی) کھاتے ہیں۔ اور ہم اُس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کرتے ہیں۔ اور اُس (زمین) میں چشمے جاری کرتے ہیں (کیوں کرتے ہیں کوئی اپنی غرض نہیں بلکہ) اسلئے کہ لوگ اُن کے پھل کھائیں (مگر طرفہ یہ کہ انکار بھی کئے جائیں اور کھاتے بھی جائیں) حالانکہ یہ اُنکے بنائے ہوئے بھی نہیں۔ کیا پھر شکر نہیں کرتے"۔

وهو الذی مد الارض وجعل فیها
رواسی وانهاراً ومن کل الثمرات
جعل فیها زوجین اثنین یغشی اللیل
النهار ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون
وفی الارض متجاورات وجنات من
اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر
صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها
علی بعض فی الاکل ان فی ذالک
لآیات لقوم یعقلون (رعد)
ومن نعمره ننکسه فی الخلق افلا یعقلون (یٰس)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا وہ ذات پاک ہی جس نے
زمین کو پھیلایا اور اُسمیں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور
زمین میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم (اعلی
ادنی) بنائے - وہ رات کو دن سے اور دن کو
رات سے ڈھانپتا ہے بیشک اسمیں بڑے دلائل
ہیں اُس قوم کے لئے جو فکر کرتی ہین - اور زمین
میں کئی ٹکڑے ہیں قریب قریب اور باغ انگوروں
وغیرہ کے اور کھیتی اور کھجورین متصل اور متفرق
ایک ہی پانی بارش کا اُن کو پہنچتا ہے - اور ہم
بعض کے پھل کو بعض سے عُمدہ کر دیتے ہیں بیشک
اسمیں بڑی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے"

تیسری دلیل جو اس مسئلہ میں قرآن نے پیش کی ہے وجدانی ہے - یعنے خود انسان کے
اندر کے حالات - چنانچہ ارشاد ہے کہ جسکو ہم عمر دراز کرتے ہین اُسکی پیدائش (یعنے سب طاقتین
بجائے ترقی کے) اُلٹی کر دیتے ہیں - کیا تم (دہریو) عقل نہین کرتے ہو" (یعنے تم جو سب کام
متعلق مادے کے ہی مانتے ہو - اس امر میں غور نہین کرتے کہ یہی غذا انسانی ہی جو ابتدا مین بچے کو بڑھاتی
رہی یہانتک کہ جوانی کو پہنچایا - اب بھی یہی غذا ہی بلکہ چاہو تو اُس سے کسیقدر زیادہ کھلا کر بھی دیکھ لو
اُلٹی حالت کیون ہو رہی ہی - نہین سمجھ آتی کہ اس انقلاب اور ہیر پھیر کا کون فاعل ہی ؟) ایکجگہ دہریون
کے بیہودہ خیال کو کہ (ایک چیز دوسری پیدا ہوتی ہے - اور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے خدا کوئی
نہین") ایک مختصر سے جملہ میں رد کیا ہی - جہان ارشاد ہی کہ "کوئی شک نہین کہ (اے رسول)

وان الی ربک المنتهی (نجم)

تیرے رب کیطرف ہی سب چیزون کی انتہا ہے" (یعنے یہ
بیشک ہی کہ ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہی - لیکن جب دوسری
کو دیکھا جائے تو وہ بھی کسی تیسری کی محتاج ہے -
تیسری کو دیکھین تو وہ بھی کسی چوتھی کی معلول ہی - پس اسیطرح سب کائنات کا سلسلہ
چلتا ہے جبکہ دُنیا کی سب چیزین اپنی ہستی میں مثل گاڑیوں ریل ایک دوسری

کی حرکت سے چل رہی ہیں تو وہ کون چیز ہے کہ جس کی اصلی حرکت ہے - جو ان سب کو ہلاتا ہے - جس پر سب کا دار مدار ہے وہ خدا ہی ہے یہی معنے ہیں - وان الی ربک المنتہی کہ تیرے رب کی طرف سب چیزوں کی انتہا ہے - میرا جی تو نہیں چاہتا کہ اس مضمون کو چھوڑ دوں تاکہ اُن متعصب مصنفون کی ایمانداری یا ناواقفی کا ثبوت ہو جنہوں نے اپنی جہالت سے بطمع نفسانی و شہرت ملک میں جھوٹ پھیلایا اور عام لوگوں کو دھوکہ دیا کہ قرآن ایسے ضروری مسئلہ میں بے ہتھیار ہے - مگر کیا کروں اس خوف سے کہ آپ پرچہ کے منتظر ہوں گے اسے چھوڑ کر اُسی رسالہ کا وعدہ دیتا ہوں جسکا اوپر ذکر کر آیا ہوں ؛

دوسرا مسئلہ یعنی دعویٰ توحید یہ تو قرآن کا اصل مقصود ہے

# (ب) دعویٰ توحید

| | |
|---|---|
| شهد الله انه لا اله هو والملٰئكة والو العلم قائما بالقسط لا اله الا الله هو العزيز الحكيم (آل عمران) | ایک جگہہ ارشاد ہے کہ خدا نے ظاہر کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق مالک انصاف نہیں اور اُس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں کہ اُس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے" |
| لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين (زمر)<br>ان الله لا يغفر ان يشرك به (نسار)<br>خليفة ورب هٰذ البيت (قريش) | ایک جگہ فرمایا اے (ہمارے رسول) تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے - کہ سوا میرے کسیکی عبادت مت کرو - اگر (فرضاً) تو بھی شریک کرے گا تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جائینگے اور تو |

ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جائیگا ؛

ایک جگہ فرمایا کہ خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا ؛

ایک جگہ مکہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں بت پرستی کرتے تھے - فرمایا کہ اس گھر کے مالک یعنی صرف خدا کی عبادت کریں "

چونکہ دعویٰ کے لئے اسی قدر کافی ہے ورنہ اس مضمون سے تو تمام قرآن بھرا پڑا ہے -

اس لئے میں دلائل کیطرف آتا ہوں تاکہ کوئی شخص قرآنی دعویٰ کو بے دلیل ہونیکا اعتراض نہ کرے۔

## (ج) دلائل توحید

والله فضل بعضکم علے بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقهم علی ما ملکت ایمانهم فهم فیه سوا افبنعمت الله یجحدون (نحل)

له ما فی السموات وما فی الارض ومن عنده لا یستکبرون عن عبادته ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنهار لا یفترون ام اتخذوا آلهة من الارض هم ینشرون لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا فسبحان الله رب العرش عما یصفون لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون۔ ام اتخذوا من دونه آلهة قل هاتوا برهانکم هذا ذکر من معی ۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا نے۔ تم کو ایکدوسرے پر رزق کی بڑوتری دی ہوئی۔ پس نہیں ہیں بڑوتری والے اپنی مال غلاموں کو دیکر اُنسے برابر ہوتے تو کیا (خدا کے بندوں اور اُسکی مخلوق ہی۔ کو برابر کرکے) خدا کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں"

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا ہی کی سب چیزیں ہیں جو زمین میں ہین اور جو آسمان میں اور جو اُس کے نزدیکی مقرب بندے (جیسے مسیح وغیرہ) ہیں اُسکی عبادت سے سرکشی نہین کرتے اور نہ ہی سُستی کرتے ہیں۔ رات دن اُسکی پاکی بیان کرتے ہوئے تھکتے نہین۔ کیا ایسے خدا کے ہوتے ہی ان (مشرکوں) نے انہین کی پیدائش سے معبود بنا لئے ہیں کیا وہ اُنکو جمع کرینگے۔ اگر سوائے خدا کے اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان اُن کے باہمی اختلاف سے بگڑ جاتے (کیونکہ معبود برحق کا دوسرے کی تابع ہو کر رہنا اُسکی الوہیت کے خلاف ہے۔ پس آپسمیں ٹکراتی اور صلح (جسمیں کسی نہ کسی فریق کو خواہ مخواہ دباؤ یا کوئی کوئی غرض مدنظر ہوتی ہے) اُن میں ہر گز نہ ہوتی پس خدا مالک تخت حکومت ان مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے پاک ہے۔ اُسی کو کوئی نہین پوچھ سکتا۔ اور یہ سب لوگ جنکو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے۔ اپنے کئے سے سوال کئے جاینگے۔ (ایسی توحید صاف کو مانتے نہین) بلکہ سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں۔ تو (اے ہمارے رسول) انسے کہدے کہ اس دعویٰ پر اپنی دلیل لاؤ۔ +

وذکرمن قبلی بل اکثرهم لا یعلمون
الحق فهم معرضون وما ارسلنا من
قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا
اله الا انا فاعبدون وقالوا اتخذ
الرحمن ولدا سبحانه بل عباد مکرمون
لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون
(انبیاء)

یہی پکار میری اور میرے ساتھیوں کی اور مجھ
سے پہلے نیک بندوں کی چلی آئی ہے لیکن
اکثر نادان انہیں سے حق کو نہیں جانتے اور وہ
منہ پھیر جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے (یعنے خدا
فرماتا ہے) تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے
ہیں۔ اُنکی طرف یہی پیغام تھا۔ کہ میرے سوائے
کوئی معبود برحق نہیں پس تم میری ہی عبادت
کیجیو۔ یہ لوگ (عیسائی اور مکہ کے مشرک) کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے وہ
ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے۔ وہ لوگ (یعنی مسیح وغیرہ) تو معزز بندے ہیں وہ تو آگے
بڑھکر بول بھی نہیں سکتے۔ اور خدا کے بتلائے ہوئے پر کاربند"

اس بیان میں قرآن نے دونوں قسم کے دلائل عقلی و نقلی بتلا کر مشرکین کو شرک کی کمزوری دکھا کر
توحید کیطرف بُلایا ہے۔

میں اس موقعہ پر یہ عرض کرتا ہوں کہ آیت قرآنی مجھ سے جنگ کر رہی ہیں ہر ایک یہی کہتی ہے
کہ مجھے ہی لکھدے میں سخت مجبور ہوں کہ اس مختصر سے پرچہ میں کسکو لکھوں اور کسکو چھوڑوں
آخیر میں سبکو یہ کہکر کہ مضمون طویل ہو جائیگا تم کو جدا ایک رسالہ میں درج کرونگا۔ معافی چاہتا
ہوں۔ تاہم ایک مقام سے سخت مجبور رہا ہوں کہ اُسے بھی درج کردوں۔ وہ مقام ایسا ہے کہ اُس سے
دعویٰ اول یعنی "ثبوت واجب الوجود" اور بیان ثالث یعنی "دلائل توحید باری" دونوں ثابت ہوگئے۔

هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه
شراب ومنه شجر فیه تسیمون ینبت
لکم به الزرع والزیتون والنخیل و
الاعناب ومن کل الثمرات ان فی
ذلك لآیات لقوم یتفکرون و
سخر لکم اللیل والنهار والشمس
والقمر والنجوم مسخرات بامره

چنانچہ ارشاد ہے کہ وہ ذات پاک وہ ہے جو ابر
سے تمہارے لئے بارش اوتارتا ہے۔ اُس سے
تم پیتے ہو اور اُس سے درخت پیدا ہوتے ہیں جو
تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو اُس پانی کے ساتھ
تمہارے لئے کھیتی پیدا کرتا ہے۔ اور زیتون
اور کھجور اور انگوروں کے درخت اور ہر
قسم کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک اسمین بڑی

ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون ۔ و
مادرء لکم فی الارض مختلف الوانہ ان
فی ذالک لآیات لقوم یذکرون و
ھو الذی سخر البحر لتاکلو منہ لحما طریا
وتستخرجون منہ حلیۃ تلبسونہا
وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا
من فضلہ ولعلکم تشکرون والقی فی الارض
رواسی ان تمید بکم وانہارا وسبلا
لعلکم تہتدون ۔ وعلامات ۔ و
بالنجم ھم یھتدون ○
(نحل)

نشانی ہے اُس قوم کے لئے جو فکر کرتے ہیں اور
کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات اور دن اور
سورج اور چاند کو اور ستارے بھی اُسی کے حکم
سے گھیرے ہوئے ہیں ۔ بیشک اسمیں بڑی نشانیاں
ہیں اُس قوم کے لئے جو کچھ عقل رکھتے ہیں اور کام میں
لگا دیا تمہارے لئے جو کچھ اُس نے زمین میں پیدا کیا
جسکے رنگ مختلف ہیں ۔ بیشک اسمیں بڑی نشانی
ہے اُس قوم کے لئے جو نصیحت پانے کو ہوں (نہ کہ
ہٹ دھرمی) اور وہ ذات پاک وہی تو ہے جس نے
سمندر کو قابو کر رکھا ہے تاکہ تم اُس سے گوشت
تر و تازہ (یعنی مچھلیاں) کھاؤ ۔ اور زیور (موتی وغیرہ)
نکالو جسکو تم پہنتے ہو ۔ اور دیکھتا ہے ۔ (اے دیکھنے والے) جہازوں کو سمندر میں پانی کو چیرتے چلتے ہیں
تاکہ تم (بذریعہ تجارت وغیرہ) اُسکا فضل تلاش کرو ۔ اور خدا کا شکر کرو اور زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ
بسبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے ۔ اور دریا پہاڑوں میں قدرتی راستے بنائے ۔ تاکہ تم راہ پاؤ ۔ علاوہ
اس کے کئی اور نشان قدرت کے بنائے ہیں اور ساتھ ستاروں کے بھی لوگ راہ چلتے ہیں ۔"
یہ سب بیان جو پیدائش سے تعلق رکھتا ہے جتلا کر خدا نتیجہ پر آگاہ کرتا ہے کہ کیا جو پیدا کرے
وہ اُس جیسا ہے جو نہیں پیدا کرتا (جیسے تمہارے مصنوعی معبود مسیح وغیرہ) کیا تم سوچتے نہیں ہو

افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون
وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ۔
ان اللہ لغفور رحیم ۔ واللہ یعلم
ما تسرون وما تعلنون والذین
یدعون من دون اللہ لا یخلقون
شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء

یہہ تو کیا اگر خدا کی مہربانیاں گننے لگو
تو ہرگز گھیر نہیں سکتے ۔ منجملہ اُن مہربانیوں
کے یہہ ہے ۔ کہ وہ بڑا ہے وہ بڑا ہی بخشنہار
مہربان ہے خدا جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو
تم ظاہر کرتے ہو اور جن کو مشرک پکارتے
ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں بنا سکتے ۔ بلکہ
خود خدا کے بنائے ہوئے ہیں ۔

ومایشعرون ایان یبعثون الٰھکم الٰہ واحد فالذین لا یومنون بالاخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون (نحل)

ہوئے ہیں۔ موت کے محل میں وہ ہمیشہ نہ زندہ رہنے والے اور نہ ہی جانتے ہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ معبود تمہارا ایک ہی ہے۔ پس جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں جانتے اس توحید سے دل اُنکے منکر اور وہ خود متکبر ہیں۔"

آیات مذکورہ بالا سے جو مطلب ثابت ہوتا ہے میری شرح کا محتاج نہیں۔ یہ بات تو قرآن کی سوانگی سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اسے مخاطب کی تفہیم (سمجھانا) منظور ہے۔ نہ کہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ جو مریدوں کے سوائے دوسرا سنے ہی نہیں۔

پس میں چوتھے دعویٰ کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے صفات باری رکھا تھا۔ اس کے متعلق بھی قرآن نے جسقدر خوبی سے بیان کیا ہے اُسکو پڑھنے والے (مگر عربی کے سمجھنے سے) ہی جان سکتے ہیں۔

## (د) صفات باری

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذی الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم (بقرہ)

ایک جگہہ ارشاد ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب مُلک تھامنے والا نہ اُسکو اونگھ ہے نہ نیند اُسی کا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں کون ہے جو اُس کے پاس بغیر اُس کے حکم کے سفارش کرسکے وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے اور لوگ اُس کے علم سے کچھہ نہیں جان سکتے۔ مگر اُسیقدر جو وہ بتلا دے اُسکی حکومت نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرا ہوا ہے اور وہ اُنکی نگرانی سے تھکتا نہیں اور وہ بڑا ہی بڑی عظمت والا ہے "

ایکجگہ فرمایا ہے۔ وہ خدا تو وہ ہے جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے۔ وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے وہ ذات پاک ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک سلامتی کا مالک

هُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ھُوَ عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا اللّٰہ ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللّٰہ عما یشرکون ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنٰی یسبح لہ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم (حشر)

مالک امن دینے والا نگہبانی کرنیوالا سب پر غالب خود مختار بڑائی والا - پاک ہو اللہ مشرکوں کے شرک سے وہ خدا پیدا کرنے والا بے نمونہ بنانیوالا سب چیزوں کی تصویر بنانیوالا - سب نیک نام اُسی کے ہیں سب چیزیں جو آسمان میں ہیں - اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے ۔"

اس مضمون کو بھی بصد افسوس بوجہ خوف طوالت ناتمام چھوڑ کر تمدن کے حصے اول پر آتا ہوں جس کا نام میں نے تہذیب اخلاق رکھا تھا -

## (الف) تہذیب اخلاق

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون - ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تو (اے ہمارے رسول) کہہ دے کہ آؤ میں خدا کے بتلائے ہوئے احکام تم کو سُناتا ہوں - پہلے یہ کہ تم اُس کے شریک مت ٹھہراؤ - اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے (جیسے کہ مکہ کے مشرک لڑکیوں کو مار دیتے تھے) قتل نہ کرو ہم ہی تو تمکو اور اُن کو رزق دیتے ہیں - اور بیحیائی چھپی اور ظاہر کے نزدیک مت جاؤ - یہ باتیں ہیں جنکی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے - تاکہ تم عقلمند ہو - اور یتیم کے جوان ہونے تک اُس کے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ

واقہالی - وبعہد اللہ اوفوا ذالکم وصٰکم بہٖ لعلکم تذکرون ..
. . . . . . . . . .
(انعام)

مگر اُس طریق سے جو سب اچھا اور یتیم کے حق مین مفید (مثل تجارت وغیرہ کے) ہو (یعنے اگر تمہارے سپرد کسی یتیم کا مال ہو تو اُسکو چھوؤ بھی نہیں - ہان اگر اُسکی تجارت کر کے بہتر تری یتیم کو دیتے ہو - تو اِس طرح ہاتھ لگاؤ ورنہ نہین) اور ترازو انصاف سے پورا کرو - ہم ہر جان کو اُسکی طاقت جتنا ہے حکم دیتے ہین اور جب کوئی کہنی لگے تو انصاف کرو - اور اگرچہ اُس معاملہ مین کوئی تمہارا رشتہ دار ہی ہو - اور جو وعدے اللہ کے نام پر دو پورے کرو - یہ باتین ہین جنکی خدا تمکو نصیحت کرتا ہے - تاکہ تم سمجھدار بنو ؛-

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علےٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاولٰئک ھم العادون والذین ھم لامانٰتھم وعھدھم راعون والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون
(مومنون)

ایک جگہ ارشاد ہے - بے شک مراد کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز مین عاجزی کرتے ہین - اور وہ لوگ جو لغو اور بیہودہ باتون سے مُنہ پہیرتے ہین اور جو لوگ مال کی خیرات کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت کی حفاظت کرتے ہین لیکن اپنی بیویوں اور کنیزکوں سے (جن سے اُنکو شرعاً وغیرہ ملاپ درست ہے) کرین - تو ایسے لوگوں کو ملامت نہین ہان جو اُن کے سوا غیروں کو چاہتے ہین (غیر عورت ہو یا کوئی لڑکا) وہی لوگ خدا کی حد سے گزر جانیوالے ہین - اور وہ لوگ مراد کو پہنچتے ہین جو امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہین - یہ لوگ جنت فردوس کے مالک ہین جو اُسمین ہمیشہ رہینگے ؛

طوالت مضمون کا خوف ہی ورنہ یہ مضمون بھی ایسا طویل الذیل ہے - کہ قرآن کا نصف نہین تو ایک معتد بہ حصہ تو ضرور ہی اِس سے بھرا ہوا ہے - دوسرا خصہ تمدن کا وہ ہے - جس کا نام مینے تدبیر منزل رکھا تھا ؛-

# (ب) تدبیر منزل

تدبیر منزل کا لفظ حکمار کے نزدیک تو خاص ایک گہر کے رہنے والوں کے تعلق کو کہتے ہیں۔ مگر میری مراد اسجگہ عموماً وہ تعلقات ہیں جو انسان کو سب رشتوں میں پیش آتے ہیں۔ ان رشتوں میں سے سب سے بڑا اماں باپ کا رشتہ ہے جسکی بابت ارشاد ہے۔ کہ "تیرے رب کا فیصلہ قطعی ہو چکا ہے۔ کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ سے احسان کرو۔ اگر وہ دونو یا ایک تیرے سامنے بڑہاپے کو پہونچیں۔ تو اُن سے خدمت کرتا ہوا اُف بہی نہ کہہ اور نہ اُنکو جہڑک اور اُن کے ساتھ عزت سے باتیں کر اور مہربانی سے اپنی بازو تواضع کے اُن کے آگے جُھکا دے۔ اور کہتا رہ کہ اے میرے خدا انپر رحم کر جس طرح اُنہوں نے مجہہ کو چھوٹی عمر میں پرورش کیا تھا۔ (ایسا نہ کرو کہ ظاہر میں خوش آمد اور اندر ایذا رسانی کرنے لگو) خدا تمہارے دلونکی باتوں کو بہی خوب جانتا ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو وہ نیکوں کے لئے بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے اور قریبیوں کو اُن کے حق دیتا رہ اور مسکینوں اور مسافروں کی خاطر رکھہ اور فضول خرچیوں میں مت اوڑا۔ بیشک فضول خرچ شیطان کے ساتھی ہیں۔

وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا۔ وآت ذی القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بنی اسرائیل)

بیوی خاوند کے متعلق سب سے پہلا قانون اُن کے رشتہ کا بتلایا ہے۔ کہ کس سے ہو اور کس سے نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تمکو تمہاری مائیں اور بیٹیں اور بہنیں اور پھوپیں اور ماسئیں اور بہائی بہن کی بیٹیں اور تمہاری دودہ مائیں اور دودہ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری عورتوں کہ جن سے تم نے جماع کیا ہو پہلی

حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم اللاتی ارضعنکم

واخواتکم من الرضاعة وامهات
نسائکم وربائبکم اللاتی فی حجورکم
من نسائکم اللاتی دخلتم بهن فان
لم تکونوا دخلتم بهن فلا جناح علیکم
وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم
وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد
سلف ان الله کان غفوراً رحیما۔
(نساء)

لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں آئی ہوں۔
سب حرام ہیں۔ اور اگر اُن عورتوں سے تمنے
جماع نہیں کیا۔ اُنکی پچھلی لڑکیوں کے نکاح کرنے
میں تم کو گناہ نہیں اور اور حرام ہیں تمہارے
صلبی بیٹوں کی بہوئیں اور حرام ہے یہ کہ دو
بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لاؤ۔ ہاں جو
اسلام سے پہلے تم نے کیا سو معاف ہے
بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

وان امرأة خافت من بعلها نشوزاً
او اعراضاً فلا جناح علیهما ان
یصلحا بینهما والصلح خیر واحضرت
الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا
فان الله کان بما تعملون خبیراً

ایک جگہ ارشاد ہے اگر کوئی عورت اپنے خاوند
سے سرکشی یا نفرت معلوم کرے تو صلح کرنے میں اُنکو
گناہ نہیں۔ اور صلح بہت اچھی ہے اور عموماً نفس
بخل کرنے میں (یعنے اکثر صلح میں خواہ مخواہ کسی جانب
کو رعایت دینی پڑتی ہے۔ جس سے دوسرا ناراض
ہوتا ہے۔ گو ایک طرف سے ناراض ہی ہو۔ تو بھی صلح کا انجام بہتر ہے) اگر احسان کرو اور
خدا سے ڈرتے رہو۔ تو تمہارا ہی بھلا ہے۔ خدا تمہارے کاموں میں پوری خبر رکھتا ہے۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین
النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا
کل المیل فتذروها
کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا
فان الله کان غفوراً رحیما ۰
وان یتفرقا یغن الله کلاً من سعته
وکان الله واسعاً حکیما وعاشروهن۔
بالمعروف (نساء)

چونکہ عورتوں میں پورا حقیقی تمسے نہیں ہوسکتا
گو اُسکی خواہش ہی کرو۔ لیکن ایسا تو کرو کہ
ایک ہی جانب جھک جاؤ۔ اور اُس
عورت کو لٹکتی ہوئی نہ ادہر کی نہ اُدھر کی کر چھوڑو
اور اگر صلح کرو گے اور ناجائز کام کرنے میں
خدا سے ڈرتے رہو گے۔ تو خدا بڑا بخشنے والا
مہربان ہے (اُس سے اُس کا
عوض پاؤ گے) اور اگر دونوں خاوند بیوی
سخت ناچاقی کی وجہ سے علیحدہ ہو

ہو جائیں تو خدا ہر ایک کو دوسرے سے اپنی فراخی سے بے پرواہ کر دیگا۔ خدا تو بڑا ہی فراخی والا حکمت والا ہے +

ایک جگہ حکم ہے کہ عورتوں سے نیک سنجا کیا کرو۔

غرض اس پہلو کو بہی قرآن شریف نے بہت ہی واضح طور سے بیان کیا ہے۔ یہاں چونکہ سارے بیان کی جگہ نہیں اس لئے مجبوراً اُسی رسالہ کا وعدہ دیگر تمدن کے اُس حصہ پر آتا ہوں۔ جس کا نام میںنے معاملات رکہا تہا۔

## (ج) معاملات

معاملات کی صفائی کو تو قرآن شریف نے جیسا بیان کیا ہے۔ شاید دنیا یڈ۔

| | |
|---|---|
| یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بہما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ | ایک جگہ ارشاد ہے۔ اے مسلمانو! انصاف پر مضبوط خدا کے لئے شہادت دینے والے بنے رہو۔ گو کسی طرح تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا قرابتیوں کے حق میں مضر بھی ہو۔ اگر کوئی شخص امیر ہو تو بھی اور اگر فقیر تو بہی سچ کہتے ہوئے اُنکا لحاظ نہ کرو خدا اُنکے حال پر تم سے زیادہ قابو رکہتا ہے (اُن کے |

لحاظ میں اگر خدا کے خلاف کروگے۔ تو اُنہیں سے تمہاری گت کرائے گا۔) بس تم عدل کرنے سے من مانی خواہش کے پیچہے مت چلو۔ اگر سچی گواہی سے زبان مروڑو گے یا مُنہ پہیروگے تو خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے (پوری سزا دیگا)"

| | |
|---|---|
| لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا فان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون واتقوا یوما ترجعون فیہ | ایک جگہ فرمایا کسی قوم کی ضد سے انصاف نہ چھوڑا کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ اور ظلم پر حمایت کیا کرو۔ ایک جگہ حکم ہے کہ اگر مقروض تنگدست |

الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت
وھم لا یظلمون یا ایھا الذین آمنوا
اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی
فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل
ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب
ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ
ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان
الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا
او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل
ولیہ بالعدل واستشھدوا
شھیدین من رجالکم فان لم یکونا
رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون
من الشھداء ان تضل احدھما
فتذکر احدھما الاخری ولا یاب
الشھداء اذا ما دعوا ولا تسئموا
ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی
اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم
للشھادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان
تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا
بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا
واشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار
کاتب ولا شھید وان تفعلوا فانہ
فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ
واللہ بکل شیء علیم ۞ وان کنتم

ہو تو فراخی تک اُسکو ڈھیل دو۔ اور ایسے وقت
میں بالکل معاف کر دینا بھی اگر تمہارے لئے
بہتر ہے۔ اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ اور اُس
دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف بھیجے
جاؤ گے۔ پھر ہر جان کو اُسکی پوری کمائی ملیگی
اور اُنپر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا۔ اے مسلمانو
جب تم آپس میں قرض کا معاملہ کرنے لگو تو ایک
وقت مقرر تک لکھ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب
تم میں انصاف کے ساتھ لکھا جائے اور کاتب
لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا خدا نے اُسکو
سکھلایا وہ لکھ دے (اپنے کسی بہانے سے ٹالنا
نہیں کہ میرا خط اچھا نہیں یا کچھ اور) اور
جس کے ذمہ ہو وہ بیان کرتا جائے۔ بیان کرنا
پھر اُس خدا سے جو اُسکا رب ہے ڈرتا رہے اور قرض
سے کوئی چیز کم نہ کرے اور اگر مقروض بیوقوف یا
کمزور ہو یا اُسکو بتانا نہیں طاقت تو اُسکا کوئی متعلق
منصف سے بتاتا جائے اور اپنوں میں سے دو مرد گواہ
بھی کر لیا کرو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو
عورتیں۔ تاکہ ایک کے بھولنے سے دوسری اُسکو
یاد دلادے (کیونکہ عورت مرد کی نسبت کم حافظہ ہوتی
ہے) پسندیدہ جب بلائے جائیں گواہ تو دینے کو
اور طلبی کے وقت گواہی سے انکار نہ کریں اور
وقت مقررہ تک لکھنے سے سُستی نہ کیا کرو۔ چھوٹا
معاملہ ہو یا بڑا یہ خدا کے ہاں ٹھیک انصاف

على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهن
مقبوضة فان امن بعضكم بعضاً
فليؤد الذى اؤتمن امانته
وليتق الله ربه و تكتموا الشهادة
ومن يكتمها فانه اثم قلبه
والله بما تعملون عليم (بقره)
يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل
حظ الانثيين فان كن نساء فوق
اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان
كانت واحدة فلها النصف ولا
بويه لكل واحد منهما السدس
مما ترك ان كان له ولد فان لم
يكن له ولد وورثه ابوه فلامه
الثلث فان كان له اخوة فلامه
السدس من بعد وصية يوصى
بها او دين - اباؤكم وابناؤكم
لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا
فريضة من الله ان الله كان عليما
حكيما ولكم نصف ما ترك ازواجكم
ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن
ولد فلكم الربع مما تركن من
بعد وصية يوصين بها او دين ولهن
الربع مما تركتم ان لم يكن لكم
ولد فان كان لكم ولد فلهن

کی بابت ہے اور گواہی کو بھی مضبوط رکھنے
والے اور بہت قریب اس کے نہ شبہ
میں پڑو ہاں جب سودا ہاتھ بہ ہاتھ ہو جیسا
آپس میں تم لین دین کرو تو اُس کے نہ لکھنے
میں تم کو گناہ نہیں اور سودا کرتے وقت گواہ
کر لیا کرو نہ کاتب کو بلا وجہ حرج ہو نہ گواہ
کو اگر ایسا کرو گے تو تم کو سخت گناہ ہوگا اور
اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا تم کو علم کی باتیں سکھاتا
ہے۔ اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر
میں ہو اور لکھنے والا تم کو نہ ملے۔ اور قرض
کی تم کو حاجت ہو تو قرض خواہ کے پاس کچھ
چیز گرو (بلا سود) رکھ دو اور اگر کوئی کسی
کو امین جانکر بلا گرو قرض دیدے تو قرض
دار اپنی امانت یعنی قرض کو پورا ادا کرے اور
خدا سے جو مالک اُسکا ہے ڈرتا رہے اور گواہی
کو چھپاؤ نہیں جو کوئی اُسکو چھپائیگا جانو کہ اُسکا
دل بگڑا ہوا ہے۔ خدا تمہارے کاموں سے
باخبر ہے ۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔ خدا تم کو تمہاری اولاد
کے بارہ میں حکم دیتا ہے کہ بچے کا بچی سے
دگنا حصہ ہے۔ اور اگر لڑکیاں ہی دو یا سے
زاید ہوں تو اُن کے لئے میت کے چھوڑے
ہوئے مال سے دو تہائی ہے۔ اور اگر ایک
لڑکی ہے تو اُس کے لئے نصف مال ہے۔

الثمن مما ترکتم من بعد وصية توصون بها او دين وان كان رجل يورث كللة او امراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس - فان كان اكثر من ذالك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصي بها او دين ؛

اور میت کے ماں باپ کے لئے چھٹا چھٹا حصہ میت کے چھوڑے ہوئے مال سے ہے - بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو - اور اگر میت کی اولاد نہیں اور صرف ماں باپ ہی اُس کے وارث ہیں تو اُسکی ماں کے لئے تہائی (اور باقی باپ کے لئے) اور اگر اُس کے بھائی ہوں تو اُسکی ماں کا چھٹا حصہ ہے - (باقی بھائیوں کا) مگر یہ حصے بغیر میت کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد ہونگے تم نہیں جان سکتے کہ تمہارے ماں باپ وغیرہ میں سے کون تم کو زیادہ نفع آخری دیسکتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے بیشک خدا کچھ جانتا ہے اور تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمکو نصف ہے - بشرطیکہ اُنکی اولاد نہ ہو - اگر اُنکی اولاد ہے تو تمہارے لئے چوتھائی اُن کے چھوڑے میں سے ہے - لیکن بعد وصیت اور قرض اُنکے کے اور تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے اُنکی چوتھائی ہوگی - بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو - اور اگر تمہاری اولاد ہے تو اُن عورتوں کے لئے آٹھواں حصہ تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے - لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنیکے لہٰذا اگر کوئی آدمی (مرد ہو یا عورت) ایسا ہے جسکا نہ ماں باپ نہ بیٹا بیٹی ہے اور اُنکا بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کے لئے بھائی بہن میں سے چھٹا حصہ ہوگا اور اگر اس سے زائد ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہونگے - لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنیکے "

اس مضمون کو بھی بخوف طوالت بلا خوشی چھوڑ کر مناسبت کی طرف آتا ہوں -

## (الف) اطاعت

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول

ارشاد ہے کہ مومنو! خدا کا نازل کیا ہوا اور رسول کا بتلایا ہوا حکم مانو اور اپنے میں سے حکومت والوں کی تابعداری کرو - پھر اگر تم میں کوئی جھگڑا پڑ جائے تو اسکو اللہ کیطرف اور اس کے

| آیت | ترجمہ |
| --- | --- |
| ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر و احسن تاویلا (نساء) | رسول کے بتلائے ہوئے حکم کی طرف پھیرا کرو اگر تم ایمان رکھتے اللہ اور اس کی پچھلی زندگی پر یہ سب سے بہتر اور انجام |

انکا سب اچھا ہے۔

سیاست کے دوسرے حصے کی بابت ارشاد ہے۔

# (ب) قانون فوجداری و دیوانی

(رسول)

| آیت | ترجمہ |
| --- | --- |
| الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین (نور) | ایک جگہ حکم ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو درے زینت لگاؤ اور قانون خداوندی کی تعمیل اُن سے نرمی نہ کرو اگر تم کو خدا سے اور پچھلے دن (قیامت) سے یقین ہے (تو ایسا ہی کرو) اور اُنکے عذاب ہوتے وقت ایک جماعت مسلمانوں کی حاضر رہے تاکہ اُنکو زجر اور اُنکو نصیحت ہو اور ملک میں اس سزا کی شہرت ہو |
| والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا (نور) | ایک جگہ حکم ہے کہ جو لوگ بے گناہ عورتوں (یا مردوں) کو ناحق تہمت لگائیں (کہ انہوں نے |

زنا کیا ہے) اور چار گواہ اس امر کے پیش نہ کر سکیں تو انکو اسی درے زینت لگاؤ اور آئندہ کو کبھی بھی انکی شہادت قبول نہ کرو۔"

| آیت | ترجمہ |
| --- | --- |
| السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما | ایک جگہ ارشاد ہے کہ چور مرد ہو یا عورت جب ثبوت اُنکی چوری کا ہو جائے اُنکا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالو" |
| انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم | دیگر زن فد کی بابت ارشاد ہے کہ جو لوگ |

ولہم جزاء من ... او ینفوا من الارض۔ ذالک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ (مائدہ)

ڈاکہ مارتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ اُنکی سزا یہی ہے کہ یا تو قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کے کاٹے جائیں یا ضلع خارج کیے جائیں (اگر ضرر دہ ہیں قید رکھیں) یہ ذلت اُنکے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں اُنکے لئے عذاب بڑا ہے۔ ہاں جو لوگ تمہارے ان دشمنوں کے قابو پانے سے پہلے ہی توبہ کر جائیں اور دل سے نیک اطوار ہو جائیں تو اُنکو نہ پکڑو اور جانو کہ اللہ بڑا بخشنہار مہربان ہے۔

ایک جگہ حکم ہے کہ اے مسلمانو! مقتولوں کا

کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب عظیم ولکم فی القصاص حیات یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ (بقرہ)

بدلہ تم کو جائز ہے۔ آزاد اگر آزاد کو مارے تو اُسکو اور غلام اگر غلام کو مارے تو اُس کو عورت عورت کو مارے تو اُسکو مار دو۔ ہاں چونکہ شریعت میں قتل دیوانی معاملہ ہے اس لئے جس خونی کو وارث مقتول سے کچھ معاف ہو تو اُسکی مرضی پر چلے اور جتنے پر صلح ٹھہرے ہے اُسکو دیدے۔ یہ خدا کی طرف سے تمہارے لئے تخفیف اور مہربانی ہے۔ پھر بعد اس کے جو شخص کسی طرح زیادتی کریگا (یعنی بدلہ لیکر پھر قاتل کا خون کریگا۔ یا بدلہ وارث مقتول کو ایذا دیگا) تو اُس کے لئے دکھ دینے والا ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہی مارو کیونکہ اے اہل... قاتل کے مار دینے میں ایک قسم کی زندگی ہے۔ اے عقل والو! تاکہ تم یا جو کوئی اُس کے مارے جانے کو دیکھیگا ایسی بیہودہ حرکت سے بچیگا۔

یہ کیسا بڑا انصاف ہے کہ خون کے مقدمہ کو قرآن نے دیوانی قرار دیا ہے کو

نہیں جانتا کہ مقتول کے مارے جانے سے اُس کے ماں باپ [illegible] بندوں کا جو نقصان ہوا ہے
تلف جائیداد سے بڑھکر ہے۔ پھر اگر اُس قاتل کو پھانسی وغیرہ دیجاوے تو وہ بھی اسی طرح سے
کہ مقتول کے وارثوں کی رائے کو اُسمیں کوئی دخل نہ ہو تو اُس کے وارثوں کے زخم
کو جو اُن کے نونہال کے مرنے سے اُن کو ہوا ہے کوئی مرہم نہیں لگایا گیا۔ بخلاف فیصلہ
قرآنی کے یا یوں کہو کہ فیصلہ خداوندی کے وارثانِ مقتول کو اختیار ہے۔ کہ اُسکو مروا دیں
یا اُس سے کچھ عوض لیکر چھوڑ دیں (جس سے اُنکو کسی قدر تقویت ہو) یا بالکل معاف کر دیں
ہاں قتل کرانے کی طرف ترغیب بھی دی ہے اور اُس کے فوائد ایک ایسے مختصر جملہ میں بتلائے
ہیں جو اپنی فصاحت بلاغت کیوجہ سے تمام عرب میں شہرہ آفاق اُسیوقت ہو گیا تھا۔ جس کے
بیان کا یہ موقع نہیں ؛

ایک جگہ خاص بیوی خاوند کے ایک ضروری مقدمہ کے متعلق جسکے فیصلہ سے
آج تک کل قوانین شاہی خالی ہیں۔ ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت
لگائیں اور اُن کے پاس بجز اپنی ذات کے

والذين يرجون ازواجهم ولم يكن لهم
شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن
الصادقين والخامسة ان لعنة
الله عليه ان كان من الكاذبين
عنها العذاب ان تشهد اربع
شهادات بالله انه لمن الكاذبين
والخامسة ان غضب الله عليها ان
كان من الصادقين (نور)

کوئی گواہ نہ ہو تو اُنہیں سے ایک (یعنے خاوند
حاکم کے سامنے چار دفعہ اللہ کے نام سے گواہی
دے کہ میں اپنے دعوی میں سچا ہوں بے
شک میری عورت نے بدکاری کی ہے)
پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو مجھ
پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح عورت سے عذاب
جو در حقیقت ثبوت زنا اُسکو ہونا تھا جسکا
ذکر پہلے ہو چکا ہے ہٹ سکتا ہے کہ چار
دفعہ خاوند کی تکذیب کر کے پانچویں دفعہ کہے
کہ اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو
(اس کے بعد دونوں کی جدائی ہمیشہ کے لئے کر دیجاتی ہے)
اسی طرح دیگر مقدمات کے لئے بھی اصول بتلائے گئے ہیں سب میں اسے سمجھ

کر سیاست کے تیسرے پہلو کی طرف آتا ہوں۔ جس کا نام میں نے تدبیر جنگ رکھا تھا جو بغرض حفاظت مال و جان انسان کو طبعی طور پر دشمنوں سے بچنے کے لئے کرنی پڑتی ہے۔ جسکو ہر قوم نے ہمیشہ کیا اور کر رہی ہے۔ قرآن شریف نے جو بانشۂ فطرت کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی ہدایات بیان کر دیئے ہوئے ہیں۔ یہ مسئلہ قرآن کا تو خدا کے فضل سے ایسا مشہور ہے کہ ہر کہہ و مہ کی زبان پر گو کسی قدر غلطی اور مبالغہ سے ہی ہو چڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی سُنے سنائے اسے خونریزی سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسمیں غور نہیں کیا کہ یہ خونریزی تو تمام قوموں میں بطور نیشنل لاء کے مروج ہے۔ بہر حال قرآن کی تعلیم اس بارہ میں مندرجہ ذیل ہے۔

## (ج) جنگ یا جہاد (ملٹری)

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین فان انتھوا فان اللہ غفور الرحیم۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ علی المتقین (بقرہ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی اُس کے حکم کے بموجب) اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ظلم و زیادتی نہ کرو۔ بیشک ظالم لوگ خدا کو نہیں بھاتے۔ مارو اُن کو (یعنی جو تم کو مارتے ہیں) جہاں پاؤ اور نکالو اُن کو جہاں سے تمکو انہوں نے نکالا (یعنی مکہ شریف سے) اور فتنہ و فساد (جو مشرکین کرتے ہیں) قتل سے بھی بڑا مضر ہے۔ اور مکہ کی مسجد (یعنی کعبہ) کے پاس اُنکو نہ مارو۔ جب تک وہ خود اُسمیں لڑائی شروع نہ کریں۔ پس اگر وہ لڑیں تم سے (اُس مسجد میں) تو پس تم بھی لڑو ایسی طرح کی سزا ہے اُن کافروں کی جو ایذا دیں۔ پھر بھی اگر باز آجائیں اور فتنہ و فساد سے ہٹ جائیں تو اللہ بخشنہار مہربان ہے اور لڑو اُن سے جبتک فتنہ فرو

ہو۔ اور حکم خداوندی یہی جانو۔ پھر بھی اگر باز آجائیں اور فساد چھوڑ دیں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جو تم پر زیادتی کرے اُس پر اُتنا ہی ہاتھ اوٹھاؤ جتنی اُس نے کی۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانو کہ اللہ کی مدد پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"

یہ آیتیں سب آیتوں کی شرح اور تفسیر ہیں جو قرآن میں آئی ہیں جو بوجہ تنگی وقت سارے نقل نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ کے متعلق جلد اول و دوم تفسیر ثنائی ملاحظہ کیجیے گا۔ اب میں بصد افسوس اسے چھوڑ کر سیاست کے چوتھے حصے کی طرف آتا ہوں جس کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے۔

## (د) فارن آفس

| | |
|---|---|
| فان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی الله انه هو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک الله (انفال) | ایک جگہ حکم ہے کہ اگر تیرے مخالف صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی جھک جا۔ اور خدا پر بھروسہ کر بیشک خدا سننے والا جاننے والا ہے۔ اور |

اگر صلح کے ذریعہ تجھکو فریب دینا چاہیں تو خدا تجھ کو کافی ہے"

| | |
|---|---|
| الذین عاهدت منهم ثم ینقضون عهدهم فی کل مرة وهم لا یتقون فاما تثقفنهم فی الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم یذکرون واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء ان الله لا یحب الخائنین۔ (انفال) | ایک جگہ حکم ہے کہ جن لوگوں سے تم نے قول و عہد کئے ہیں۔ پھر وہ اُنکو ہمیشہ توڑتے رہتے ہیں اور وہ ایسی بدعہدی سے بچتے نہیں۔ پس اگر تو اُنکو لڑائی میں پائے تو اُنکی ایسی گت بنا کہ اُنکے پچھلے لوگوں کو بھی اُنکی وجہ سے عبرت ہو تا کہ وہ نصیحت پا دیں۔ (بعد ہمیشہ عہد شکنی |

سے باز آجائیں جیسا کہ ترکوں نے یونانیوں سے ۱۸۹۷ء میں کیا) اور اگر کسی قوم سے خفیہ خیانت تجھے معلوم ہو تو اُنکو ظاہر طور سے اطلاع دیدے کہ تمہاری ہماری صلح نہیں۔ بیشک اللہ کو خائن بدعہد لوگ نہیں بھاتے۔ ہاں جبتک تم سے نبہائے تم بھی اُن سے نبھائے۔ بیشک

| | |
|---|---|
| فما استقاموا لکم فاستقیموا لهم ان الله یحب المتقین۔ (توبہ) | خدا پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے۔ |

یہہ ہے فہرست بعض اُن احکام کی جو قرآن کریم مین مذکور ہیں - علاوہ اس کے قرآن
میں ایک خاص خوبی اور بھی ہے کہ متکبر بندونکو کان سے پکڑ کر خدا کے دروازہ پر لا گراتا
ہے - جس کا بیان میں اُسی رسالہ میں کرونگا - جسکا پہلے ذکر کر آیا ہوں - اب میں آپکے
جواب کا منتظر ہوں کہ حسب وعدہ آپ کہاں تک مجھے وید کا نقشہ بتلاوینگے - واضح رہے
کہ میں نے جو ترجمہ آیات کا کیا ہے - کل اسلامی فرقے اسپر متفق ہیں - اب میں کچھ
بھی دیکھتا ہوں کہ آپ بھی اسی اصول کا کہاں تک لحاظ رکھکر مستند ترجمہ سُنائینگے
ہاں یہ عرض ضروری ہے کہ بالترتیب جواب دیں - پہلے دعوی الہام پھر ملہم پھر تعلیمات
پھر ان تعلیمات اور اُس کا نتیجہ کہ کہیں نظام عالم کے مخالف تو نہیں جیسے آپنی خاطر میں اپنی
طاقت کے موافق کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اب آپ کی طرف سے قدردانی کا اندازہ کرتا
ہوں کہ آپ کہاں تک میری معروضات کو غور سے سُنتے ہیں - گر قبول افتد
زہے عز و شرف - یہ بھی واضح رہے کہ وید اگر مقامی تعلیم ہونیکی وجہ سے
با قاعدہ الہامی ثابت ہو جاوے تو مسلمانوں کو اُسکے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا - کیونکہ قرآن شریف
میں صاف ارشاد ہے - کہ خدا نے ہر بستی میں نبی اور کتاب بھیجی ہے - مسلمان وید سے اگر
پرہیز کرتے ہیں تو اسوجہ سے ہیں - کہ اُس میں بُت پرستی وغیرہ کی تعلیم ہے - سو اگر بقول
آریہ سماج کے یہہ اس خرابی سے پاک ہو اور اس کے الہامی ہونیکے دلائل معلوم ہوں - تو
مسلمان اسکے الہامی ماننے کو ہر طرح حاضر ہیں - یہ بیان میرا ہی ذاتی نہیں بلکہ سب علماء کا
ہے - مولوی عبید اللہ مرحوم کی تحفۃ الہند اور مرزا مظہر جان جاناں مغفور کے مکتوبات
ملاحظہ ہوں ۞

(ثناء اللہ)

آریہ مسافر میگزین بابت ماہ دسمبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲۳ پر جو آپنے لکھا ہے
"جو کہ الہامی کتاب ملہم کے منہ سے نکلی ہوگی اس لئے اُس دعوی میں ملہم کو بھی شریک
کہہ دینا صحیح ہے - خاصکر منکر کے مقابلہ میں جو اس کتاب کو اُس شخص الہامی کی ہی
تصنیف کہتا ہے - - - - - - - اصل دعوی تو کتاب ہی کا ہے مگر ملہم کے منہ سے
نکلنے کی وجہ سے اُس کا بھی کہلا سکتا ہے"
معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے میری عرض کی طرف خیال نہیں کیا میں نے رسالہ بابت ماہ نومبر

کے صفحہ نمبر ۲ پر اس بات کو بخوبی واضح کر دیا تھا کہ الہامی کتاب کبھی ہرگز اکیلے دو ملکی نہیں ہو سکتے اور اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اُسکے دو مُدعی ہی مان لئے جائیں۔ تو اسکے صاف معنے یہ ہوں گے کہ الہامی کتاب کے بنانے میں انسان کا کچھ دخل نہیں۔ اب جو آپنے ماہ دسمبر کے رسالہ میں اوپر کی سطر لکھیں اُس سے بھی میری عقل میں آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی میں اِن مذکورہ بالا سطور میں کوئی دلیل پاتا ہوں۔ اور اس سے بڑھکر اس فقرہ میں دو متضاد سی باتیں نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ ”چونکہ الہامی کتاب مُلہم کے مُنہ سے نکلی ہوگی۔ اس لئے اُس دعوی میں مُلہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے“ اور دوسری طرف آپکا بیان ہے۔ کہ ”اصل دعوی تو کتاب ہی کا ہے“ اور پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ”مگر مُلہم کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے“

اب میں پوچھتا ہوں کہ آپکی صاف مُراد کیا ہے۔ اگر ”اصل دعوی کتاب“ ہی کا ہے تو ظاہر ہوا کہ مُلہم کا اصل دعوی نہیں اور یہی بات میں کہہ رہا ہوں۔ یا آپکی عبارت سے یہ مطلب نکلتا ہے۔

(اول) اصل دعوی تو کتاب ہی کا ہے۔

(دوم) مگر مُلہم کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے۔

آپکی طرز تحریر ثابت کر رہی ہے۔ کہ آپ پہلی بات کو تو یقیناً بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن دوسری بات کو آپ شکیہ طور پر لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ آپ نے رسالہ بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۱۵۹ پر فرمایا تھا۔ کہ ”میں نے الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو بمنزلہ ایک مُدعی کے کہا تھا“

میں حیران ہوں کہ آپ کی اِن مختلف تحریروں سے کیا صاف مطلب نکالا جائے۔ پہلے تو آپ الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو بمنزلہ ایک مُدعی کے کہہ چکے ہیں۔ اب اصل دعوی تو کتاب ہی کا بتلاتے ہیں۔

رسالہ ماہ دسمبر کی مذکورہ بالا تحریر میں آپ مُلہم کو ضروری قرار نہیں دیتے کیونکہ جناب نے لکھا ہے۔ کہ ”مُلہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے۔ خاصکر منکر کے مقابلہ میں“ تو اس سے پایا گیا۔ جہاں منکر کو اور کسی طرح سے آپ تسلی نہیں دے سکتے۔ تو وہاں مجبوراً

خدا انسان دونوں کی تصنیف ہو کیسے صاحب آپ ہی منصف ہیں کہ الہامی کتاب

مُلہم کو شریک کر کے اُسکا گھر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپنے یہ کیوں نہیں فرما دیا۔ کہ اگر مُلہم
کو شریک نہ کریں تو یہ حرابیاں وقوع میں آئینگی۔ اور مُلہم کو خدا کا شریک بنانے کے لئے اپنی
صرف یہ بات بطور دلیل کے لکھی ہے ”کہ مُلہم کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے اُس کلام کہلا سکتا
ہے“ اب آپکی اِس دلیل کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ اگر سورج کی روشنی ایک شیشے
سے گزر کر ایک کمرہ میں داخل ہو تو کیا اِس روشنی کو لوگ سورج کی روشنی کہنے کے بجائے شیشے
کی روشنی کہنے لگ جائینگے۔ کیونکہ یہ شیشے میں سے ہو کر گذری ہے۔ کیا اگر کوئی بدمعاش کسی
پتھر سے کسی ایک شخص کو مار دے تو بدمعاش کو سزا دیتے وقت پتھر کو بھی سزا دینی چاہیے۔ کیونکہ
بدمعاش نے پتھر کو اپنے کام کا ذریعہ بنایا۔ اور کیا پتھر اور انسان کا آپسمیں ایک مرتبہ اسوجہ سے
ہو جائیگا۔ مُلہم شخص مثل ایک شیشے کے ہے جسمیں سے کہ علم یا الہام کی روشنی گزر کر دیگر انسانوں
تک پہنچتی ہے۔ پس مُلہم شخص کو واحد لاشریک خدا کے دعویٰ میں شریک کرنا کب انصاف کی بات
ہو سکتی ہے۔ سورج کے مقابلہ پر ایک ناچیز شیشے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح خدا کے مقابلہ
پر ایک ناچیز انسان یا مُلہم کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اسلئے وہ دعویٰ جو کہ الہامی کتاب نے کیا ہے کبھی مُلہم
کا نہیں ہو سکتا اور الہامی کتاب کے دعوے میں مُلہم کو شریک کرنا ایسی غلطی ہے جیسے کہ روشنی کو سورج کی کہنے کے
کے بجائے سورج اور شیشے دونوں کی کہدیں

**فقرہ دوم**۔ رسالہ بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۲ پر آپنے یہ لکھا ہے۔ کہ :۔

”الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مُدعی کے ہے اور الہامی کے حالات اور اُسکی تعلیم بمنزلہ
دو گواہوں کے ہے“

اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے آپنے رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۴۴ پر کوشش کی ہے
اور افسوس تو یہ ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ اسکو ثابت کرنے کی کوشش کرتے آپ اصلی مضمون
سے بھاگ کر تکبر کی باتوں پر آ گئے چنانچہ آپ کے یہ الفاظ خود بول رہے ہیں :۔

ماسٹر صاحب ! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں ان شاء اللہ تعالیٰ
آپکو بغیر اس کے راہ نہیں ملیگی میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے

میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ مہربانِ من اس قسم کی متکبرانہ تحریر آپ جیسے
فہمیدہ لوگوں کی طرف سے نہیں ہونا چاہئیے۔ اگر آپ کا بیان بالکل انصاف کی رو سے ہے

خاطر جمع رکھیں۔ میں اُسکو ہرگز اُلٹا نہیں کھونگا۔ لیکن مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ باوجود اس شرط بازی کے بھی آپ اپنے مطلب کو واضح طور پر ثابت نہیں کر سکے۔ لیجئے اب بندہ عرض کرتا ہے۔

اوپر کے فقرہ کی طرف غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسم اللہ ہی غلط یعنی آپکا یہ دعویٰ ہی نادرست ہے۔ ثبوت تو دور رہا۔ اور وہ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں۔

(۱) الہامی کتاب ——— دعویدار۔ یا بمنزلہ مدعی کے ہے۔

(۲) ملہم کے حالات ——— ایک گواہ ہے۔

(۳) الہامی کتاب کی تعلیم ——— دوسرا گواہ ہے۔

یہ تین چیزیں جو جناب نے فرمائیں وہ دراصل تین چیزیں نہیں بلکہ دو چیزیں ہیں۔ آپ الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم کو دو چیزیں مان رہے ہیں جنمیں سے ایک کو مدعی اور دوسرے کو گواہ فرماتے ہیں۔ دراصل الہامی کتاب کس کو سمجھ رہے ہیں۔ کیا جلد بندھی ہوئی کتاب کو آپ الہامی کتاب کہتے ہیں۔ اور اُسکی تعلیم کیا اُس سے جدا شے ہے دراصل الہامی تعلیم کے مجموعہ کا دوسرا نام الہامی کتاب ہے۔ کیا روشنی اور سورج دو چیزیں ہیں۔ کیا صفت موصوف سے علیحدہ کہیں کوئی شے ہوا کرتی ہے۔ مہربانی کر کے بتائیے کہ الہامی تعلیم کے علاوہ الہامی کتاب کیا شے ہے۔ جو دعویٰ کہ آپ الہامی کتاب کا کہتے ہیں۔ سو وہی دعویٰ دراصل الہامی تعلیم کا ہے۔ پس آپکا یہ دعویٰ کہ الہامی کتاب مدعی ہے۔ اور الہامی تعلیم اُس کا گواہ ہے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ صحیح فقرہ یہ ہے کہ الہامی تعلیم یا الہامی کتاب جہاں ایک طرف خود مدعی ہے وہاں خود ہی لوگوں کے لئے شہادت کا کام کرتا ہے۔ آپ شاید کہہ بیٹھیں۔ کہ دنیا میں ایسی بات کبھی نہیں دیکھی گئی کہ ایک انسان خود ہی مدعی ہو اور خود ہی شہادت کا کام کرے۔ اُس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ کہ دنیوی تمثیلات سے علمی دقیق باتیں سمجھنے میں مدد ملا کرتی ہے۔ نہ یہ کہ تمثیل کو ہی علمی مسائل سمجھا جائے۔ لیجئے اس بات کو بھی تمثیلاً دیکھیے۔ واضح رہے کہ میں چراغ یا سورج کے بغیر دیگر اشیا کو نہیں دیکھ سکتے لیکن چراغ یا سورج کے دیکھنے کے لئے دوسرے چراغ یا دوسرے سورج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح عقیدہ یا الہامی کتاب

یا الہامی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ہمین کسی خارجی گواہ کی جسکو کہ آپ ملہم کے حالات کہتے ہیں ضرورت نہین - پس میرا دعویٰ یہ ہے -

(۱) "الہامی کتاب" اور "الہامی کتاب کی تعلیم" دراصل ایک شے ہے -

(۲) اور اُس کے لئے کسی خارجی شہادت (ملہم کے حالات) وغیرہ کی ضرورت نہین کیونکہ سورج یا چراغ کو دیکھنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہین ہوتی -

(۳) البتہ سورج اور چراغ کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے - اسی طرح الہامی کتاب یعنی الہامی تعلیم کے سورج کو دیکھنے کے لئے بدہی (عقل) روپی آنکھوں کی ضرورت ہے -

**فقرہ سوم** - یہاں پر آپ فرماتے ہیں کہ "جبکہ آپ - - - - ملہم کے حالات سے بحث نہین کرتے - تو کیا ایک شخص دنیادار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی کا دعوی کرے - اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بیچکر ٹکے سیدھے کرنے لگے - گویا اُس کے حالات کیسے ہی دنیاداری کے کیوں نہ ہوں تو کیا آپ اُسکی کتاب کو صرف اُسکی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لینگے - وغیرہ وغیرہ"

مولوی صاحب آپنے تو وہ بات لکھ دی کہ جس طرح کوئی کہے کہ میں "گنگا نہلیا" - یا یہ کہ "انسان کے سینگ کے چاقو کے دستے بنائے جاتے ہیں" آپکے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس بات کے قایل ہیں - کہ کوئی شخص ٹکے کمانے کی غرض سے کوئی کتاب سچی تعلیم سے پر لکھ سکتا ہے - اس میں اول تو حیرانی کی بات یہ ہے کہ ٹکے کمانے والے انسان کو شہد کی مکھیوں کی طرح بیٹھ کر شہد کی بجائے پھولوں پر جایا کرتی ہیں - اول تو یہ بات انوکھی سی ہے - کہ جس ٹکے کمانے کی غرض رکھنے والے ہیچ انسان کی طبیعت کبھی سچی تعلیم وغیرہ سے پر کتاب لکھنے کو جا ہے - اور اگر مان لین کہ وہ لکھ بھی لے تو پھر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر وہ سچی تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے تو (بقول جناب) اس سے انسان کی قابلیت بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھنے کی پائی گئی - پس جب ایک آدمی الہام کی مدد کے بغیر سچی تعلیم (بقول آپکے) لکھ سکتا ہے - تو کیا اس سے ہم یہ نتیجہ نہین نکال سکتے - کہ پہلے بھی اُن انسانوں نے جنکو کہ آپ ملہم کہہ کر پکارتے ہیں - بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھی ہوگی - خواہ پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں - اس سے الہام کی ضرورت ہی نہین رہتی - جب ایک انسان پیسہ کمانے کی خاطر سچی تعلیم

اور "پاکیزہ تعلیم" لکھہ سکتا ہی تو اس سے یہ بھی مان سکتے ہیں کہ ایک انسان پیسہ نہ کمانے کی نیت سے
بھی زیادہ پاکیزہ تعلیم کی کتاب لکھہ سکتا ہے - تو اس بات کو مان لینے سے میرے خیال میں الہام کی
بالکل ضرورت نہیں رہتی -

اب رہا یہ سوال کہ اگر کوئی ایسا شخص خواہ کسی نیت سے آریہ سماج کے ایک سبھاسد کے
پاس ایسی کتاب بھیجتا ہے تو آریہ سماج کا وہ سبھاسد اُس کے ساتھہ کیا سلوک کریگا - فرض کرو کہ وہ
کتاب میرے پاس ہی بھیجتا ہے - اور فرض کرو کہ اُس کتاب میں ایک بھی لفظ جھوٹھ نہیں ہے
اور بالکل پاکیزہ تعلیم سے معمور ہے - میں دیکھی اور میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں - کہ اسکی
تعلیم پاکیزہ اور راست ہونے کی وجہ سے بالکل وید کے مطابق ہے - یا وید کی تعلیم کا ایک جزو
کو نہ بگاڑتا - وہ اپنی نیت کا پھل ایشور کی طرف سے پائیگا - اُسکی نیت سے اُس کتاب کی
تعلیم میں فرق نہیں آسکتا - اگر ایک چور چُرا کر اناج بیچتا ہے - تو وہ اناج بُرا نہیں ہو سکتا
جبکہ وہ چور بُرا ہے - لیکن اگر کوئی شخص چُرا کر اناج نہیں بیچتا - بلکہ کسی سے مانگ کر مانگا ہوا
اناج بیچتا ہے - تو اس حالت میں اُسکو ہم چور بھی نہیں کہہ سکتے -

اگر کوئی شخص مجھے پانی کا گلاس پینے کو دیتا ہے - تو کیا میں کبھی یہ مان سکتا ہوں - کہ
اُس شخص نے پانی پیدا کیا ہے یہ پانی اُس پانی کا جزو نہیں جو کہ سمندر اور سطح زمین
کے کل دریاؤں میں بھر رہا ہے - اگر کوئی لکڑی جلا کر آگ روشن کرتا ہے - تو کیا
سائنس دان نہیں بتلاتے - کہ یہ حرارت سورج کی اور اُس حرارت کا جزو ہے - جو کہ جہان
میں بھر رہی ہے - پس اگر کوئی شخص کوئی کتاب بالکل پاکیزہ تصنیف کرتا ہے - تو شاید آپ
کے خیال میں اُس نے الہام کی مدد نہیں لی - لیکن میرے خیال میں اُس شخص نے خود الہام کی مدد
لی ہو - کیونکہ بچپن سے لیکر چھتیس برس کی عمر تک برابر اُستادوں سے علم حاصل کرتا رہا ہے -
اور یہ اُستاد بھی اپنے اُستادوں سے علم حاصل کرتے چلے آئے ہیں حتّے کہ آخر کار ہم ایک ایسے مقام
پر پہنچتے ہیں - جو کہ علم کا سر چشمہ ہے - اور جس کا نام الہام وید یا خدا کا علم ہے ؛

مولوی صاحب - آپ غلطی پر ہیں - کہ کوئی انسان خواہ کسی نیت سے وہ کتاب
نہ کبھی بغیر [illegible] کی مدد کے ہرگز ہرگز نہیں لکھہ سکتا - اور اگر لکھہ سکتا ہے
تو پھر الہام کی ضرورت کیا ہے - اگر ہم بغیر مدد [illegible] روشنی کے بہرے [illegible] دیکھ سکتے

ہیں تو پھر سورج کی ضرورت ماننا عقلمندوں کا کام نہیں۔

آپ ملہم کے حالات پر زور دے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ یہ نہیں جتلاتے کہ ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے۔ اور آپ کا خیال میں نہیں لاتے کہ ملہم کے حالات الہام کے بعد پیدا ہوتے ہیں نہ کہ پیشتر۔

میں اس بات کو مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ حضرت محمد صاحب عرب میں پیدا ہوئے۔ جہاں کہ وام مارگ مت کا بڑا زور تھا اور عرب کے باشندگان بت پرستی توہمات پرستی تھے۔ سدھارنے کی غرض سے خدا نے حضرت صاحب کو الہام دیا۔ اب حضرت صاحب کی زندگی کے دو حصے ہوئے۔ اول وہ زمانہ جس میں کہ انکو الہام نہیں ہوا تھا۔ اس لئے چونکہ الہام نیک و بد کی پہچان میں مدد دیتا ہے۔ اور وہ ابھی تک ملہم نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صاحب اس عمر کے حصے میں کچھ نیک افعال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ابھی الہام نہیں ہوا تھا۔ اور اگر ہمارے مسلمان بھائی یہ کہیں کہ نہیں صاحب حضرت صاحب عمر کے اس حصے میں بھی نیک اور سراسر نیک ہی افعال کرتے تھے۔ تو اس سے یہ پایا گیا کہ بغیر الہام کے بھی حضرت صاحب نیک راہ پر چل رہے تھے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ الہام کا عدم وجود یا اسکا ہونا نہ ہونا مساوی ہے۔ کیونکہ

(۱) جب اُن کو الہام نہیں ہوا تھا تو تب بھی وہ برابر نیک اعمال خدا کی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔

(۲) اور جب انکو الہام ہوگیا تو بھی وہ مساوی ہی نیک اعمال پہلے کی طرح کرتے رہے ؛

تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ الہام کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور اگر یہ مانا جاوے۔ کہ الہام کے بغیر انسان نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتا۔ پس اُنکی زندگی کا وہ حصہ جبکہ وہ ملہم نہیں ہوئے تھے گمراہی کمزوری اور غلطیوں کا زمانہ ہے۔ اور جبکہ وہ ملہم ہوئے۔ اور اُس پر عمل کرنے لگے تو وہ زمانہ نیکی اور خوبیوں کا ہے اس لئے اگر مولوی صاحب یہ دعوی کریں کہ حضرت صاحب شروع سے موت کے دن تک بالکل نیک ہی کام کرتے رہے تو اس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اگر

مولوی صاحب یہ مان لین کہ وہ ملہم ہونے سے پیشتر گمراہ تھے - اور پھر نیک بن گئے - تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی میں اگر ساٹھ فیصدی خوبیاں نہین تو چالیس فیصدی عیوب بھی تھے -

اور جس چیز نے حضرت صاحب کی زندگی کو نیک بنایا وہ الہام ہو سکتا ہے علم یا الہام سے پیشتر ممکن نہین کہ وہ نیک و بد کو خود پہچان سکتے ہون - پس وہ خاص چند عمدہ خوبیان جو حضرت محمد صاحب کی زندگی میں پائی جاتی ہین انکی وجہ الہام کی مدد ہی نہ کہ کچھ اور - الہام سے پیشتر کی زندگی انکی یا ایسے ہی کسی ملہم کی کبھی نیک ہرگز ہرگز نہین ہو سکتی ہے -

عجب تماشہ ہے کہ مولوی صاحب ایک آدمی یا ملہم کو نیک کردار اور عابد پہلے سے تصور کئے بیٹھے ہیں اور الہام کی ضرورت اس کے نیک ہونے پر مان رہے ہیں - یہ تو وہ بات ہوئی کہ کوئی کہے کہ تعجب ہے میں سیدہے راستہ میں چلا گیا تو مجھے سورج دکھائی دیا - اور جس وقت میں راہ راست پر چل رہا تھا اسوقت غضب کا اندھیرا تھا " عقلمند اس شخص سے سوال کر سکتا ہے کہ بہائی سخت اندہیرے میں تجھکو سیدھا راہ کیونکر معلوم ہوا - اور اگر اندہیرے میں سیدھا راستہ معلوم ہوگیا - تو پھر سورج کی ضرورت ہی کیا تھی - اس لئے مولوی صاحب غور سے سوچین کہ اگر بغیر الہام کے سورج کے لوگ نیکی کے راہ راست پر چل سکتے ہین بعد ہیں انہین الہام ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ بغیر الہام کے وہ نیک راہ پر کس طرح چل سکے ؟

آپ ملہم کے حالات بار بار کہتے ہین مہربانی کر کے مفصل طور پر فرمائیے کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے - آگے چلکر آپ تحریر فرماتے ہین - کہ

" کسی کتاب کو الہامی کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے - کہ اسکا لانیوالا خدا کا ایسا **مقرب بندہ** تھا کہ جسکو خدا نے الہام دیکر **تمام** بندگان کو گمراہی سے نجات دی ہے "

آپ کی ان سطور کے پڑھنے سے کئی اعتراض پیدا ہوتے ہین - آپ یہ باتین لکھتے ہین کہ

(۱) ملہم خدا کا مقرب بندہ تھا -

(۵) تمام بندگان الہام کی بدولت گمراہی سے نجات پاتے ہیں۔

... (اعتراض الف) ملہم کے حالات فیصلہ کرینگے تو آپ کا یہ فقرہ خوب مدد دیگا۔ آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا ......

...... بندہ تھا۔

اور پھر آپ مانتے ہیں کہ تمام بندوں کو خدا نے الہام کے ذریعہ گمراہی سے نکالا۔ اس سے صاف پایا گیا ہے
کہ تمام بندگان جنمیں کہ ملہم بھی بوجہ بندہ ہونے کے شامل ہے۔ الہام کے باعث گمراہی سے نکلتے ہیں۔ کیا معنی
کہ الہام سے پہلے تمام بندے (جنمیں کہ ملہم بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے) گمراہ تھے
اب اس بات کو مد نظر رکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب اپنی زندگی کے ایک خاص حصے
میں گمراہی کے کام کرتے رہے اور جب الہام ہوا تب انکو نیک راستہ معلوم ہو گیا لیکن اس سے
پیشتر نہیں۔ لہذا حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات سارے کبھی نیک نہیں ہو سکتے اور جو
نیک ہوئے وہ الہام کے بعد ہوئے نہ کہ اس سے پیشتر پس الہام حالات
زندگی کو نیک بنانے میں مدد دے سکتا ہے اور اگر بلا تلقین الہام انسان
یا پیغمبر نیک ہو سکتا ہے تو الہام کی ضرورت کیا ہے۔ ؟

(اعتراض ب) آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا "مقرب" بندہ ہوا کرتا ہے اور ہم نے دکھا دیا
کہ بغیر الہام کے کوئی بندہ بھی گمراہی سے نجات نہیں پا سکتا پس الہام کے بعد ہی کوئی شخص خدا کا مقرب ہو سکتا
ہے نہ کہ گمراہی کی حالت میں کیونکہ مقرب یا عابد یا خدا رسیدہ اسی شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی کو
جانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اگر بغیر الہام کے کوئی شخص خدا کی مرضی کو جانتا اور اس پر
عمل کرنے سے مقرب ہو رہا ہے تو پھر خدا کا الہام ہی فضول ہے۔

(اعتراض ج) کیا وجہ ہے کہ خدا کسی خاص بندہ کو الہام دیتا ہے۔ جبکہ گمراہی میں سب یکساں
ہیں۔ اگر خدا مجسم انصاف اور عادل ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ ہر ایک کو الہام دے۔ بجائے
اس کے کہ کسی خاص بندہ کو ان میں سے اپنا الہام دینے کے لئے چنے۔ اور جبکہ مسلمان لوگ
پچھلا جنم نہیں مانتے تو اس وقت کیا وجہ تھی کہ عرب یا ایشیا امریکہ یورپ وغیرہ جیسے ملکوں
کے لوگوں کو الہام نہ ہوا۔ محمد صاحب میں خصوصیت کس شے نے پیدا کر دی۔ اگر کہو
کہ خدا کی مرضی جسکو چاہے خاص بندہ قریبی بناتا ہے۔ تو پھر خدا کیا ہوا۔ ایک بے
انصاف حاکم ٹھیرا۔ ہر ایک انسان کا عمل چاہتا ہے۔ کہ جو الہام ایک شخص کو ملتا ہے

مجھے کیوں نہ ہؤا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے۔ لیکن پھر بھی بلا وجہ خدا کسی
خاص آدمی کو اپنے الہام کے لئے منتخب کرتا ہے۔ اگر کہو کہ اسی جنم میں ملہم لوگ نیک اعمال کر کے
خدا کے مقرب ہو جاتے ہیں تو پھر وہی سوال کہ متوالی کی طرح آجاتا ہے۔ کہ الہام کی ضرورت
ہی نہیں۔ جبکہ بغیر الہام کے انسان مقرب ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ اعتراض آریہ لوگوں پر عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ آریہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں
جو کہ بتلاتا ہے کہ وہ بندے جنکو خدا الہام کے لئے منتخب کرتا ہے۔ وہ اپنے پچھلے جنموں
کے افعال حسنہ کی بدولت دیگر بندوں سے برتر ہوتے ہیں۔ اس سے خدا کے عمل میں بھی
فرق نہیں آتا اور لوگوں پر ظلم بھی نہیں ہوتا۔

آگے چل کر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دیندار بندہ ہونیکی وجہ سے مقرب
تھی تھا۔ یا صرف دنیا دار کمانے والا۔ مولوی صاحب کی اس تحریر سے یہ پایا جاتا ہے
کہ وہ حضرت محمد یا کسی ملہم کو دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی مانتے ہیں حالانکہ
میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ الہام کے بغیر ہرگز ہرگز کوئی رشی منی حضرت یا نبی دیندار بندہ
اس جنم میں نہیں ہو سکتا اور اگر ہو سکتا ہے تو پھر کہ متوالی آنے لگی کہ الہام کی ضرورت
ہی کیا۔ اور اگر ہم سے یہ سوال ہے کہ اگنی وایو وغیرہ مہرشی کیوں مقرب الٰہی ہوئے کہ انکو
ہی الہام دیا گیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ انکے پچھلے جنم کے اعمال ہی ایسے تھے کہ جسکی وجہ سے
وہ اُن قابلیتوں کو رکھتے تھے جو کہ ملہم کے لئے درکار ہیں اور اسی وجہ سے ابتداء آفرینش
میں پیدا ہوئے پچھلے جنم کے پاکیزہ اعمال نے انکے لوح دل کو مثل شیشے کے صاف
بنا دیا تھا۔

اور جب پہلے وہ پیدا ہوئے تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی ان کے صاف شیشۂ
دل میں خدا نے علم یعنی الہام کا عکس ڈالا جسکو کہ اُنہوں نے اپنی اور تمام انسانوں کی
رہبری کا چراغ ٹھیرایا۔

(فقرہ چہارم) آپ کے اس فقرہ کی طرز تحریر بتا رہی ہے۔ کہ جو
کہ جھے بھی بیعہ نہیں۔ کیا عجب ہوتا اگر آپ اس سے تھوڑی سطور میں ایک بھی دلیل
اس امر کی دیتے کہ اقلیدس جبر و مقابلہ وغیرہ ریاضی کے علوم اور تاریخ ترقی ریلوے کی

وغیرہ فنون کا ذکر ہرگز الہامی کتاب میں نہیں ہونا چاہیئے ۔ یہی کہہ دیتے کہ اللہ اقلیدس جبر و مقابلہ "تاربرقی اور ریل گاڑی وغیرہ کے اصولوں سے بالکل ناواقف ہے ۔ اس لئے اللہ کی کتاب میں ان اصولوں کا ذکر یا اشارہ بھی ہرگز نہیں ہونا چاہیئے لیکن آپ نے کیا خوب کہا ۔ کہ " وید کوئی لوہاروں کی کتاب ہے " اور " اقلیدس جبر و مقابلہ اصول ٹرین اور تار برقی وغیرہ اُس سے درجہ سکوت میں ہیں ۔ وغیرہ " ۔

کل ہی اگر آپ کو پتہ لگ گیا کہ ویدوں میں علم طبابت ۔ علم نجوم ۔ علم حیوانات ۔ علم معدنیات علم نباتات علم موسیقی ۔ علم الٰہی وغیرہ وغیرہ علوم کا ذکر ہے ۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ آپ ضرور گھبرا کر کہہ اٹھیں گے کہ کیا وید ڈاکٹروں ۔ نجومیوں ۔ زوآلوجی والوں کیمیاگروں ۔ بانسلو سے رنگیوں ۔ اور عارفوں کی کتاب ہے ۔ جناب من آپ گھبرائیے نہیں ۔ بیشک وید جملہ علوم اور فنون کے اصولوں کی کتاب ہے ۔ کیونکہ وید کا خدا جملہ علوم و جملہ فنون کے اصولوں سے بخوبی واقف ہے ۔ کل کو کوئی صاحب کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں ۔ کہ کیا خدا کوئی لوہار ہے جس نے کرہ ناپا یا کیا وہ سنگتراش ہے کہ اس نے پہاڑ یا پتھر بنائے ۔ اور کیا وہ انجینیر ہے کہ اس نے نہریں یا دریا بہائے اور کیا وہ مزدور ہے ۔ یا پنکھا کلی ۔ کہ ہوا کو چلاتا ہے ۔ اور کیا وہ مطرب ہے کہ اس نے خوش الحان پرندے پیدا کئے ۔ اور کیا وہ کمہار ہے ۔ کہ زمین بناتا ہے تو کیا ایسے صاحبوں کے مذاق یا گھبراہٹ سے ڈر کر ہم خدا کے ماننے والے کبھی انکار کر سکتے ہیں ۔ کہ خدا نے مٹی لوہا ۔ تانبا سیسہ ۔ رانگا ۔ پتھر ۔ نباتات ۔ کوئلہ ۔ گنے ۔ گدھے ۔ سور ۔ انسان ۔ پرندے سانپ ۔ سمندر ۔ ندیاں ۔ پہاڑ ۔ وغیرہ وغیرہ اشیا پیدا نہیں کیں ۔ میں پوچھتا ہوں ۔ کہ آپ الہام کس کو مانتے ہوئے ہیں ۔ سچے علم کا دوسرا نام الہام ہے ۔ اور علم خدا کی صفت ہے مادی اشیاء کا وصف علم نہیں ۔ روح میں گو علم حاصل کرنے اور بعد ازاں حاصل کردہ علم کی اشاعت کرنے کی قابلیت ہے ۔ لیکن محدود العقل روح ہمہ دان عالم خدا کے علم سے جس کو کہ الہام کہتے ہیں ۔ مدد لے کر تمام کام متعلقہ جسمانی اور روحانی ترقی کے کر سکتا ہے ۔

اگر خدا نے لوہا بنایا ہے جیسا کہ آپ بھی شائد تسلیم کریں گے کہ بنایا ہے تو کیا اس لوہے کا علم دینا خدا کے لئے ضروری نہیں ۔ کیا سورج کی روشنی سے آپ روٹی ۔ پانی ۔ کپڑا ۔ کرسی ۔ مٹی ۔ سونا ۔ وغیرہ وغیرہ مختلف اشیاء کو نہیں دیکھتے اور کیا سورج کی روشنی جملہ اشیاء کے

نکھد نہیں نہیں دیتی - اس سے علم کا سورج بھی واقعی جملہ اشیاء کو دکھلانے کے لئے روح کا معاون ہے - اور اسی وجہ سے اُس الہام کو جو کہ سورج کی طرح سب پر روشنی ڈال سکے اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور اُس کے اوصاف بتلا سکے ہم سچا الہام یا خدا کا علم کہتے ہیں -

جہاں سورج ہر ایک چیز کو دکھا سکتا ہے وہاں مصنوعی چراغ جس میں کہ سورج کی روشنی جزوی طور پر ہے وہ ہر ایک شئے کو ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتا - اُسکا دائرہ محدود ہے - ٹھیک اسی طرح سے بائیبل یا قرآن مثل چراغ کے ہیں - اِنہیں جو جو سچائیاں یا سچی علمی باتیں ہیں وہ وہ سب ویدک سورج کی روشنی کا جزو ہیں اور باقی جو قصے کہانیاں درج ہیں - وہ اُنکے مصنوعی پن کو ظاہر کرتی ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ قرآن یا بائیبل میں علم طبابت - علم جراحی - علم موسیقی علم عمارت - علم نباتات - علم حیوانات - علم معدنیات - علم الہیات - وغیرہ وغیرہ کا بیان نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ یا آپ کی طرح دیگر عیسائی لوگ گھبرا اٹھتے ہیں - یہ کہتے ہوئے کہ لو جی ویدنے تو سب شئے کے علم دینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے - حالانکہ ہماری مانی ہوئی کتابیں صرف دو چار علوم کے علاوہ باقی سب مضامین پر چپ ہیں - روح اور مادہ کی قدامت یا اوصاف وغیرہ پر ہرگز بائیبل یا قرآن کے چراغ روشنی نہیں ڈال سکتے اور سچ ہے ڈالیں بھی کیونکر چراغ کا دائرہ ہمیشہ سورج کے مقابلہ پر محدود رہا کرتا ہے ہزار چراغ ملکر بھی ایک سورج کا کام نہیں دے سکتے اس لئے جملہ مذاہب کے چراغ ملکر بھی جملہ علوم کی ماہیت ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتے - اور اسی وجہ سے وہ مصنوعی اور ناکافی ثابت ہوتے ہیں -

شاید مولوی صاحب یہ خیال کر رہے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی جی نے موجودہ زمانہ کی ریل تار اور جبر و مقابلہ اقلیدس وغیرہ وغیرہ کا رواج دیکھکر خواہ مخواہ ان اشیاء کو وید والے کے سر مڑھ دیا ہے لیکن مولوی صاحب اگر آپ نے اپنے کسی بے تعصب دوست سے تاریخ سنی ہوتی تو آپ کو پتہ لگتا کہ موجودہ علوم و فنون انگریزوں نے اہل روما سے سیکھے اور انہوں نے یونان سے اور یونان نے مصر سے اور مصریوں نے آریوں سے" اور آریوں کے رشیوں نے وید سے سیکھے علمی اصولوں کی کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہوتا - مثلاً دو اور دو چار آج سے دس ہزار برس پہلے بھی دو اور دو کو عالم لوگ چار کہتے تھے اور آئندہ بھی کہیں گے -

بنگالی مؤرخ آرسی دت جس نے کہ زمانہ حال کے مغربی علماء کی نقش قدم پر اپنی

انگریزی تاریخ ہند لکھی ہے - وہ اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۴۴ پر لکھتا ہے - کہ

(۱) شبد وِدّیا - (علم زبان دانی اور علم موسیقی)

(۲) شِلپ ستھان وِدّیا - (فنون کا علم)

(۳) چکتسا وِدّیا - (علم جراحی وطبابت)

(۴) ہیتو وِدّیا - (فلاسفی)

(۵) ادھیاتم وِدّیا - (علم الہیات)

ان پانچ اقسام کے علوم اُسوقت بھی آریہ ورت میں بخوبی پھیلے ہوئے تھے - جبکہ چین کے سیاح اِس ملک کی سیر کو آیا کرتے تھے - نمبر ۲ میں شلپ وِدّیا درج ہے - آپ براہِ مہربانی اپنے اسی ہندو دوست سے پوچھ لیجئے کہ شلپ وِدّیا کے کیا معنے ہیں تاکہ آپ حسب عادت مجھ پر کھینچ تان کا الزام نہ لگائیں - تاریخ مذکور کے اُسی صفحہ پر درج ہے کہ اُسوقت ہندو لوگ چار ویدوں کو اپنا ہدائیت نامہ مانتے تھے اور اپنی تیس۳۰ برس کی عمر تک جاری رکھتے تھے " آج صغیر سنی کی شادی کے باعث ہندو لوگ نہ ہی ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں - اور نہ ہی اُن فنون کو سیکھتے ہیں جبکہ کہ اصول ویدوں میں دئے ہوئے ہیں - اس لئے وہ صغر سنی کی شادی کے مارے ہوئے ہندو پنڈت اگر آپ کی ہاں میں ہاں ملاکر کہہ اٹھیں کہ وید گڈریوں کی کتاب ہے - یا اسمیں لوہے کے استعمال کا یا اُس سے کام لینے کا ذکر نہیں تو اُنکی جہالت ہے لیجئے وید کا منتر ہی پیش کرتا ہوں -

اشما چہ مے - مرتکا چہ مے - گریا شچہ مے - پربتا شچہ مے سکاتشچہ مے - بنسپتیشچہ مے - ہرنیم چہ مے - تیشچہ مے شیامم چہ مے - لوہم چہ مے - سیسم چہ مے - ترپو چہ مے یگیین کلپنتام -

ترجمہ پتھر - مٹی - پہاڑیاں - پہاڑ - ریت - نباتات - سونا - لوہا - تانبہ - کانسا - سیسہ اور رانگا اِن سب پدارتھوں کو لے الفاظ تم استعمال میں لاؤ -

ایسے ہی کئی اور منتر ہیں یہی نہیں کہ یہ محض لکھی ہوئی ہدائیت ہی رہی بلکہ پورانے آریہ لوگ وید کے مطابق چلکر جملہ علوم و فنون میں بخوبی ترقی کرتے تھے -

مہابھارت کے بانچنے والے آپکے دوست ہندو پنڈت اس بات کی شہادت دیسکتے ہیں کہ آج سے پانچہزار برس گزرے جبکہ شیشے اور بلور کے ظروف اور بلوری مکان بنانے میں آریہ لوگ کمال کرتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کو یہ کتھا سُنا سکتے ہیں کہ اندرپرستھ کے بلوری محل نے دریودھن کی آنکھوں کو جو کہ کوروں کا سردار تھا چوندھیا دیا تھا۔

اگر آپ معماری کی بابت جاننا چاہتے ہیں تو اپنے اُسی دوست کو کہئے کہ آپ کو شنکونیتی یا رامائن مصنفہ والمیک پڑھکر سنائے۔ مہابھارت کے بان پرب میں شتگھنی کا ذکر ہے۔ جسکو کہ آج کل توپ کہتے ہیں۔ بارود کا نام اَربا اگنی ہے کیونکہ اربا رشی نے وید کی مدد لیکر اِسکو ایجاد کیا تھا۔ کتاب دھرم وشنو جسکو کہ آپ کے ہندو دوست شائد زیادہ پسند کرتے ہونگے۔ اُس میں بھی بارود (اربا اگنی) اور شتگھنی دونوں کا ذکر ہے۔ راجہ سگر کے پوتے راجہ بھاگیرتھ نے اپنے زمانہ کے انجنیروں کی مدد سے ایک نہر پہاڑوں میں سے نکلوادی تھی جسکو کہ آج کل ہندو لوگ بباعث جہالت معبود سمجھتے ہیں اور جسکا کہ مشہور نام گنگا یا گنگا بھاگیرتھی ہے راجہ اشوک نے سیلون کے راجہ کے پاس ایلچی بھیجا تھا جس نے کہ تمرالپتی کے بندرگاہ سے سوار ہو کر جہاز کا سفر کیا تھا۔ یہی نہیں کہ اسوقت ایک ہی جہاز آریوں نے بنایا ہوگا بلکہ مؤرخ آرسی دت اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۰۸ پر لکھتا ہے کہ دو سو سواریوں کے جہاز ہندوستان کے سمندروں میں آیا جایا کرتے تھے برہمن لوگ اور دیش لوگ یعنے سوداگر ان جہازوں میں سماٹرا۔ جاوا اور چین کو جایا کرتے تھے۔ سماٹرا اور جاوا میں ہندوؤں کا مذہب اور انکی شایستگی پھیلی ہوئی تھی“

اگسٹس سی زر جو کہ اٹلی کا شہنشاہ تھا اُس کے پاس پورس نے اپنے ایلچی بمعہ ہندوستانی تحائف کے بھیجے تھے۔ اٹلی میں ہندوستان کے بُنے ہوئے کپڑے کی قدر ہوا کرتی تھی۔ مہابھارت اور رامائن کا مطالعہ صاف طور پر بتلاتا ہے کہ ریشمی اور نفیس کپڑوں کے استعمال کا عام رواج تھا۔ اٹلی کے شہنشاہ جسٹی نی ان نے ریشمی کپڑے سرہند (سیرن انڈیا) سے منگوائے تاکہ یورپ میں داخل کئے جاویں۔

لوہے کے استعمال کی کیفیت اِسی سے معلوم ہوسکتی ہے کہ راجہ دھو نے دہلی میں ایک ایسی لوہے کی لاٹ بناکر بطور یادگار کے کھڑی کی تھی کہ جسکو آج تک دیکھ کر بڑے بڑے لوہا ڈھالنے والے تعجب کرتے ہیں۔

بقول ہملٹن صاحب گھڑی کا رواج ہندوستان سے عرب میں اور عرب سے یوروپ اور افریقہ میں گیا۔ وقت کا اندازہ لگانے کے لئے وہ کلپ جنتر استعمال کرتے تھے۔ مسٹر کولبروک کا قول ہے کہ علم جغرافیہ میں ہندو صاحب کمال تھے اور عالی نجومی بے بہی بڑھکر ہندو زمین کی محوری گردش وغیرہ کو جانتے تھے۔ اور یہی صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ بھٹ یوروپ کے مشہور ریاضی دان اور نجومی کوپرنی کس سے پہلے گزرا ہے اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ :-

"سوریہ سدھانت کتاب میں ترکون متی (علم مثلث) اور ریکھا گنت (اقلیدس) کی مدد سے کام لیا گیا ہے اور یونانیوں کو بھی اس ترکون متی کی خبر نہیں تھی اور سولہویں صدی میں یوروپ کو ان علمی باتوں کا پتہ لگا۔ محیط اور نصف قطر کی تناسب (علم مساحت) ہندوؤں کو پہلے ہی معلوم تھی"

سر ولیم جونز کہتے ہیں کہ :-

ہندوؤں نے تین ایجادیں کی ہیں۔ ان میں سے تمام بے شک قابل تعریف ہیں۔

(۱) اعلیٰ ریاضی کے اصول (۲) کسر اعشاریہ کا قاعدہ (۳) شطرنج کی کھیل۔

ہندوؤں کے ستاروں کے علم جاننے کے لئے جو اوزار مستعمل تھے۔ انکے نام یہ ہیں۔

(الف) جے پرا گس (ب) راہ جنتر۔ (ج) سامراٹ جنتر۔

ولکنسن صاحب تحریر کرتے ہیں۔ کہ سدھانت شرومنی میں بھاسکر آچاریہ نے کشش ثقل وغیرہ کا بالتشریح ذکر کیا ہے۔ اور چاند گرہن اور سورج گرہن کا علمی ذکر سورج سدھانت میں ہے۔

یہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ :-

جبر و مقابلہ۔ جسکو کہ گنک کا علم بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کو معلوم تھا جبکہ یوروپ والوں کو اس کا پتہ ۱۶۲۴ء میں لگا۔

ڈاکٹر سورندر موہن ٹیگور نے ثابت کر دیا ہے کہ علم موسیقی کے استاد ہندو ہی ہیں۔ علم نقاشی اور سنگتراشی کے سبق تو یونانیوں نے ہند سے ہی سیکھے تھے۔

محمود غزنوی ہندوؤں کی کاریگری سے ایسا متاثر ہوا کہ سومناتھ کے صندل کے دروازے جو گنگکاری کی ہوئی تھی اکھڑوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔

پروفیسر ویز ولیمس کا قول ہے کہ ہندوؤں نے علم طبابت میں وہ کمال کیا تھا جیسا کہ

آج تک کسی نے کیا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی علم جراحی میں بھی باکمال تھے۔"

مؤرخ الفسٹون اپنی تاریخ ہند کے باب سوم کی فصل چہارم میں لکھتا ہے کہ علم کیمیا (کیمسٹری) میں ہندوؤں نے خوب کمال کیا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ کس طرح گندھک کا تیزاب شورہ کا تیزاب اور دیگر تیز آب بنائے جاتے ہیں۔ تانبہ جست ٹین سیسہ لوہا وغیرہ کے کشتے بنانے اور آیرن سلفیٹ کوپر سلفیٹ یعنے لوہے۔ تانبے کے مختلف مرکب گندھک کے ساتھ ملا کر بناتے تھے۔

آر سی دت کی تاریخ کے صفحہ ۳۸۱ پر درج ہے۔ کہ:-

"عرب کے مصنفوں نے ہندوؤں کی کتابیں جو جبر و مقابلہ کی تھیں آٹھویں صدی میں ترجمہ کیں سلور شہر پاٹیسیا کے سونارڈو نے جبر و مقابلہ پہلے پہل یوروپ کو سکھلایا۔ علم مثلث میں بھی ہندو ہی سب سے پرانے اُستاد دنیا میں ہوئے ہیں اُنہوں نے ہی کسر اعشاریہ کا قاعدہ نکالا تھا جسکو کہ عرب والوں نے ان سے سیکھ کر یوروپ کو سکھلایا" آگے چل کر یہی مورخ لکھتا ہے کہ طبابت کا علم یونان سے یوروپ میں نہیں گیا۔ بلکہ ہند سے گیا ہے۔ یونانی نیارکس کا قول ہے کہ یونانیوں کو سانپ کے کاٹے کا علاج معلوم نہیں تھا لیکن پرانے براہمن علاج کرتے تھے۔

ڈاکٹر ہو یشی فرماتے ہیں کہ "ہندوؤں کی بدولت ہی ہمیں پہلے طبابت کا علم ملا"۔ پھر دت کی تاریخ کے صفحہ ۳۸۵ پر لکھا ہے کہ "آٹھویں صدی میں ہارون رشید کے عہد میں علم طبابت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ ایک عربی مؤرخ سراپین نامی چرک رشی کو زیرک کے نام سے پکارتا ہے۔ ایکسوستائیس (۱۲۷) اوزار جراحی کے متعلق ہندوؤں نے ایسے ایجاد کئے تھے کہ جو بال کے عموداً دو ٹکڑے کر سکتے تھے۔ سکندر ہند و حکیموں کو اپنے لئے ملازم رکھکر لے گیا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے دو ہند حکیم اپنے لئے ملازم رکھے تھے"۔ اور اخیر میں جا کر دت لکھتا ہے۔ کہ

"آج یوروپ اگر موجودہ ہندوستان کو علمی مدد دے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ پرانے ہندو نے یوروپ کو پرانے زمانہ میں اپنا۔ دھرم اپنے علوم اور شائستگی سکھلا کر مدد کی تھی"

فرانس کا مشہور مصنف جیکالیٹ اپنی کتاب بائیبل ان انڈیا کے ۱۴ و ۱۷ و ۲۵ صفحوں پر پُرتصدیقی کی ہدایات پر عمل کرنیوالے آریوں ہندوؤں کی بابت یہ لکھتا ہے۔

"اے بزرگ اور کامل ادر تو خوش ہو کہ جسکو عہدیوں کے وحشیانہ حملوں نے بھی نیست
و نابود نہیں کیا۔ میں پُرانے ہند کو اپنی علم کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ کہ اُسنے اپنے قوانین سے
اپنے رسم و رواج۔ اپنا اخلاق اور دھرم مصر سے بابل۔ یونان اور اہل روم کو سکھایا۔ میں
پاتا ہوں کہ رشی جیمنی اور رشی ویدویاس سقراط اور افلاطون سے پہلے ہو چکے ہیں۔ پھر اُسنے ہند کی
ترقی کا پتہ لگانے کے لئے موجودہ تمام علم جو کہ یورپ میں حاصل کیا جاتا ہے کچھ کام
نہیں دیتا۔ پرانے ہند کا مطالعہ ہمیں ایسا کرنا چاہئے جیسا کہ ایک بچہ الف بے سیکھتا ہے"

راجہ بھوج کے وقت جیسا کہ بھوج پربندھ نامی کتاب سے ظاہر ہے۔ اِس قسم کی سواریاں
موجود تھیں۔ کہ جو ایک گھنٹے میں ۲۷ (ساڑھے ستائیس کوس) چلا کرتی تھیں۔ اور اس
سے بھی پیشتر راجہ رامچندر کے زمانہ میں بیلون (جنکو کہ سنسکرت میں ویمان کہتے ہیں) ہوا میں
اڑا کرتے تھے۔ مہابھارت میں ذکر آتا ہے کہ راجہ نل نے ایک ایسا ہی عجیب وِمان (بیلون یا غبارہ)
بنایا تھا۔ کیونکہ وہ خود بڑا بھاری کاریگر تھا۔ کہ جو نہایت ہی تیزی سے جس طرف کو چاہیں جا سکتا تھا
شکر سمرتی میں بھی تین قسم کی سواریوں کا ذکر موجود ہے۔ اول وہ جو کہ خشکی پر نہایت تیزی سے چلتی ہیں
دوسری وہ جو سمندر میں نہایت تیزی سے چلیں۔ تیسری وہ جو ہوا میں نہایت تیزی سے اُڑیں۔ اس
کے علاوہ عجیب قسم کے رتھ گاڑیاں الٹا پول اور معمولی سفر کے لئے استعمال ہوتی تھیں جنکے کہ آگے
گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ پُرانے مصر نے بھی انہیں رتھوں کی نقل پر اپنے رتھیں بنائی تھیں
بجلی سے پُرانے آریہ کیا کیا کام لیتے تھے اسکو بیان کرنے اور سمجھنے کے لئے وقت درکار ہوگا
طرح طرح کے ستر جنکو کہ وہ اگنی بان کہتے تھے بجلی کی مدد سے تیار کرتے تھے اگنی یعنی بجلی کو ہی انہوں نے
پہلے دوت و سندیس پہنچانے کا ذریعہ بنایا تھا۔ یہی نہیں کہ وہ موٹے طور پر بجلی کے علم سے واقف ہوں بلکہ پرشن
اپنشد وغیرہ گرنتھوں کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مثبت اور منفی دو قسم کی بجلی یا کہربائی
سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ مثبت کہربائی کا نام پران اور منفی کہربائی کا نام رائی دیا ہوا ہے
اس کے علاوہ روز مرہ آریہ لوگ سندھیا کرتے ہوئے پڑھتے ہیں کہ شنتانی میں ودّا اس میں اگنی
تیز بجلی کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہاں تک عرض کرتا جاؤں ویدوں میں بیسیوں منتر بجلی
تیز الیکٹرسٹی وغیرہ کے متعلق ہیں سیارات و فلک یعنی سائنس کوٹ کوٹ کر رگوید میں بھرا
پڑا ہے اور یجروید بھی واسطے اس کا نام ہے کہ یہ ایک ذرہ سے لیکر جو کہ زمین پر ہے۔ آسمانی

اور دراز کروڑوں تک کا علم بتلاتا ہے ؎

ہم سے اور ہمارے بزرگوں نے جن کا کہ نام آریہ تھا۔ ویدوں کی مدد سے دنیوی اور دینی ترقی میں وہ کمال کئے تھے کہ جنکو آج بے تعصب اشخاص کو خواہ وہ اس مُلک کے باشندے بھی نہ ہوں تو بھی ضرور داد دینی پڑتی ہے چنانچہ ایک امریکن کا قول ہے کہ۔

آریہ لوگ ہوا کے سمندر کو بیلونوں کی مدد سے عبور کیا کرتے تھے نہ صرف یہی بلکہ وہ ہوا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ بیلونوں میں انتہا کمال حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جملہ علوم اور فنون میں جو اس سے تعلق رکھتے پورے ماہر ہوں۔ مہابھارت واقعہ جسکا کہ ذکر مہابھارت میں ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خوردبین۔ دوربین۔ بڑی چھوٹی گھڑیاں۔ کلا کے بنے ہوئے گانے والے پرندے اور کلا کے بنے ہوئے بولیاں بولنے والے حیوان رکھتے تھے۔ الغرض وہ ایک سائنس تھا جیسا کہ علم ہمارے موجودہ زمانہ کے پروفیسروں کو بھی معلوم نہیں۔ سپرا نے آریہ لوگ اس سائنس کی طفیل حملہ آور قسموں کو زہریلی ہوا کے چکر میں لپیٹ کر تباہ کر دیتے تھے ......“ زمانہ حالی کے مصر کے مؤرخ مصر کی حالت ایک نہایت اعلیٰ شائستگی اور ترقی کی بابت میں ایسی اعلیٰ ترقی کی کہ اسکو سوچتے ہوئے ریٹن صاحب سے متفق ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ عقل چکرا جاتی ہے“

”آٹھ ہزار برس گزرے کہ ہندوستان سے ایک گروہ آدمیوں کا بستی بسانے کی غرض سے مصر میں گیا جو کہ اپنے ساتھ اپنے فنون اور اعلیٰ شائستگی کے سامان لے گیا۔ اگر کوئی ایک طرف فیثاغورث۔ سقراط۔ افلاطون۔ ارسطو۔ ہومر۔ زینو۔ ہیسیوڈ۔ سسرو۔ وغیرہ کی تعلیم رکھے اور دوسری طرف وید ویاس۔ کپل۔ گوتم۔ پتنجلی۔ کناد۔ جیمنی۔ نارد وغیرہ کی تصنیفات رکھے تو وہ حیران ہو جاتا ہے کہ انکی کس طرح باہم مطابقت ہے۔“

مولوی صاحب آپ بیشک متحیر ہو رہے ہیں کہ ہیں ان بُت پرست ہندوؤں میں وید کہاں سے نکل آئے اور ان میں ایسی ایسی علمی باتیں کہاں سے آگئیں۔ آپ کی حیرانی بجا ہے واقعی بجا ہیں ہمال ہوئے کہ ہم بُت پرست ہندو کہلاتے تھے۔ اور آج خدا پرست آدم بن گئے۔ سچ پوچھو تو ہمارا وہ حال ہوا جس طرح ایک کنگلے کا خزانہ ملنے سے ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک جوہری کروڑوں روپیوں کے جواہرات اپنے مکان کے تہ خانہ میں دفنا کر مر گیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرے بال بچے جب سیانے ہونگے تو نیروم کھود نے پر اس دفینہ کو پا سکیں گے

سے گذران کریں گے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ جن کے سامنے اُنہوں نے جواہرات دفن کئے تھے وہ بھی
مر گئے اور لڑکوں کو کوئی بتلانے والا نہ رہا کہ دفینہ کدھر ہے۔ لڑکوں نے بچپن سے یہ تو سُن رکھا تھا
کہ ہم دادا جوہری کے بیٹے ہیں۔ لیکن حیران ہوتے تھے۔ کہ ہمارے گھر میں ہیرا پنہ ایک بھی
نہیں ہے۔ ان لڑکوں نے بھی اتنا تو سُن لیا کہ ہم جوہری کے پوتے ہیں لیکن جواہرات
کہیں نہ پائے۔ اتفاق سے ایک دن ایک فقیر آیا اور اُسنے لڑکوں کو کہا کہ کیا بات تم جوہری
کے پوتے مشہور ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ تمہارے گھر میں جواہرات دکھائی تک نہیں دیتے۔ ان لڑکوں
نے کہا کہ ہم وجہ نہیں بتلا سکتے۔ فقیر نے کہا کہ اس مکان کی دیواریں گرا دو اور ساری زمین کھود
ڈالو اگر تمہارے بزرگ جواہری تھے تو ضرور کہیں نہ کہیں سے ایک ہیرا پنہ نکل آئیگا۔ لڑکوں نے فقیر
کی بات کو سُنا لیکن مکان کی چار دیواری کو گرا کر اُنہیں اور زمین میں جواہرات کی تلاش کرنا تھا
جی چرانے لگے۔ فقیر نے کہا۔ کہ اگر چار دیواری گراتے نہیں تو زمین ہی کھودنی شروع کر دو۔ اس
نصیحت پر عمل کیا اور دادا کا خزانہ حاصل کیا۔ گلی محلے کے لوگ جب ان لڑکوں کو سونے کے زیور
سے آراستہ دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ یہ نقلی ہیں اور ہیروں کو جھوٹے پتھر خیال کرتے۔ ہر چند لڑکے
کہتے۔ کہ ہمیں دادا کا دفینہ مل گیا ہے اور ہم یکدم امیر ہو گئے ہیں لیکن عام لوگوں کو حیرانی
تو ضرور آتی مگر اعتبار نہ آتا۔ آخر کار ایک جوہری نے اُن ہیروں کی آزمائش کی جو کہ ان لڑکوں
کے پاس تھے تو وہ واقعی دنگ رہ گیا۔ اور سب کو آزمائش کرنے کے بعد یقین آگیا۔

پچیس[25] برس ہوئے کہ ہم پرانوں کی قصہ کہانیوں میں یا اپنے والدین سے یہ تو سُنتے
تھے کہ ہمارے بزرگ رشی مُنی ہوئے ہیں۔ لیکن جب گھر میں تلاش کرتے تھے۔ تو پُرانوں
کی پوتھوں کے سوائے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سوامی دیانند نے اس زمین کو کھودا اور پُرانوں
کی مٹی پرے پھینک کر ویدوں کے دبے ہوئے علمی خزانہ کے درشن کرا دیئے اور آج ہم مہرشی
کے اُپکار کی بدولت ویدوں کے جواہرات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اور اب وہ بات ہمیں
درست معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہم بیشک رشی مُنیوں کی اولاد ہیں۔

میں جب آریہ سماج کا ممبر نہیں تھا تو تب دل میں یہ سمجھا کرتا تھا۔ کہ سوامی دیانند نے صرف
ہندوؤں کو مسلمان اور عیسائی ہونے سے بچانے کے لئے یہ تجویز نکالی ہے۔ لیکن جب سوامی
جی کی تصنیفات کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ خیالات محض ناواقفی کا نتیجہ تھے۔ اب میں تعجب

سے پاتا ہوں کہ سوامی دیانند نے کوئی بھی من گھڑت مسئلہ قائم نہیں کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے بطور مسئلہ
کے طور پر لکھا ہے وہ واقعی برہما سے لیکر جیمنی منی تک کے کل مانے ہوئے رشی منیوں کے مسلّمہ
ہیں۔ اگر سوامی دیانند زمانہ کی ہوا کے ساتھ چلنا ہوتا یا موجودہ یورپین مسائل یا تہذیب
کو ویدوں کے گلے منڈھتے تو ہرگز موجودہ یورپ کے عالموں کے مسائل کے برخلاف ایک
قدم نہ دھرتے۔ لیکن ان رشی نے کوئی مغربی مسئلہ ویدوں کے گلے نہیں منڈھا۔ اور نہ کوئی
مغربی مسئلہ مستعار لیا ہوا لکھا ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اسوقت یورپ کے اعلیٰ عالم خدا
کی ہستی سے منکر ہیں۔ اور صرف مادہ کو ہی ازلی ابدی مان رہے ہیں۔ روح کی بابت ان کو کما حقہ
علم نہیں۔ لیکن سوامی دیانند نے ویدوں کی رو سے واضح کر کے دکھا دیا اور بے تعصب
عالموں کو قائل کر دیا۔ کہ ایک ہمہ دان محیط کل بے شکل ایشور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے ہی
اپنی جیو روپی پرجا در عیت کا حاکم بن رہا ہے اور جہاں ایشور ازلی ہے وہاں اُسکی رعیت
یعنی روحیں اور اُس کے ساتھ مادہ بھی ازلی ہے۔

یورپ کے سائنٹفک فلاسفر آواگون نہیں مانتے۔ لیکن سوامی دیانند نے آواگون
کی تعلیم دی ہے۔ موجودہ یورپ میں جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا مسئلہ اخلاق کا اصول مانا
جا رہا ہے۔ لیکن سوامی دیانند نے دھرم آچرن یعنے انصاف کو ہی اعلیٰ اخلاق کا اصول
مانا ہے۔

یورپ کے لوگ جب خدا سے منکر ہیں تو اُس کے علم کی ضرورت یعنے الہام کو کب مان
سکتے ہیں۔ سوامی دیانند نے شبد ارتھ سمبندھ کو براہین قاطع سے الہامی ثابت کیا ہے
یورپ کے فلاسفر مانتے ہیں کہ انسان بتدریج بندروں سے موجودہ صورت میں آگیا لیکن
سوامی دیانند نے یہ نہیں مانا۔

موجودہ یورپ کو ورن آشرم کا پتہ بھی نہیں لیکن سوامی جی نے اس کی مکمل طور
پوری تشریح کر کے دکھائی ہے۔ اس لئے اگر آپ یہ کہیں کہ سوامی دیانند نے موجودہ یورپ
کی کسی بات کو دیکھ کر وہ باتیں وید منتروں کی تفسیر میں لکھ دی ہیں تو آپ کا یہ خیال غلط ہوگا
کیونکہ آپ کو پتہ لگے گا۔ کہ سوامی دیانند نے کوئی من گھڑت خیال یا مروجہ خیال ویدوں کے گلے
نہیں منڈھا۔ بلکہ جو ویدوں میں ہے اُسی کی تعلیم دی ہے اور اُس تعلیم کی بزرگی اور وقعت

سب پر دلیلوں اور پرانے حوالوں سے ظاہر کی ہے اور تعقل انسان کو دعوت دی ہے
کہ آؤ اس معبود کو آزماؤ۔ کھرا پاؤ تو لے لو ورنہ جانے دو۔

آپ کے فقرہ چہارم کا دوسرا حصہ گلستان کے متعلق ہے۔ چونکہ گلستان بوستان
کو آپ بھی خدا کی کلام نہیں مانتے۔ اس لئے وہ کس قسم کی کتاب ہے اُس کے متعلق
گفتگو کرنا مضمون سے دور جانا ہے۔

**منجانب آریہ**۔ آپ ان عیسائی مورخوں و دیگر مصنفوں کی شہادتیں دیکھ
لیجئے۔ واضح رہے کہ یہ لوگ مثل مسلمانوں کے وید کو کلام الٰہی ماننے والے نہیں ہیں۔ اور کئی
ان میں سے ویدوں کو بدنام کرنے کے درپے بھی ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آخر کار صداقت کے
آگے مجبوراً سر جھکانا ہی پڑتا ہے گو ہمارے نزدیک بعض شہادتیں بہت وقعت نہیں
رکھتیں تاہم آپ کے لئے وزنی ہیں۔ جیسے اوپر کافی شہادتیں لکھ دی ہیں صرف ایک دو
اور لکھ کر اس فقرہ کے متعلق تحریر کو بند کرتا ہوں کیونکہ طوالت کا خوف ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب مختصر تاریخ ہند کے صفحہ ۷۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

"وید کے رو سے آریوں کی شائستگی۔ ابتدائی آریوں کے وید میں لوہاروں۔ لکڑی کو استعمال
کرنے والے کاریگروں۔ سناروں کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں بڑھئی حجام اور دیگر اہل حرفہ بھی
مذکور ہیں۔ وے رتھوں پر سے جنگ کیا کرتے تھے۔ اور گھوڑوں کا عام استعمال کرتے
تھے۔۔۔ طبابت میں برہمنوں نے یونانیوں سے کچھ سیکھا نہیں بلکہ انکو بہت کچھ سکھایا
ہے۔ عرب کی طبابت کی بنیاد وہ ترجمے ہیں جو سنسکرت طبابت کے کئے گئے تھے۔ یورپ کی
طبابت۔ سترہویں صدی تک عرب کی طبابت پر دارومدار رکھتی تھی۔ ہندوستانی حکیم
چرک کے حوالے یورپ کی کتابوں میں جابجا ملتے ہیں۔ پرانے برہمن مردے چیرنے سے
پرہیز نہیں کرتے تھے۔ راگ کی جو سات سُریں برہمنوں نے ایجاد کی تھیں۔ وہ اہل فارس
نے ان سے حاصل کیں اور ایرانیوں سے عرب میں گزر کر یورپ میں داخل ہوئیں"

سیاح میگس تھنیز جو کہ شاہ سلوکس کا وکیل ہو کر سینڈرا کوٹس راجہ کی کچہری
میں ایلچی بنا کے بھیجا گیا تھا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں چشم دید واقعات لکھتا ہے دیکھو
کتاب بنام اینشنٹ انڈیا یعنی قدیمی ہندوستان مترجمہ۔ ڈبلیو میک کرنڈل ایم

لے پرنسپل گورنمنٹ کالج پٹنہ صفحہ ۱۳۱۔

"ہندوستانی لوگ ہنروں میں باکمال تھے...... ہند کی زمین میں سب قسم کی معدنیات ملتی ہیں۔ مثلاً سونا۔ چاندی۔ تانبہ۔ لوہا اور نیز کئی قسم کی دھاتیں ٹین اور دیگر دھاتیں جن سے کہ وہ کام کی اشیاء اور اوزار بنایا کرتے تھے۔ ہند کے لوگوں کو سات گروہوں میں یونانی میگستھنیز تقسیم کرتا ہے۔ اور ان میں سے چوتھے نمبر میں اہل حرفہ کا ذکر کرتا ہے۔

رائے ٹھاکر دت جی نے آریہ پتر کا مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں ایک مضمون برہمو کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا اس مضمون میں انہوں نے بابو رامچندر کی کتاب "ہندو شائستگی کی تاریخ" صفحہ ۱۵۸

"رگوید میں ذکر ہے کہ ہر ایک گاڑی میں تین بیٹھنے والی ہیریں لگی ہوئی ہونی چاہئیں اور کافی جگہ کئی لوگوں کے بیٹھنے اور انکا اسباب رکھنے کے لئے ہونی چاہئے۔"

**فقرہ پنجم**۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "پانچواں فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے ہمارا مسلمانوں کا بھی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں۔"

اور پھر لکھتے ہیں کہ (ب) "لیکن آپ کو مشکل ہوگی کہ برے کے وقت وید کا جو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے بنا ہوا آپ کو ماننا پڑیگا۔ حالانکہ پنڈت دیانند جی بھومکا میں وید کا بنا ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کو سنسکرت میں ہی بولنے والا اور دیگر زبانوں سے ناواقف بتایا ہے۔ کیا آپکے اس دعوی کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ خدا وید کی زبان سنسکرت کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا۔"

آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اکتوبر کے صفحہ ۲۱ پر جو کچھ میں نے لکھا تھا اسکا جواب جب تسلی بخش نہیں ملا تو تب میں نے اسی بات کو میگزین بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۰ پر دوہرایا۔ لیکن افسوس کہ آپ نے پھر بھی تسلی بخش جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی تحریر مذکورہ بالا کا کیا صاف مطلب ہے آپ فرماتے ہیں کہ "کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے" "کسی قدر" کی اگر تشریح کر دیتے تو کچھ فیصلہ ہو جاتا۔ رسالہ نمبر ۲ میں میں نے عرض کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۸) کہ

"ہم علم اور زبان اور انکے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں۔ وید کی تعلیم جہاں دنیا کی

...بنانے اور استعمال کرنے کا ذکر

ہے وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ ہی الہامی ہیں "۔

اور سائل نمبر ۸ میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے۔ اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں ہے دیکھئے عربی میں پہلا حرف الف ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی کیوں اسکو الف الف بولا جاتا ہے مگر سنسکرت میں آ دل ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف ہے سنسکرت میں ب ہی بولا جاتا ہے نہ کہ بے بے ہی کہاں تک لکھوں۔ عربی سی ناقص اور غیر فصیح زبان شاید ہی کوئی ہو پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کس طرح سے مکمل یا خدا کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کر سکتی ہے "

اب میں نئے سرے سے پھر آپ کے فقرہ نمبر ۵ کے متعلق مفصل عرض کرتا ہوں ۔ یہ سوال بڑے زور شور سے یورپ میں عالموں کو ہلا رہا ہے کہ کیا انسان کی زبان انکی اپنی ایجاد ہے یا کہ یہ خدا کا عطیہ ہے۔ محقق لوگوں نے یہ رائے قایم کی ہے کہ زبان انسانی ہرگز بنا نہیں سکتا بلکہ بنی ہوئی زبان کو استعمال کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص لکڑی سے میز یا کرسی یہ دو چیزیں بناتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ لکڑی کو بھی بنا سکتا ہے۔۔

پروفیسر میکس مولر نے اس بھاری سوال کے متعلق ایک دلچسپ بحث اپنی کتاب "سائنس آف دی لنگویج" میں کی ہے اور بہت طویل بحث کے بعد لکھتا ہے کہ۔

"یہ بیشک سچ ہے کہ آریہ زبانوں کے مصادر شکل اور معنے میں سمٹیک (عربی عبرانی آرامی وغیرہ) مینکس بنتو۔ اور اوشینا کی زبانوں سے ملتے ہیں " اور پھر اس اہم سوال کا کہ انسان کی کیا ایک ہی زبان ہو سکتی ہے اور تھی یہ جواب دیتا ہے۔ کہ

## بلا شبہ ایک زبان تھی

یورپ میں ایک زمانہ تھا جبکہ لوگ مانتے تھے۔ کہ عبرانی سے کل زبانیں دنیا کی نکلی ہیں لیکن محقق اور مشہور فاضل لیب نیز نے لوگوں کے اس خیال کی تردید کی اور ہر دس صاحب نے دلائل قاطع سے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ عبرانی مکمل زبان نہیں ہر دس نے یہ بھی کہا۔ کہ جیسے یونانیوں نے ہندوستانیوں سے فلاسفی وغیرہ سیکھی ہے ساتھ ہی زبان بھی مستعار لی ہوگی۔ ہر دس صاحب کے خیالات کو تکمیل دینے والا ایڈ لنگ

صاحب تھا۔

اس کے بعد یورپ کی تاریخ میں ایک عجیب زمانہ آتا ہے اور اسکو زبان دانان سنسکرت کی دریافت کا زمانہ کہتے ہیں یہ سنسکرت جو کہ ہندوؤں کی قدیمی زبان ہے اسکا دریافت ہونا بجلی کی چمک کے مانند تھا۔ یورپ میں سنسکرت کے مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا۔ اور سر ولیم جونز جب ہندوستان میں آیا تو سنسکرت کے اجور مطالعہ پر کہنے لگا کہ "یہ زبان نہایت عجیب صنعت کی ہے یونانی سے بھی زیادہ مکمل لاطینی سے بھی زیادہ وسیع اور دونوں سے بڑھکر کمال نفیس اور دونوں سے بہت تعلق رکھتی ہے۔"

اس محقق کے ان الفاظ کو سنکر یورپ میں لوگ بالکل دنگ رہ گئے پادریوں نے مسیحی ہونے عالم شکوک پیدا کرنے لگے اور فلاسفر گھبرا اٹھے اور دل میں ڈر کر کہنے لگے کہ دنیا کی تاریخ کے سلسلوں کو یہ دریافت تہ و بالا کر دیگی۔ چنانچہ اس دریافت پر لاکھ ڈیملن بادشاہ جو کہ مصری زبان کو سب کا مخرج بتلا رہا تھا ایسا گھبرایا کہ گویا کہ سنسکرت کی دریافت کی بجلی اسپر ٹوٹ پڑی۔"

بے تعصب علما اس بات کو اتفاق رائے سے مانتے ہیں کہ خدائی یا قدرتی زبان وہ ہو سکتی ہے جو کہ سراپا مکمل ہو کوئی زبان جو کہ ناقص ہے وہ ہرگز قدرتی یا مکمل یا خدائی زبان کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی جیسا کہ ہمنے مغربی علما کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ قدرتی یا مکمل زبان ایک ہی ہو سکتی ہے دو نہیں۔ اور یہی ایک زبان بلا شبہ نسل انسان کی اصلی زبان تھی۔ سچائی ہمیشہ بے بدل اور ایک ہوا کرتی ہے ٹھیک اسی طرح خدائی زبان بے بدل اور ایک ہے۔ اسکے برخلاف کوئی اور زبان ہو نہیں سکتی۔ البتہ جو ناقص زبانیں دنیا میں موجود ہیں وہ تمام اسی سے بگڑ بگڑ کر بنگئی ہیں۔ سورج ایک ہے لیکن چراغ جو کہ مصنوعی ہیں لاکھ ہو سکتے ہیں۔ اور چراغوں میں جہاں دھواں وغیرہ مصنوعی پن کی علامات ہیں وہاں روشنی اوسی سورج کی روشنی کا جزو ہے جو کہ بالکل مصنوعی نہیں اسی طرح پر عربی فارسی عبرانی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانیں ناقص اور مثل چراغوں کے ہیں۔ ان کے تمام مصدر بقول میکس مولر بالکل شکل اور معنے میں آریہ زبان سے ملتے ہیں۔ لیکن وہ جز جو کہ انکو ناقص اور مصنوعی بنا رہے ہیں سنسکرت میں نہیں مل سکتے

میں کیوں اس تحریر کو طول دوں ان زبانوں کے نام ہی اسبات کے شاہد ہیں کہ یہ قدرتی زبانیں نہیں۔ بلکہ لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً عربی ملک عرب کے باشندوں کی زبان ہے گو مولوی صاحب کہیں کہ قران کے الفاظ جوکہ دراصل عربی زبان کے الفاظ ہیں الہامی ہیں لیکن کیا مولوی صاحب اس بات کو نہیں جانتے کہ حضرت صاحب کی پیدائش کے وقت یہ زبان عربی عرب میں برابر مستعمل تھی۔ تو کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ عربی زبان ان لوگوں کی زبان تھی جوکہ عرب میں رہتے تھے اور بقول مسلمانوں کے خدا نے انسانی زبان کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا جوکہ عجیب لطیفہ ہے لیکن برخلاف دنیا بھر کی زبانوں کے ویدک سنسکرت کس ملک کی زبان ہے یہ کیا ہندو لوگوں نے اسکو ایجاد کیا ہے ہرگز نہیں۔ یہ سب سے پرانی مکمل قدرتی زبان ہے۔ جوکہ خدا نے نسل انسان کے بزرگوں کو الہام کیا تھا ہی عطا کی سنسکرت کے معنے ہی۔ مکمل کے ہیں۔ یہ کسی ملک کی زبان نہیں۔ یہ قدرتی زبان ہے۔ سورج کسی خاص ملک کا سورج نہیں کہلاتا۔

لیکن کوئی مجھ سے پوچھ سکتا ہے۔ کہ اگر ابتدائے آفرینش پر خدا نے سنسکرت زبان کے ذریعہ الہام دیا تو عربی فارسی وغیرہ زبانیں کیسے بن گئیں؟ اسکا جواب سہل ہے یہ سچ ہے کہ انسان زبان کو بنا نہیں سکتا لیکن مکمل یا بنی ہوئی زبان کو بگاڑ تو سکتا ہے اور بگاڑنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کو تباہ کر سکتا ہے بگاڑنے سے یہ مراد ہے کہ اس کا غلط استعمال کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ سنسکرت میں ماں کے لئے ماتری شبد ہے۔ اس کو بگاڑ کر چند لوگوں نے مادر بنا لیا۔ اور اس مصنوعی بن کا نام فارسی رکھ دیا انگریزی میں بھی مدر ہے۔ عربی چونکہ نہایت ہی ناقص زبان ہے اسکو عرب کے وام مارگیوں نے ماتری سے بگاڑا پہلے تری اُڑا دیا۔ پھر ما کو وام (الٹا) کر دیا۔ اور اب اُم عربی میں ماں کیلئے استعمال ہوتا ہے مسلمانی مذہب جہاں وام مارگ کی ایک اصلاح شدہ شکل ہے وہاں عربی زبان وام بھاشہ (الٹی ہوئی زبان) کہلانے کی مستحق ہے۔

جس طرح مکان بغیر بنیاد کے رہ نہیں سکتا اسی طرح زبان کے بنیادی پتھر وہ حروف ہیں جنسے کہ وہ بنی ہوئی ہے اور اگر کسی زبان کے حروف ہی ناکمل اور غلط یا

ناقص طریق سے بنے ہوئے ہوں تو بلا شبہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ زبان ناقص اور نامکمل ہے
انگریزی زبان کے حروف نامکمل ہیں لیکن شاباش ہو انگریزوں کو جو کہ اپنی کمزوری کو
چھپانا نہیں چاہتے۔ اگر انسان اپنی کمزوری کو خوبی مانتا ہے۔ تو وہ کبھی ترقی نہیں
کر سکتا ان نقصوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک محقق مزاج نے جسکا نام نامی پٹ مین ہے
ہے۔ فونوگریفی کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور جیسا کہ فونوگریفی کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے
کہ ۹۵ فیصدی یوروپ اور امریکہ میں اس نئے طریق کا استعمال ہو رہا ہے۔ تو وہ دن دور نہیں
جبکہ موجودہ انگریزی حروف میں تمیٰ بلیتی کرنی پڑے۔ خود پٹ مین صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی
زبان ناقص ہے کیونکہ اس میں ش کے اظہار کرنیکے لئے کوئی حرف نہیں اور اسی طرح بہت
سے اعتراض انہوں نے سوجھائے ہیں۔

مفصل دیکھنا ہو تو انکے منیوال آف فونوگریفی میں دیکھ لیجئے
جو نقص کہ پٹ مین صاحب نے انگریزی حروف میں دکھلائے ہیں۔ اسی قسم کے بہت
سے نقص عربی حروف میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جبکہ ایک بچہ زبان سیکھنے لگا ہے تو
اسکو کہا جاتا ہے کہ الف را ل ف پڑھو اور جب وہ ل پڑھتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ
لام پڑھو اور جب وہ ف پڑھتا ہے تو وہ بیچارہ حیران ہوتا ہے کہ ف میں سے کہاں سے آ
گئی اور دیکھئے تماشہ کہ ت ط یہ دو حرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں قرآن کی
آئیتیں جیسا کہ سب جانتے ہیں راگ میں نہیں گائی جا سکتیں اور راگ ہی ایک اعلیٰ
معیار مکمل زبان کی پہچان کا ہے اگر پشتو ناقص زبان ہے تو پشتو راگ بھی مینڈکوں کی
آواز ہے۔ لیکن فارسی بہ نسبت پشتو کے مکمل ہے اسی لئے فارسی میں پشتو سے بڑھ کر
راگ ہے افریقہ کے وحشیوں کی اگر زبان نامکمل ہے۔ تو ان میں اعلیٰ راگ بھی موجود
نہیں۔ راگ زبان کا جوبن ہے جس طرح مکھن دودھ کا سار ہے جس طرح پھل درخت
کا نتیجہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح راگ زبان کا عطر اور زبان کی جان ہے جسطرح بغیر سانس
لئے انسان زندہ نہیں کہلا سکتا ٹھیک اسی طرح وہ زبان یا فقرے جو راگ کے طور پر
نہیں گائے جا سکتے مردہ ہیں۔ قرآن کی آئیتیں راگ میں نہیں گائی جا سکتیں اور قرآن میں
راگ کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں ہے۔ پس قرآن کی زبان بیچ پچ ایک بیابانی زبان ہے
اسکو رنگیز اور فصیح کہنا سراسر غلطی ہے۔ فصاحت کا معراج راگ ہے قرآن سے فصاحت

ڈھونڈھنا ایسا ہے۔ جیسا کہ چڑیوں سے دودھ حاصل کرنیکی کوشش کرنا جس پھول میں رنگ و بُو نہیں وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ ہی کشش کرسکتا ہے خوبصورتی کو ڈاکٹر لوگ کمال کا نام دیتے ہیں۔ جو چیز ہمکو قدرتاً کشش کرسکتی ہے وہ اپنے اعلیٰ پن کا ثبوت دیتی ہے کون ایسا ہے جو اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اگر کوئی چیز مردہ دلوں کو ابھار سکتی پژمردہ دل کو پھول کی طرح شگفتہ کرسکتی اور غم آلودہ روح کو تسکین دے سکتی ہے۔ تو وہ راگ ہی ہے موذی سے موذی جانور سانپ بھی راگ سے متاثر ہوکر اپنی کایا پلٹ لیتا ہے ہرن بھی راگ کیلئے کان کھڑے کرتے ہیں۔ جنگی بہادر عین لڑائی کے موقع پر راگ کے ویراس سے۔ دلیر ہوتے ہوئے مردانہ وار قدم اُٹھاتے ہیں پتھر دل بھی راگ سے موم ہو جاتے ہیں یوگ سے دوم درجہ پر راگ ہی ہے جو کہ دل کو خدا کی عبادت میں یکسو کردیتا ہے اور اسی راگ کو مکمل فصاحت کہتے ہیں۔ وید منتر سُر سے راگ میں گائے جا سکتے ہیں سام وید جو کہ طریقہ عبادت کو خاص طور پر بتلاتا ہے وہ گویا راگ مجسم ہے لیکن قرآن کے اندر راگ ڈھونڈھنا اور فصاحت کیلئے جستجو کرنا سراسر لاحاصل ہے پس قرآنی آیات ہرگز ہرگز مکمل خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتیں۔ بیابان کے لوگوں کی بنائی خشک پھیکی غیر فصیح عربی زبان میں قرآن کے ہونے سے ہم اسکو کبھی الہامی زبان والا نہیں کہہ سکتے جو چیز خدا کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ مکمل اور عیوب سے مبرا ہوتی ہے لیکن انسان کی بنائی ہوئی چیز عیوب سے پُر ہوتی ہے اس لئے عربی ہرگز خدا کی عطیہ زبان نہیں بلکہ سنسکرت کی نہایت بگڑی ہوئی حالت ہے عربی کے بہت سے الفاظ یا تو بالکل سنسکرت سے بگڑے ہوئے ہیں یا فارسی ہندی عبرانی وغیرہ اُن زبانوں سے بگڑ کر بنے ہیں جو کہ دراصل سنسکرت سے بگڑ کر بنائی گئی ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنسکرت میں پرمیشور کا نام آتما [illegible] ہے رو یکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۷ اور آتما کے معنے یہ ہیں کہ جو تمام دنیا کو قابو رکھے اسی سے بگڑ کر اللہ بنا ہے

| سنسکرت | عربی | سنسکرت | عربی |
|---|---|---|---|
| آتما | اللہ | ردی | رب |
| یدھ | جہاد | (ہندی) ما | اُم |
| آپت | آفت | کپور | کافور |
| ہندی: چندن | صندل | ترپھلا | اطریفل |

| سنسکرت | عربی | سنسکرت | عربی |
| --- | --- | --- | --- |
| ،،سو | صاد (بمعنے اچھا) | ،،آشرا | عاصرہ |
| ،،ورگ | ورق | ،،سرد | صرد |
| ،،اشیت | شتا | ،،انت کال | انتقال |
| ،،من | منا | ،، نیت | نیت |
| عبرانی) ایلی ایلی لما سکبتنی | الہی الہی لما سبقتنی | ،، حبات | حبات |
| (سنسکرت) جبھ بمعنی پکڑنا - | جنب (بغل میں لینا) | ،، ناگ | ناقہ (اونٹنی) |
| انگریزی کیمل | جمل | ،، بانی | بیاین |
| سنسکرت) وید | بدا (ظاہر ہونا) | | |

بید کے معنے عربی میں ظاہر کئے گئے ہیں

| | | | |
| --- | --- | --- | --- |
| ہندی) مورت | سورت | پنجابی اے جنان منیا | ایہا الذین امنو |
| پنجابی) دان | مدین | ،، نہ جات | نجات |
| ،، کیسا | کیفہ | | |

جس طرح بعض سنسکرت کے الفاظ ہ لگنے سے مثلاً امبا کا مونث بنتے ہیں اسی طرح عربی الفاظ کا حال ہے مثلاً ملکہ زوجہ

| | |
| --- | --- |
| ہندی میں ویہ | بیع |
| (پنجابی) برمن | برن |
| (ہندی) کٹم | قبیلہ |

(نمبر ا نوٹ) قبطی (مصری لوگ) جنہیں سے فرعون تھا وہ تناسخ مانتے تھے -

بہت سے عربی لفظ عبرانی سے بگڑے ہیں اور عبرانی سریانی سے بگڑا ہی ہر لعد سریانی (سریانی) کا معرب ہے یورپین علما کی رائے ہے کہ عبرانی عربی سے بڑھکر (اصلی) ہے ہ سورگباشی پنڈت گوردت جی کہا کرتے تھے کہ لفظ عرب سنسکرت کے آریہ وا یا (آریوں کا راستہ) سے بنا ہے -

نمبر ۲ نوٹ) بائد جمع بیدی کی (ماننے والا وید کا) عرب کی پرانی تاریخ سے پتہ ملتا ہے کہ عرب کے قدیم باشندے بائد کہلاتے تھے - اور انکے دو خاندان تھے ایک طسم (سام)

اور جدلیس رجادو ونش) اور ان کے کہا جاتا ہے کہ اخبار نہیں ملتے۔

مجھے ایک دوست نے اطلاع دی کہ فلاں مولوی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اُسنے ثابت کیا ہے۔ کہ ہندی اور سنسکرت الفاظ عربی سے ملتے ہیں۔ اور نتیجہ نکلا ہے۔ کہ سنسکرت یا ہندی عربی سے نکلی ہے۔ میں نے اسکو کہا کہ اگر وہ واقعی اس بات کو ثابت کرسکا ہے۔ کہ سنسکرت یا ہندی الفاظ عربی سے مشابہت رکھتے ہیں تو پھر صرف ایک غلطی کو جو اُسنے کی ہے میں درست کرونگا۔ اُس نے کہا کہ اس نے کیا غلطی کی۔ میں نے کہا کہ نتیجہ غلط نکالا وہ بولا کیسے میں نے کہا سنو بھائی۔ دو شخص اگر ایک دوسرے جیسی شکل رکھتے ہوں اور ایک کی عمر پچاس سال کی ہو اور دوسرے کی بیس کی تو ان میں سے آپ کسکو باپ اور کس کو بیٹا کہینگے۔ اُسنے کہا۔ کہ جو عمر میں بڑا ہو میں نے کہا بس یہی دلیل یہاں لگالو۔ اگر عربی اور سنسکرت الفاظ بالکل متشابہ ثابت ہو جائیں تو پھر صاف نتیجہ نکل سکتا ہے کہ عربی جو کہ سنسکرت سے بہت پیچھے بنی وہ سنسکرت کی پوتی ہے اور اسی بات کو فلالوجی دان (زبان کا علم جاننے والے) اور ہم آریہ لوگ آگے ہی مانتے ہیں پس ہمارے لئے یہ خوشخبری ہے۔

ہمہ دان خدا کا کام غلطی سے مبرا ہے۔ خدا نے اگر دنیا کی پیدائش کے وقت سورج کو بنایا۔ تو اسکو اُسکے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا نے اگر یہ قاعدہ رکھا ہے کہ درخت نیچے سے اوپر کی طرف اُگیں۔ اور انسان کی دو ٹانگیں ہوں۔ اور گدہے کے سینگ نہ ہوں تو کبھی خدا اس قاعدہ کو نہیں بدلیگا۔ جیسا کہ آج تک اُسنے نہیں بدلا ہاں اگر خدا ہمہ دان نہیں اور بھول چوک کرنے والا ہے تو اس کو جس وقت اپنی غلطی سوجھے گی۔ اس کی درستی کرلیگا۔ اگر خدا نے شروع میں ویدبانی (سنسکرت) میں الہام نازل کیا تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کی عادت بدل گئی یا اسکی فطرت الٹ گئی یا اسکو اپنی غلطی سمجھی کہ اُسنے مکمل زبان کو چھوڑ کر ایک ناقص غیر فصیح بیابانی عربی زبان کی مدد لی اور الہام نازل کیا لو حیرانی ہے یا یہ کہ دنیا میں سب سے زور آور رہا۔ دشمن یا انسان کی چیز کوئی تباہ نہیں کرسکتا کیا خدا کمزور ہو کہ وہ اُس زبان کو جسمیں کہ اُسنے پہلے الہام دیا تھا دشمنوں سے بچا نہیں سکا کیا وہ زبان کسی نے تباہ کردی تھی یا کوئی تباہ کرسکتا تھا ہمارا خدا تو ایسا کمزور نہیں ہے کہ اس کی کسی چیز کو کوئی تباہ کرسکے اور نہ ہی ہمارے خدا کے

کے الہام کو کوئی تباہ کر سکتا ہے - جسطرح کہ وہ سورج پہلے بنا بنا کر پھر
بار بار نہیں بناتا - اسی طرح ہمارا خدا بار بار الہام نہیں بھیجتا اور تماشہ یہ
ہے کہ مسلمان لوگ محمد صاحب پر الہام نازل ہونیکی ضرورت کے تو قایل
ہیں لیکن کیوں نہیں مانتے کہ آئندہ بھی جب قرآن کا الہام (ان وجوہات
کے باعث جن سے کہ پہلا الہام تباہ ہو گیا تھا) تباہ ہو جائیگا تو پھر نیا
پیغمبر اور نیا الہام ہو گا - کیا وہ نہیں سوچتے کہ اگر خدا کے پہلے الہام نہ
رہے تو یہ کیونکر رہ سکیگا - داناآدمی وہ ہوتا ہے جو گزشتہ تجربہ سے سبق
سیکھے مسلمان صاحبان کو گذشتہ تجربہ تو یہ بتلا رہا ہے - کہ کمزور خدا اپنے
پہلے دیے ہوئے الہام اور زبان کی حفاظت نہیں کر سکا اور اس نئے
محمد صاحب پر نیا الہام اوتارا - لیکن افسوس ہے [illegible] ہے بھائی پھر پیغمبر
کیوں سو رہے ہیں - جس الہام اور زبان کو وہ لئے بیٹھے ہیں وہ تو
کبھی نہ کبھی خود ہی نہ رہے گی -

کئی لوگ یہ بھی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انسان میں نئی زبان بنانے کی
طاقت ہی کیوں نہ مان لیجاوے - جس طرح کہ انسان گھوڑے طبغرا و بنا
سکتا ہے - اسی طرح یہ زبان بھی بنا سکتا ہے -

امریکہ کے عالم اینڈریو جیکسن ڈیویس نے اس خیال کی نہایت زبردست تردید
کتاب ہارمونیہ جلد ۱ میں کی ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان کوئی کہانی
یا گھوڑہ بالکل اپنے من سے نیا نہیں بنا سکتا - مثلاً فرض کرو کہ کسی
گپتی نے دوت کی شکل ایسی بنائی ہے - یعنے ایک

ایسا انسان جس کے سر پر سینگ ہیں اور اُسکے کان ہاتھی کے کان کی مانند اور دانت ہاتھی کے دانت کی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں اس قسم کی شکل کے بنانیوالے نے اگرچہ من مانا گھوڑ ھ لکا ہی لیکن دراصل غور سے سوچیں تو اُنہیں سے کوئی چیز بھی نئی (ایجاد کردہ) نہیں۔ کیا دنیا میں جیوانوں کے سینگ نہیں ہوتے کیا ہاتھی کے باہر نکلے ہوئے دانت نہیں ہوتے اگر اس نے کچھ کیا ہے۔ تو وہ یہ کہ سینگ کا غلط استعمال کیا ہی۔ یعنی اگر وہ بیل کی تصویر بناتا تو اسکو سینگ وہاں اُسکے سر پر لگانے چاہئیے تھے لیکن اُسنے بباعث جہالت اُن سینگوں کو انسان کے سر پر لگانا چاہا ہی۔ اور یہی اسکی غلطی جہالت کمزوری اور وہم پن کا ثبوت ہی پس جب ہم کہتے ہیں کہ اس شخص نے من گھڑت مسالہ نکالا ہی۔ یا غلطی کی ہی تو ہمیشہ ہماری مراد ہونی چاہئیے کہ اس نے اودیا کے کارن مِتھیا ویوہار یعنی غلط استعمال کیا ہے اور غلط سمجھا ہی یعنے مِتھیا گیانی ہے سنسکرت میں لفظ اودیا کے معنے ودیا کے خلاف کے ہی ہیں اس لئے ہمیں جہالت را ودیا کو راستی یا علم کے خلاف معنوں میں لینا چاہیئے کہ یہ انسان کوئی نئی ایجاد کر سکتا ہے۔ فسانوں کے بنانے والوں نے شرارتاً سچے معنوں کو الٹا یا اور بعد ازاں اب تک لوگ اُلٹے ارتھوں کو مانتے ہوئے ہیں لیکن اس سے جہاں فسانوں کے بنانیوالوں کی ناقص عقل کا ثبوت ملتا ہے۔ وہاں اس سے یہ مراد نہیں لینی چاہیئے کہ انہیں نئی چیز یا نیا مسئلہ بنانیکی طاقت تھی اس تمثیل سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی انسان زبان بنانیکی قابلیت نہیں رکھتا البتہ جو زبان کہ قدرت نے دے رکھی ہی اسکو الٹ پلٹ کم و بیش کر کے ایک ناقص صورت میں بنا لیتا ہے اور اسکو غلطی سے سمجھتا ہے کہ میری ایجاد ہے۔ دراصل وہ اُس کی غلطی اور اودیا کا اظہار ہے نہ کہ اسکی ایجاد ہی۔

ہربرٹ ڈاکٹر ہکسلی ایم ڈی۔ کا قول ہے کہ ڈاکٹری کا اعلیٰ اصول جو میں نے عمر بھر میں سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ قانون قدرت کی پیروی کرو ورنہ بچ جسکے معنے یہ ہیں کہ قدرت مکمل ہے اسپر انسان کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ انسان کی ترقی کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے تئیں اُسکے مطابق چلائے۔ نہ کہ جہالت میں پڑ کر قدرتی اشیاء کا غلط استعمال کرتا ہوا۔ دُکھ اٹھائے اور پھر اس دکھ کو اپنی جہالت سے اپنی ایجاد کہتا جائے۔

رسالہ نمبر ۲ میں بندہ لکھ چکا ہے۔ کہ آریہ لوگ علم اور زبان اور انکے تعلق کو ودیا الہام کہتے ہیں میں جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے مسلمان صاحب علم کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے بلکہ قرآن کو خدا کی طرف

سے مانتے ہیں۔ قرآن اور علم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قرآن میں کوئی بھی علم یعنے سائنس
ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ جناب شاید اس بات کے قائل ہونگے کہ قرآن لوہاروں کی کتاب
نہیں اور مختلف سائنس کا ذکر قرآن میں بالکل نہیں ہے۔ جس وقت آپ اسبات کو مان
لیں گے کہ قرآن کے معنے علم کے ہیں۔ تو تب میرا فرض ہوگا کہ میں ثابت کر کے
دکھاؤں کہ قرآن جامع العلوم نہیں ہے۔ لیکن اسوقت میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا
آپ میری الہام کی اس تعریف سے متفق ہیں یا نہیں؟ شاید آپنے جو لکھا ہے کہ ہمیں
بھی وہ کسی قدر" مسلم ہے۔ اُسکے یہی معنے تو نہیں کہ آپ قرآن کو علم کے معنوں میں
لیتے یا اگر وہ کسی قدر" کا مطلب اور کچھ ہے تو واضح کر دیجئے مشکور ہوں گا۔ لیکن میں پھر
عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم الہام کو علم اور وہ ذریعہ جس سے علم ظاہر کیا جاتا
ہے۔ یعنے زبان کے معنوں میں لیتے ہیں ہمارے نزدیک وید علم اور زبان کے
باہمی تعلقات کا نام ہے۔

جناب نقرہ نمبر ۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں
میں کہتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے۔ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو کیا اُسکے
یہ معنے ہونگے کہ قلم اس آدمی کی ہو گئی۔ اگر کوئی شخص اپنی مطلب براری کیلئے میری کسی چیز کا
استعمال کرتا ہے تو کیا جس سے وہ اُسکا مالک ہو سکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ محمد صاحب کے والد کے وقت میں
عربی برابر عرب میں بولیجاتی تھی۔ خدا نے اگر عربی زبان میں اپنے دوست محمد صاحب کو کچھ کہا تو کیا خدا عربی
زبان کا اس سے مالک بن بیٹھا اور خاص قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت محمد صاحب لوگوں کو
کہتے تھے کہ مجھپر آیات اُترتی ہیں۔ اُسوقت کئی لوگ ویسی ہی آیتیں بنا کر اُنکے پاس لیجاتے
تھے۔ اگر عربی خاص خدا کی زبان ہوتی تو پھر محمد صاحب کے مخالف بغیر سیکھے اس پر
قابض کیوں ہو گئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت صاحب کے مخالفین کو عربی زبان میں آیت بنانا یا
کلام کرنا بالکل نہ آتا کیونکہ عربی زبان خدا نے حضرت کے سوائے کسی کو تبلائی ہی نہیں۔ اگر ایسا
نہیں یہ بات نہیں بلکہ ملک کی زبان مروجہ کا خدا نے بھی استعمال کیا تو پھر بے تعصب اشخاص بلا شبہ مان
سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ (عربی) خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ اگر پنجابی میں خدا کسی سے کلام کرتا ہو۔ تو پنجابی
پنجاب کے باشندوں کی زبان رہیگی یا اس سے خدا کی زبان ہو جائیگی مگر ویسی انگریزی زبان میں کلام کر سکتے ہیں تو کیا
کوئی اہل عقل مان سکتا ہے کہ انگریزی ہندوستانی آدمی کی زبان بن گئی البتہ اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا

یہ زائد اضافہ ہے۔ بیگانی شے کو استعمال کرتا ہوا اسکو درست ہونے کے بجائے خود نالائق ہو بیٹھا
پس آپ کا یہ کہنا قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں درست نہیں۔

(ب) اگر بالفرض مان لیا جائے کہ عربی خدا کی زبان ہے۔ تو کیا خدا ازلی ابدی ہے
یا نہیں اگر ہو تو پھر عربی زبان کبھی فنا نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن قیامت کے بعد پھر
سرشٹی (پیدائش) کا ہونا مسلمان نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ عربی زبان قیامت تک
رہیگی بعد ازاں ایسی فنا ہوگی کہ پھر کبھی نہیں اوٹھیگی

اب مولوی صاحب پرلے کے وقت میں وید کا کیا حال ہوگا۔ اسکی بابت ہم سے
پوچھتے ہیں۔ واضح رہے کہ جیسے آپ کا خدا قیامت کے ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا
اسی طرح ہمارے پرمیشور اور اوسکے اوصاف کبھی پرلے کے ہونے سے فنا نہیں ہوجاتے
علم خدا کی صفت ہے پس یہ علم یعنی وید خدا کے وجود میں برابر بنا رہتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ اگر
ہمارے شہر میں بادل ہوجاویں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بادلوں نے سورج کو درحقیقت ڈھانپ
لیا۔ سورج جوں کا توں بنا رہتا ہے۔ لیکن ہماری آنکھوں کو بادل ڈھانپ لیتے ہیں۔ اسکو سورج
معلوم یا دکھائی نہیں ہوتا گو ہماری حالت بدلجاتی ہے ٹھیک اسی طرح وید ہمیشہ خدا کے
علم میں بنے رہتے ہیں جب کہ پرلے کی روپی رات کی حالت میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں
لیکن جب پرلے کے بعد سرشٹی روپی دن طلوع ہوتا ہے اور ہماری بیداری کی
حالت ہوتی ہے تو اسوقت ہم وید روپی سورج کو پھر محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ سائنس
دان دو الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی Latent اور Patent
جن کے معنے مخفی اور ظاہر کے ہیں۔ گر موم بتی بجھ جاتی ہے تو اسکے معنے یہ نہیں کہ
وہ حرارت جو موم بتی کے اندر تھی وہ فنا ہوگئی۔ بلکہ وہ حرارت لیٹنٹ یعنی حرارت لطیف
حالت میں موجود ہے۔ گو ہماری حس اس لطیف شے کو محسوس نہ کرسکیں اگر کوئی اندھا کہے کہ
سورج ہی فنا ہوگیا تو یہ غلط ہے۔ پس پرلے جاری رہتا ہے نہ کہ معدوم ہو۔ جب خدا پرلے کے وقت
میں فنا نہیں ہوتا تو پھر کیونکر اسکی صفت علم یعنی وید کا فنا مانا جائے اسلئے رشی سوامی جی کا
ستیارتھ پرکاش میں یہ ماننا کہ وید کا فنا نہیں ہوتا۔ عین عقل کے مطابق ہے۔ آپکا اشتباہ
وید کا غلط و سیاہی کو ماننا لغو ہے۔

(س) آگے آپ پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سنسکرت ہی بول سکتا ہے اور دیگر زبانوں سے نا واقف ہے۔

اول تو آپ کا یہ لکھنا ہی ٹھیک نہیں کہ خدا بول سکتا ہے بولنا وغیرہ انسان پر عاید ہو سکتا ہے نہ کہ خدا پر۔ آپ مانتے ہونگے کہ خدا انسان کیطرح بولتا ہے۔ لیکن ہم لوگ خدا کو انسانہ نہیں مانتے خدا پر بیرنا (تحریک) کیا کرتا ہے نہ کہ بولا کرتا ہے۔ اور اس تحریک سے جو زبان انسانی حلق زبان وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے وہ وہی زبان ہے جسکو کہ طبعی زبان یا سنسکرت بہاشہ کہتے ہیں۔ موٹے طور پر آپ کے ہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا اگر بولتا ہے تو اوسی زبان پر بولتا ہے۔ جو کہ دُنیا بھر کی زبانوں میں کمل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کا وصل اوسی شخص کو ہوتا ہے جو دُنیا بھر کے انسانوں میں سب سے بڑھ کر نیک چلن ہے۔ تو کیا اسپر کوئی یہ کہنے لگ جائیگا کہ کیوں جی خدا کا وصل چوروں بٹ ماروں۔ قصابوں اور شراب خوروں کو کیوں نہیں ہوتا۔ کیا خدا نے چور بدمعاش کو پیدا نہیں کیا۔ تو اسکا جواب دانشمند یہی دینگے کہ خدا ناقص العقل اور کمزور روحوں سے جاننے کے نا قابل ہے کیونکہ وہ خود کمل ہے اسلئے کمل انسان ہی اُسکو پا سکتا ہے۔ اب جو یہ کہا جاتا ہے کہ " کیا خدا ویدک زبان سنسکرت کے سوائے کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا " تو اسکا یہ جواب ہے کہ خدا اپنی کمل زبان سنسکرت کو چھوڑ کر کیونکر عربی وغیرہ لوگوں کی ناقص زبان سنوارتا پھرے۔ کیا اگر اوسکو (بفرض محال) دوبارہ الہام دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو دوبارہ کیا وہ اپنی ہی ویدک زبان میں الہام نہیں دے سکتا تھا۔ کیا اُسکی فطرت میں نقص آگیا۔ یا وہ اپنی پہلی حالت سے گر گیا کہ لوگوں کی بنائی ہوئی ناقص زبان کو اپنے الہام کا ذریعہ بنانے لگا؟ کیا وہ اپنی قدرتی زبان کا سرمایہ کھو بیٹھا یا کیا ہوا؟ آگے چلکر مولوی جیا فرماتے ہیں کہ کیا خدا دیگر زبانوں سے " ناواقف " ہے۔

میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے خدا کو انسان سمجھ رکھا ہے۔ یا کیا۔ زبانوں سے واقف ہونا یا نہ ہونا یہ باتیں تو انسان پر عاید ہو سکتی ہیں نہ کہ خدا پر۔ کیا اگر کوئی کہے کہ خدا کی بے شمار بیویاں ہیں تو انکو دہتا کیا کہیں گے وہ اپنی دلیل میں کہہ سکتا ہے۔ کیا خدا (شما) بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ خدا جو کچھ انسانکی

(۵) گو کوئی سمجھے ہی نہ (مفتی)

بابت جانتا ہے۔ وہ انکی زبان سیکھ کر جانتا ہے۔ اس سے تو انسان خدا کا اُستاد ٹھہرتا ہے
کل کو اگر کوئی نئی بگاڑ کر زبان نکال جاوے تو شاید خدا کو سیکھنے کی ضرورت پڑے۔
کیا بیشمار حیوانات چرند و پرند کے دل کی خدا نہیں جانتا ہوگا۔ وہ تو انسان کی طرح زبان
نہیں رکھتے۔ اگر خدا زبان جاننے سے ہی کسی کے دل کی جان سکتا ہے تو گونگے انسانوں کے دل کی
باتیں خدا نہیں جانتا ہوگا۔ مولوی صاحب سوچئے تو سہی کہ خدا کے لئے زبان کی کیا ضرورت
ہے۔ زبان تو انسان کے استعمال کیلئے اُسنے بخش رکھی ہے۔ خدا نے ہمارے لئے
پھل پیدا کئے ہیں۔ نہ کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے۔ خدا نے سورج چاند ہمارے لئے بنائے
ہیں۔ نہ یہ کہ وہ بغیر سورج اور چاند کے دیکھ نہیں سکتا۔ زبان کی ضرورت ہمیں ہے نہ کہ خدا
کو۔ خدا اُس بچہ کے دل کی بھی جانتا ہے۔ جو کہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ خدا کے جاننے
یا واقف ہونیکے لئے زبان کی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر کسی زبان کے تابع ہو کے کل جانوروں
کے دلوں کی باتیں جو کہ دوسرا انسان کبھی جان نہیں سکتا جانتا ہے کیونکہ وہ انترِ یامی
اور سرب دیاپک ہے۔ ہاں اگر مولوی صاحب پورانیوں کی طرح یہ مان رہے ہیں۔
کہ چونکہ خدا قادرِ مطلق ہے اس لئے جو چاہے کر سکتا ہے۔ تو پھر بندہ کی عرض ہے کہ
خدا مر سکتا۔ اور چوہڑا کو بن سکتا۔ یا دوسرے خدا کو بوجہ قادرِ مطلق ہونے کے پیدا
کر سکتا ہے۔ اگر آپ قادرِ مطلق (سرب شکتیمان) کے یہ معنے لیتے ہیں کہ خدا اپنے کاموں
کے کرنے میں کسی کا محتاج نہیں تب تو درست ہے۔ ورنہ آپ اِن سوالوں کا جواب
دیں کہ کیا خدا چوہڑا کو وغیرہ وغیرہ یعنے جو چاہے سو بن سکتا ہے۔
درخت نیچے سے اوپر کی طرف اُگتے ہیں۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو کہ خدا نے باندھ رکھا
ہے اسکے برخلاف خدا نہیں کرتا۔ اسی طرح الہام جس مکمل زبان میں انسان کو خدا سکھاتا
ہے اُسکو وہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ اور اگر بدل سکتا ہے تو خدا ایک متلون المزاج انسان
کی مانند ہے۔
اسی فقرہ میں جناب لکھتے ہیں کہ "گلستاں بوستاں کو اخلاقی کتاب
مان کر کوئی اس عذر سے کہ وید کی زبان میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا گویا خدا کو
دیگر زبانوں سے ناواقف بتلاتا ہے۔

لہ عام ہندوؤں پر چوٹ ہے (منشی)

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۶ پر جو جواب دے چکا ہوں اُسکی طرف آپنے توجہ نہیں کی۔
میں نے لکھا تھا اگر گلستاں بوستاں میں بقول آپکے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اُس
تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جُز کہنے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی
جائے تو میں کہنے کو تیار ہوں۔ کہ اِس نہر میں بھی گنگا کا سا پانی ہے۔ یا گنگا کا ہی پانی ہے۔
ٹھیک اسی طرح گلستاں بوستاں اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہو۔ اگر انمیں بالکل سچائی
کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہنے کو تیار ہوں کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ جملہ
سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے۔ اور اِسی وجہ سے برابر وید کی ہے۔ ہمارا تو سراسر دعویٰ ہے
کہ دُنیا بھر کی کتابوں میں جو جو سچائی ہے۔ وہ وید کی ہے"۔

اگر کوئی شخص دریا سے نکالکر برتن میں پانی ڈالتا ہے تو اس حالت میں پانی وہی رہتا
ہے جبکہ برتن قدرتی نہیں رہا۔ اس لیئے دریا کے پانی کو دریا کا پانی اور گلاس کے
پانی کو گلاس کا پانی کہنا درست ہے۔ اسی طرح دُنیا بھر کی کتابوں میں خواہ وہ کسی زبان
میں کیوں نہوں۔ جو جو سچائیاں ہیں وہ وید کی سچائیوں کا جزو ہیں لیکن وہ سچائیاں اگر قدرتی
حالت میں دیکھنا چاہو تو اونکو وید منتروں کی شکل میں دیکھ لیجیئے جس طرح اگر کوئی گلاس کے پانی کو
دیکھکر پانی کو قدرتی حالت میں دیکھنا چاہئے تو اوسکو دریا وغیرہ میں دیکھنا چاہئے اگر میری میز پر ایک گلدستہ
ہے تو اسکے پھول انکو دیکھکر آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پھول اچھے باغ کے ہیں لیکن اگر اِن پھولوں کو انکی اصلی حالت
میں دیکھنا چاہو تو پھر آپ باغمیں پودوں کے ساتھ لگے ہوئے دیکھنے چاہئیں۔ کیا جوہری
کی دوکان پر موتی دیکھکر ہم نہیں کہا کرتے۔ کہ یہ دراصل سمندر سے آتے ہیں۔ اسیطرح
دُنیا بھر کی کتابوں میں سچائیاں دیکھکر کہنا پڑتا ہے کہ یہ سچائیاں وید سے نکلی ہیں یا وید کی ہیں
البتہ جسکو مخزن کہا جاتا ہے اسکا پہلے ہونا ضروری ہے۔ اگر گلدستہ کے پھولوں کو ہم
باغ کے پھول کہتے ہیں۔ تو باغ کا جو گلدستہ بننے سے پہلے ہونا ضروری ہے پس قرآن بائیبل
وغیرہ کتابوں کے وجود سے پیشتر وید کا ہونا لازمی ٹھہرتا ہے۔ اور اس بات کو ہم تو کیا دُنیا کے محقق
ماننے کو تیار ہیں کہ انسان کے کتب خانہ میں ویدوں سے پُرانی اور پہلی کوئی کتاب نہیں۔
خدا نے اگر عربی میں الہام کیا تو انپر بڑا دھبہ لگیگا۔ کیونکہ عرب کے باشندے اُس الہام کو فوراً سمجھ لینگے
جبکہ دیگر ملکوں کے باشندوں کو عربی سیکھنا مشکل ہے بلکہ کئی پچاس کروڑ آبادی ہندستان

۵ کروڑ آبادی کا کیا اُنکو کچھ خیال نہیں۔ یورپ اور امریکہ کی آبادی عرب کی آبادی سے
عرب کی آبادی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کل دنیا کی آبادی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا نے محض
عربیوں کیلئے عربی زبان میں الہام کیوں اُتارا۔ عربیوں کی طرفداری اُسکو کیوں منظور ہے؟ اگر
ہر ایک ملک کی زبان میں ہر ایک کی سہولیت کیلئے الہام دینا ہے تو کم از کم آج کل روس انگریزی
زبان میں کیوں کوئی الہام نہیں اُتارا۔ روسی چینی پشتو۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی۔
ترکی۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ لاطینی۔ وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانوں میں اسکا الہام اُترنا
چاہیئے۔ عرب کے جنگلی لوگوں سے خدا کو خاص محبت کیوں ہے۔ اگر آپ کی بات درست ہے
کہ خدا سب زبانوں سے واقف ہے۔ تو اسکا جواب دیجئے کہ خدا نے ان زبانوں میں الہام کیوں
نہیں اُتارا تھا۔ یا ان زبانوں میں اُس نے پہلے الہام کیوں نہ اُتارا۔

ہمارے دعوے کی طرف خیال کیجئے۔ ہم لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے ابتدائے پیدائش اُس وقت
وید کا پرکاش کیا۔ جبکہ دنیا بھر میں کوئی زبان بنی ہی نہیں۔ اور جو زبان کہ خدا نے پہلے
سکھائی وہی سب کی مادر زبان ہے۔ اور وہ سنسکرت یعنے ویدک زبان آجکل بھی سبکو مساوی
محنت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص ملک کی زبان نہیں۔ ہندو پنڈت
وید منتروں کے سمجھنے میں اتنی دقت یا سہولیت پاتے ہیں جتنی کہ جرمنی کا طالب علم وید منتروں کے
سمجھنے کیلئے پاتا ہے۔ اگر وید سنسکرت ہند کی زبان ہوتی تو جملہ ہندو دھرم مہاتماؤں کے پنڈت
وید منتروں کے معانی کرنے کی قابلیت رکھتے۔ لیکن یہ لوگ سنسکرت یعنے مروجہ سنسکرت سے
بالکل نرالی ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ ویدک بھاشا کبھی کسی کی زبان نہیں اور اِن معانی میں وید بھی خدا پر
کوئی بے انصافی کا الزام عائد نہیں ہو سکتا جبکہ قرآن کا خدا عربیوں کا طرفدار ٹھہرتا ہے وہاں
قدرت کا خدا کسی کا طرفدار ثابت نہیں ہوتا۔

**فقرہ ششم**۔ اس فقرہ میں جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ پرکاش[۱]
کے معنے الہام کے نہیں ہیں۔ اور پھر لکھتے ہیں۔ کہ اس مضمون سے تو کچھ نہیں
ہوگا"۔ اور آگے چلکر ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ "پرکاش کے معنے ظاہر کرنا" ہے
کیا آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجودہ معدوم نہ تھی۔ جبتک اُسکو خدا نے ظاہر
نہیں کیا۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ چونکہ وید کے مثل دیگر شے رکھا ہے اوس نے وید کی نسبت پرکاش کا

۱؎ صفحہ (۲۲) کتاب ہذا۔

حکم لگا دیا ہے۔ تو کیوں آپ ہنیگا دہنگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں ذرا قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے تاکہ آپکو معلوم ہو کہ عربی الہام کسکو کہتے ہیں اگر تمکو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ قرآن کو عربی کرکے اُتارا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۱۹ پر مولوی صاحب فرما چکے ہیں کہ الہام کے معنے دل میں ڈالنے کے ہیں۔ بعکس اس جگہ جناب کی تحریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ الہام کے معنے اُتارنے کے ہیں۔ مولوی صاحب اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا"۔ کہ آپ "دل میں ڈالنے" کے معنے اوتارنے سے کریں۔ کیا خدا کہیں چھت پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کتاب کو اوپر سے نیچے اوتارتا ہے۔ کیا جو آج بارش ہوئی ہے۔ وہ خدا نے نہیں اتاری۔ اسی طرح متکلم قرآن کے نزدیک چونکہ قرآن بھی مثل بارش وغیرہ اشیا کے ہے۔ اس لئے اس نے قرآن کی نسبت اوتارنے کا حکم لگا دیا تو کیوں آپ "دہنگا دہنگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں"۔

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۸ پر آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ प्रकाश [illegible] "دیگیر" سے اور [illegible] (اجایت) یہ دو فعل منتر میں آئے ہیں اور ان دونوں الفاظ کو سوامی ایک عام فہم سنسکرت لفظ پرکاش کا مترادف تبلایا ہے۔ پرکاش کے معنے ظاہر کرنا تو آپ نے خود تسلیم کرلئے اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ پرکاش بہ نسبت الہام کے بہتر لفظ ہے یعنے "ظاہر کرنا" بہ نسبت "ڈالنے" یا "اُتارنے" کے زیادہ موزوں ہے۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ہم "ظاہر کرنے" کی خوبی کو سمجھ سکیں ہمیں سب سے اول اس بات پر سوچنا چاہئے کہ ہمارا اصلی مدعا کیا ہے؟ دو شخص کہہ رہے ہیں کہ ان دونوں کتابوں کی تعلیم منجانب انسان نہیں بلکہ منجانب خدا ہے اور دونوں حوالیات دے رہے ہیں۔ گویا اصلی مدعا ہر دو فریق کا یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی متبرک کتاب کی تعلیم کا ظاہر کنندہ خدا کو ثابت کریں۔ اور جو خدا کو ایسا ہونا ثابت نکر سکے۔ اسکی کتاب گویا قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی یعنے انسان کی بناوٹ سمجھی جاویگی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "کیا مجھکو اور آپکو خدا نے ظاہر نہیں۔ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے"۔ میں کہونگا بیشک مجھکو آپکو سورج

ا صفحہ ۔ کتاب ندا۔ ۲ صفحہ (۱۵) کتاب ہذا

اور چاند وغیرہ سبکو خدا نے ظاہر کیا ہے۔ اور میں آپ سے پوچھتا ہوں چاند وغیرہ قدرتی اشیاء کہے جاتے
ہیں۔ میرا آپکا اور سورج چاند وغیرہ سب کا منبع یا ظاہر کنندہ خدا ہے۔ پس جب سورج
چاند وغیرہ اشیاء کے ساتھ لفظ "ظاہر ہونا" مستعمل ہوتا ہے۔ اور وہ مصنوعی نہیں
سمجھے جاتے تو کیا اگر وید کے ساتھ لفظ "ظاہر ہونا" لگایا جاتا ہے۔ تو وہ مصنوعی سمجھے جائینگے
نہیں نہیں بلکہ یہ مانا جائیگا کہ چونکہ۔

(بیان) سورج کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔

(نتیجہ) اس لیئے سورج قدرتی ہے۔

(اب اگر کوئی کہے کہ) وید کو خدا نے ظاہر کیا ہے (تو کیا یہ نتیجہ نہیں نکلیگا کہ) وید بھی قدرتی
ہے (اور یہی بحث کا مدعا تھا)۔

قطع نظر اسکے عالم لوگ عموماً خدا کی صفات اور خدا کے فعلوں کا ذکر کرتے ہوئے لفظ
"ظاہر کرنے" کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ قدرت خدا کا ظہور ہے
خدا اپنا انصاف ظاہر کر رہا ہے جس طرح کہ انصاف خدا کی صفت ہے اور اسکے لیئے ظاہر کرنا
مستعمل ہوتا ہے تو اگر کوئی خدا کے علم (وید) کی بابت ظاہر کرنے کا لفظ استعمال کرے تو کیا
اس سے وہ علم خدا کی صفت نہیں رہے گا؟ وید چونکہ خدا کا علم ہے
اس لیئے بہترین لفظ ظاہر کرنا ہی ہے۔ جو کہ وید کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے اور
مثال لیجئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی دانائی اور بزرگی اس سے ظاہر ہوتی ہے اور
خدا کی جملہ صفات اور جملہ افعال کے متعلق ظاہر کرنے کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پھر
میں نہیں سمجھتا کہ کیوں خدا کے علم یعنے وید کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہ ہو۔
بلکہ پرکاش ظاہر کرنا کے مقابلہ پر "ڈالنا" اور "اوتارنا" کیسے بھدے
الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ کجا آتما میں پرکاش کرنا اور کجا دل میں ڈالنا؟ ڈالنا اور
اوتارنا خدا کی صفات اور خدا کے افعال کو ظاہر کرنے کے لیئے ناکافی ہیں مثلاً۔

(الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔
(الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اس سے ڈالے جاتے ہیں۔
(الف) " " " " اوتارے جاتے ہیں۔

(ب) ﴿ (ب) خدا نے اُسکے دل میں اپنا الہام ظاہر کیا۔
(ب) " " " " " ڈالا۔
(ب) " " " " " اوتارا۔

(ج) ﴿ (ج) خدا کا علم دل میں ظاہر ہوتا ہے۔
(ج) " " " ڈالا جاتا ہے۔
(ج) " " " اُتارا جاتا ہے۔

د ﴿ (د) یہہ تمام عالم خدا سے ظاہر ہوتا ہے۔
(د) " " " " ڈالا گیا ہے۔
(د) " " " " اُتارا گیا ہے۔

ح ﴿ (ح) اس سے خدا کی قدرت۔ دانائی۔ کاریگری علم۔ پاکیزگی محبت انصاف اور مہربانی ظاہر ہوتی ہے۔
(ح) " " " " " " " " " " ڈالی گئی
(ح) " " " " " " " " " " اُتاری گئی

ط ﴿ (ط) وید یعنے علم خدا کا ظہور ہے۔
(ط) " " خدا سے ڈالا گیا ہے۔
(ط) " " " اوتار اگیا ہے۔

ایک آدمی اشویاں (ریلگاڑی) میں سوار ہو کر لاہور جاوے اور وہ ریلگاڑی کا بھی اگر اشویاں والا اپنے دوسرے بھائی کو کہے کہ میں اور تم دونوں بذریعہ سواری کے آئے تو کیا اس سے ریلگاڑی اور بیلگاڑی مساوی ہو گئی۔ اگر میں نے پرکاش سے حالے لفظ کو الہام سے ادا کر دیا تو کیا اس سے پرکاش کے معنوں میں فرق آ گیا ہاں بیشک میں نے غلطی کی کہ ایسے فصیح لفظ کے لئے خطوط وحدانی میں ایک ناقص لفظ لکھدیا۔ مولوی صاحب کا قول ہے کہ "آپنے لفظ پرکاش نکالا جسکو آپنے دعوے کے لئے کافی نہ جان کر بریکیٹ میں (الہام) کر کے لکھا ہے"۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے مختصر طور پر ثابت کر دیا ہے کہ میرے دعوی کیلئے لفظ پرکاش ناکافی نہ تھا بلکہ آپ کا لفظ الہام آپ کے دعوے کے لیئے ناکافی ہے۔ اور لفظ الہام سے بھی

ناقص اور ناکافی لفظ اُتارا ہے جو کہ آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

آگے چلکر مولوی صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ "وید بھی مثل دیگر شئے کے ہے۔ اِس لئے خدانے اُس کے لئے بھی پرکاش کا حکم لگا دیا" میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں کہ وید (علم) بھی خدا کی صفت ہے۔ اور خدا کی جملہ صفات پرکاش سے جب ظاہر ہو سکتی ہیں تو کیوں وید کے لئے یہ لفظ استعمال نہ ہو۔ مولوی صاحب کی طرز پر اگر کوئی یہ دلیل کرے کہ گھوڑا ہے۔ پانی ہے سورج ہے۔ اور ساتھ ہی کہو خدا ہے۔

اور کہے کہ خدا بھی مثل دیگر اشیا کے ہو گیا۔ کیونکہ ہے کا لفظ سب اشیاء کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ تو کیا مولوی صاحب ماننے کو تیار ہونگے اور اگر نہیں تو پھر کیوں ویسے ہی اعتراض کر کے "کھینچ تان" اور "دھینگا دھینگی" کرتے ہیں۔

ہاں بیشک مولوی صاحب نے خود ہی ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مثل دیگر اشیاء کے ہے کیونکہ وہ رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۲۴ پر یہ لکھتے ہیں کہ

"اگر تمکو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔"

مولوی صاحب کی اس عبارت نے ظاہر کر دیا کہ مسلمان لوگ قرآن کو مثل آریوں کے وید کی طرح خدا کی طرف سے نہیں مانتے۔ آریہ لوگ تو الفاظ اور انکے معانی یعنے علم کے باہمی تعلق کو وید کہتے ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ وید ایک عرصہ کے بعد رشیوں نے لکھے اور پہلے وید لکھے ہوئے کتابوں کی شکل میں نہ تھے۔ بلکہ اُن رشیوں کے حافظہ میں محفوظ تھے۔ اور علم و عقل کے ذریعہ سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے کہ مجسم کل علم مجسم خدا علم کا ظہور دلوں میں بذریعہ تحریک کر سکتا ہے۔ نہ کہ کتابیں لکھ کر یا جلد باندھ کر آسمان سے پتھروں یا اولوں کی طرح پھینکتا ہے۔ مولوی صاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب کا نام ہے نہ کہ خدا کے علم کا۔ وید کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وید (علم) ایشور پرکاشت ہیں تو اُس وقت ہماری کبھی یہ مراد نہیں ہوتی کہ وید کی کتاب خدا کی طرف سے ہے انہی کبھی شاستروں یا ویدوں میں وید کو "وید پُستک" یعنے وید کی کتاب کہہ کر نہیں پکارا بلکہ الہام۔ جو کہ (کلام الہی) وید بانی (کلام وید) ایشوری گیان (وغیرہ ناموں سے پکارا

ہے ۔ وید کا ایک اور نام بہی ہے ۔ جسکو کہ شرتی (شنیدہ علم) کہتے ہیں اور عام طور پر سب جانتے ہیں کہ کل دُنیا کے محقق اور مؤرخ آریوں کی کُتب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ یعنے شرتی اور سمرتی ۔ شرتی ۔ (شنیدہ علم) کے اندر صرف ویدونکو ہی لیتے ہیں

پس مولوی صاحب میرے خیال میں آپ کا اور ہمارا فیصلہ ہوگیا ۔ آپ وکن کو مجازاً ہیں اور ہم اُنکو آپ لکہی لکہائی کتاب کے اُتارنے کا نام کلام اللہ مان رہے ہیں ۔ جو کہ لفظوں میں لوگوں کو مغالطہ دینا ہے ۔ دراصل آپ کا قرآن خود کہہ رہا ہے ۔ کہ میں کلام اللہ نہیں بلکہ تحریر اتاری ہوئی ہوں آپ لفظ کتاب کے معنے بدل نہیں سکتے ۔ کتاب کے معنے غیاث اللغات میں مفصل دئیے ہوئے ہیں ۔ (دیکہو غیاث اللغات صفحہ ٢٩٥) اور اُن معنوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ لکہی ہوئی چیز کا نام ہی کتاب ہو سکتا ہے اور قرآن کے متعلق کتاب کا لفظ قرآن کے اندر اور بہی کئی مقامات پر مستعمل ہوا ہے ۔ جس سے اسی خیال کی تائید ہوتی ہے ۔ کہ قرآن لکہی ہوئی کتاب اُتاری گئی تہی ۔ چنانچہ دیکہئے میں چند اقتباس قرآن سے ہی پیش کرتا ہوں ۔

## از سورۃ البقر

(١) اس کتاب میں کچہہ شک نہیں اہل خوف کے لئے ہدایت ہے ۔ (آیت اول)

(٢) جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے اگر تمہیں اُسمیں کچہہ شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ ۔ اور خدا کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو . . . . . . . . . . . . . . (آیت ٢١)

(٣) جو کچہہ بیتے (محمد پر) اُتارا ہے اُسکو مان لو وہ مصدق ہے تمہاری کتاب کا . . . . . . . . (آیت ٢٨)

(٤) تمنے تو کتاب پڑہی ہے کیا نہیں سمجہتے . . . . . . . . . . . . (آیت ٤١)

(٥) جب ہم نے کتاب اور فرقان موسیٰ کو دیا کہ شاید تم ہدایت پاؤ (آیت ٥٠)

(٦) بعض ان میں ان پڑہ آدمی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے .. خرابی ہے انکی جو اپنے ہاتہوں سے کتاب لکہتے اور پہر کہتے ہیں کہ یہ خدا سے ہے (آیت ٧٢)

(نوٹ، ذٰلِکَ الکِتٰبُ وغیرہ کتاب گویا قرآن میں کتاب کا لفظ خوبی میں وجود ہے (آریہ)

(۷) کتاب کی بعض بات مانتے اور بعض بات کا انکار کرتے ہو (آیت ۷۹)

(۸) ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے (آیت ۸۱)

(۹) جب ان کے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی (قرآن) جو ان کی کتاب کا مصدق ہے ۔ .. .. .. .. .. .. .. (آیت ۸۳)

(۱۰) اور جب انہیں کہا جائے کہ جو خدا نے (محمد پر) اُتارا ہے ۔ تم اسے مانو کہتے ہیں ہم اسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اُترا ہے ...... اور انکی کتاب کا مصدق ہے .. .. .. .. .. .. .. ... (آیت ۸۵)

(۱۱) تو کہہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے اسنے تیرے دل پہ باذن خدا قران نازل کیا جو کتب سابقہ کا مصدق ... ... ہے ...... ... (آیت ۹۱)

(۱۲) ہم نے تیری طرف کھلی آئتیں نازل کی ہیں ......... (آیت ۹۳)

(۱۳) جب خدا کی طرف سے انکے پاس رسول آیا جو انکی کتاب کو سچ بتلاتا تو ... کتاب کو پیچھے ڈالا وہ جانتے نہ تھے .. .. .. .. .. .. .. .. . (آیت ۹۵)

(۱۴) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں نہیں چاہتے کہ تم (مسلمانوں) پر تمہارے خدا سے کوئی بھلی بات نازل ہو ۔ لیکن خدا جسے چاہے رحمت سے مخصوص کرتا ہے .. .. .. .. (آیت ۹۹)

(۱۵) جو آئت (قران) ہم منسوخ کر دیتے یا (محمد کو) بھلا دیتے ہیں تو اُسے بہتر یا اسی کی مانند اور آیت پہنچا دیتے ہیں .............. (آیت ۱۰۰)

(۱۶) اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں .. .. .. .. .. .. (آیت ۱۰۳)

(۱۷) اور ان سب نے کتاب پڑھی ہی ہے .. .. .. (آیت ۱۰۷)

(۱۸) بعضوں (اہل عرب نے) کہا اللہ ہم سے کیوں نہیں بولتا ۔ یا ہمکو کوئی نشان ... انکے اگلوں نے بھی انہیں کیسی بات کہی تھی ...... ہم نے اہل یقین کے لئے (قران کی) آئتیں بیان کر دی ہیں ......... (آیت ۱۱۲)

(۱۹) جنکو ہم نے کتاب دی اور وہ اسکو جیسے پڑھنا چاہئے پڑھتے ہیں وہی اس کے مومن ہیں اور جو اسکا منکر ہے وہی خسارہ میں

ہیں ہیں ............ (آیت ۱۱۵)

(۲۰) مکہ والوں سے ایک رسول اٹھا جو تیری آئیتیں اُنہر پڑھے۔ اور اُنہیں کتاب اور حکمت سکھلائے .. .. .. .. (آیت ۱۲۳)

(۲۱) نیکی یہ ہے کہ آدمی خدا پر اور آخری دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے .. ......... (آیت ۱۷۷)

# از سورہ آل عمران

(۲۲) اُس نے تجھہ پر سچی کتاب اتاری ہے کہ اگلی کتابوں کی مصدق ہے اور اُس سے پہلے توریت انجیل کو اتارا تھا......... (آیت ۲)

(۲۳) اُس نے تجھہ پر کتاب اتاری اُسمیں بعض آئتیں پکی ہیں (آیت ۵)

(۲۴) کیا تو نے اُنکی طرف نہیں دیکھا جنکو کتاب میں سے کچھہ حصہ ملا ہے۔ وہ خدا کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں .. .. .. (آیت ۲۲)

(۲۵) جب خدا نے سب نبیوں سے یہ اقرار لیا تھا کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے .. .. .. .. .. .. (آیت ۷۵)

# از سورہ النساء

(۲۶) اے کتاب والو جو کچھہ ہمنے (محمد پر) تمہاری کتاب کا مصدق اوتارا ہے۔ تم اُسپر ایمان لاؤ ............ (آیت ۵۰)

(۲۷) ہم نے تیری طرف یہ کتاب بہ راستی اتاری ہے ......... (آیت ۱۰۶)

(۲۸) اے محمد ہم نے تیری طرف الیسا الہام بھیجا ہے جیسا ہم نے نوح اور اُس کے بعد نبیوں کی طرف بھیجا تھا اور جیسا الہام ابراہیم و اسمعیل اور اسحاق و یعقوب اور اُس کے بارہ بیٹوں کو اور عیسےٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کو دیا تھا۔ اور داؤد کو ہم نے زبور دیا ... (آیت ۱۶۱)

(۲۹) خدا نے موسیٰ سے باتیں کی تہیں ......... (آیت ۱۶۲)

(۳۰) جو کچھہ تجھہ پر اتارا ہے اُسکے بارہ میں خدا گواہی دیتا ہے کہ
کہ اُس نے وہ بعلم خود اُتارا ہے۔ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ
گواہ کافی ہے .. .. .. .. .. .. .. .. .. .. (آیت ۱۶۴)

## از سورہ مائدہ

(۳۱) مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں
بھی تمہیں حلال ہیں .. .. .. .. .. .. .. (آیت ۷)

(۳۲) تیری طرف (اے محمد) ہم نے سچائی سے کتاب اتاری ہے (آیت ۵۲)

(۳۳) جب تم اُنکی حقیقت ایسے وقت میں پوچھتے ہو کہ قرآن اُتر رہا ہے تو
انکا بھید تمہارے لئے کھولا جائیگا .. .. .. .. .. (آیت ۱۰۱)

## از سورہ انعام

(۳۴) اگر ہم تجھہ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کریں اور وہ اپنے
ہاتھوں سے اُسے ٹٹولیں تو بھی کافر کہینگے کہ یہ صریح جادو ہے .. (آیت ۷)

(۳۵) اور وہ کہتے ہیں کہ (محمد پر) کوئی فرشتہ کیوں نہ اترا اگر ہم
فرشتہ اُتارتے تو بات ہی فیصل ہو جاتی ہے۔ پھر انکو مہلت بھی نہ ملیگی (آیت ۸)

(۳۶) اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بناتے تو اُسے آدمی بناکے بھیجتے .. .. (آیت ۹)

## از سورہ اعراف

(۳۷) یہ کتاب تیری طرف اُتاری گئی ہے .. تاکہ تو اس کتاب
سے لوگوں کو ڈرادے .. .. .. .. .. (آیت ۱)

## از سورہ نحل

(۳۸) جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب

جانتا ہے جو اتارتا ہے .. .. .. .. (آیت ۱۰۳)

(۳۹) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ اہل مکہ کہتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھلاتا ہے (یعنے جبر یا ابو فکیہ و یسار و عائش وغیرہ نصرانی جو عقل گر کرہیں تھے - اور اکثر راتوں کو جمع ہوکے حضرت صاحب کو کتب انبیائی پڑھتے تھے) جسکی طرف نسبت کرتے ہیں (کہ فلاں شخص سکھلاتا ہے) اسکی زبان عجمی ہے - اور یہ قرآن صاف عربی زبان ہے .. .. (آیت ۱۰۵)

# از سورہ زخرف

(۴۰) ہمنے اسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم (اہل عرب) سمجھو .. .. (آیت ۲)

(۴۱) اور وہ اصلی کتاب میں ہمارے پاس بلند و باحکمت ہے .. .. (آیت ۳)

# از سورہ قلم

(۴۲) اور قلم کی قسم اور جو کچھ لکھتے ہیں اُسکی قسم .. .. .. (آیت اول)

(۴۳) کہ تو اے محمد بفضل رب دیوانہ نہیں ہے .. .. .. .. (آیت ۲)

# از سورہ جن

(۴۴) تو کہہ مجھے الہام ہوا ہے کہ چند نفر جن (قرآن) سُن گئے ہیں سو انہوں نے کہا ہے کہ ہمنے عجیب قرآن سنا .. (آیت اول)

# از سورہ مزمل

(۴۵) اے کمبل پوش (محمد) .. .. .. .. .. (آیت ۱)

(۴۶) راتکو اٹھ مگر تھوڑا .. .. .. .. .. (آیت ۲)

(۴۷) آدھی رات یا تھوڑا اُس سے کم کر .. .. .. (آیت ۳)

(۴۸) یا اُسپر زیادہ کر اور قرآن کو صاف پڑھ .. .. (آیت ۴)

(۴۹) دن میں تجھے لمبا شغل رہتا ہے .. .. .. .. (آیت ۷)

(۵۰) اپنے رب کا نام یاد کر اور اُسکی طرف خوب متوجہ ہو .. (آیت ۸)

(۵۱) تیرا رب جانتا ہے کہ تو قریب دو تہائی رات کم اور آدھی رات ..
اور تہائی رات اُٹھتا ہے .. .. .. اب قرآن میں سے جسقدر آسان
ہو پڑھو .. .. .. .. .. .. .. .. ..(آیت ۲۰)

## ازسورہ طہٰ

(۵۲) ہم نے تجھ پر آہستہ آہستہ قرآن اوتارا .. .. . (آیت ۳۲)

## (ازسورہ رعد)

یہ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اترا ہے وہ حق ہے (آیت ۱)
اللہ جو چاہے اُسمیں سے مٹا دے اور جو چاہے لکھ دے * . . . . . . (آیت ۳۹)

## (ازسورہ حاقہ)

جو کچھ تم دیکھتے ہو اُسکی قسم کھاتا ہوں۔ (آیت ۳۸)

اور جو تم نہیں دیکھتے (اُس کی بھی قسم۔ (آیت ۳۹)
(ب) کہ یہ قرآن ایک بزرگ رسول کا قول ہے۔ (آیت ۴۰)

## (ازسورہ دخان)

واضح کتاب کی قسم (آیت اول)

ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اُتارا تھا (وہ شب برات تھی) ہم ڈرانے والے تھے۔ (آیت ۲)

## (ازسورہ طور)

لکھی ہوئی کتاب (قرآن) کی قسم (آیت ۲)

(جو کہ) کشادہ ورق میں (ہے) (آیت ۳)

(نوٹ) الف کی تصدیق کے لئے کہ قرآن کا خود لکھنا جانتا ہے سورہ انعام کی آیت ۳۸ دیکھنی چاہئے۔
چنانچہ وہ یہ ہے کہ ۔ .. .. کوئی چیز نہیں کہ ہم نے کتاب میں نہ لکھ رکھی ہو۔

(ب) معلوم ہوتا ہے کہ قرآن دراصل رسول کا قول ہے اور خدا تو صرف منشی ہے *

اگر قرآن میں الہٰی تحریر یا دستاویز کے معنوں میں ہی کتاب کا لفظ مستعمل ہوتا تو وہ اور بات تھی لیکن قرآن میں سینکڑوں جگہ کتاب کا لفظ قرآن کے لئے آیا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے اسبات کی تائید میں زیادہ اقتباس پیش کرنا نہیں چاہتے۔ علاوہ بریں یہ بات اسقدر صاف ہے۔ اسلئے بجز بر نظر خود مولوی صاحب کی تحریر موجود ہے پس صاف ثابت ہو گیا کہ قرآن کے الہام کے معنے عربی زبان میں ایک لکھی ہوئی کتاب کے اترنے کے ہیں۔ یہ کتاب کس نے لکھی کہاں لکھی کس چیز پہ لکھی کب لکھی۔ اور کس ستارے یا سیارے یا دیگر مقام سے کس طرح نیچے پہنچی۔ اور وہ کس طرح عرب میں خاص خدا کے بندے کے گھر آ گری یہ سوال ہیں جن کا جواب دینا قرآن کو الہامی ماننے والوں کا فرض ہے۔ اگر خدا کو ٹائپ پریس کا علم ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ کتاب لکھنے کے بجائے اسکی کئی کاپیاں چھاپ ڈالتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھاپے اور ٹائپ کی بابت سے بے بہرہ ہے۔ کیا وہ خدا جو کسی خاص مقام سے کتاب نیچے اتارتا ہے۔ کبھی سرو بخیط کل کہلا سکتا ہے۔ کوئی عقلمند ایسے مقامی خدا کو ہرگز ہرگز محیط کل نہیں کہہ سکتا۔ اگر خدا انسان کی روح کے اندر موجود ہے تو کیا وہ بذریعہ تحریک اپنے علم کا پرکاش (اظہار) نہیں کر سکتا تھا جب کتاب لکھ کر اتارتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ کسی خاص مقام گوشہ نشین ہو۔ کیا اس سے نشانہ باندھ کر پھینکی گئی تھی؟ بہتر تو تھا کہ بارش کیطرح کتابوں کا مینہ برسا دیتا۔ یا کتابوں کے درخت ہی لگا دیتا اب کیا خدا نے کتاب کا مخلصہ توڑ دیا۔ کتاب کرۂ ہوائی کی رگڑ سے جل بھن کر خاک کیوں نہ ہو گئی جبکہ اب خدا نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ کوئی ٹھوس شے کرۂ ہوائی کی رگڑ سے نہ بچنے۔

اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں کوئی کتاب دیدی جاوے اور استاد کچھ نہ بتاوے تو کیا وہ بچہ عالم ہو سکتا ہے؟ خدا نے کتاب اتارنے کے بعد ضرور آ کر پڑھایا ہو گا اور معانی سمجھائے ہونگے ورنہ جبتک نہیں پڑھایا ہو گا تب تک کتاب ایک فضول شے کا کام دیتی ہو گی۔ خدا نے یہ عبث یہ کتاب اتارنے کا تکلیف کیا جبکہ اسکو سکھانا پڑا یہ کہ مختصر کتاب لکھی ہوئی ہاتھ میں دیدینے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہ اس نے پہلے ہی الفاظ اور انکے معانی کا پرکاش روح میں کر دیا۔ اور وہ ادنیٰ سا کام کتاب لکھنے کا جو کہ انسان سے کرنے کا ہے۔ اور جسکو کہ ملہم انسان خود یا انسے تعلیم پائے ہوئے انسان کر سکتے ہیں۔ کیوں کرکے اپنی خدائی کو بٹہ لگایا۔ اگر انسان کے کام خدا کرتا ہے تو وہ ضرور روٹی دال بھی کبھی پکا کر کھلاتا ہو گا جب وہ اسکی کتاب

اکہتا ہے۔ تو کیوں نہ اُس کے کپڑے سئے۔

پس ظاہر ہوا کہ کتاب اوتارنے سے یا کتاب کو کسی خاص بندے کے ہاتھ میں دیدینے سے خدا الہام نہیں دے سکتا۔ کیا کتاب مثل میز کرسی مادی شئے کے نہیں اور اگر ہے تو کیا میز کرسی کسی کے ہاتھ میں رکھ دینے سے کبھی میز کے پکڑنے والا کائنات کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر کر سکتا ہے تو تمام جلد ساز جو لکھی ہوئی کتابوں کو پکڑتے اور تمام کتب فروش جو ہاتھ ان کتابوں میں کھیلتے ہیں۔ عالم اور ملہم ہو جاتے ہیں جب کوئی شخص باخبر یا عالم نہیں ہو سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ ہمہ دان خدا بھی کبھی ایسا عبث کام کر سکتا ہے کہ لکھی ہوئی کتاب کسی کو دیدے جبکہ لینے والا اس علم سے عالم نہیں ہو سکتا۔

اب یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے۔ کہ قرآن جبکہ کتاب کی صورت میں نازل ہوا تو قرآن بوجہ کتاب ہونے کے ایک حادث اور فانی شئے ٹھہری۔ قرآن فانی شئے ہے لیکن وید فانی شئے نہیں کیونکہ وید علم کا نام ہے اور وہ علم خدا کی صفت ہے پس وید علم خدا کا وصف ہونے سے خدا کی طرح ازلی ہے۔

مولوی صاحب فرماتے تھے کہ "وید مثل دیگر اشیاء کے ہے" لیکن در اصل ثابت یہ ہوا کہ وید علم مثل دیگر اشیاء کے نہیں بلکہ قرآن جو کہ کتاب کا نام ہے وہ مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ لہذا

## "قرآن مثل دیگر اشیاء کے ہے اور فانی ہے"

ابھی تک تو میں نے صرف "اتاری ہوئی کتاب" ان الفاظ کا متعلق کچھ خیالات پیش کئے اب میں ان الفاظ کی طرف آتا ہوں۔ کہ "جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے" اس کے متعلق میرا سوال ہے کہ کیا دیگر انسان خدا کے اپنے بندے نہیں ہیں۔ اگر خدا کے اپنے بندے نہیں تو کیا کسی دوسرے خدا کے بندے ہیں۔ اگر دوسرے خدا کے بندے ہیں تو پھر خدا دو ہو جائیں گے ایک زبردست بڑا خدا جسکے بیشمار بندے ہیں اور ایک کمزور بیچارہ نام خدا جسکا کہ صرف ایک ہی بندہ ہے۔ اگر کہو کہ خدا ایک ہی ہے اور ایک ہی خدا کے سب بندے ہیں۔ تو پھر یہاں اپنے بندے کیوں لکھا۔ اور اگر سب اسکے اپنے بندے ہیں تو وہ سب کو مساوی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اسکو اپنے سب بندوں پر لکھی ہوئی کتاب اتارنی چاہئے تھی کتاب اتارنے کی اگر صرف شرط اپنا اور بندہ

ہوتا ہے تو آپ نے۔ اور بندے تو سب ہیں پھر کتاب سب پر کیوں نہیں اُتاری۔ اور کیا سب بندے اب بھی اُس کے بنے نہیں اگر ہیں تو اب سب پر اگلی ہوئی کتاب کیوں نہیں اُتارتا۔

اب ہمیں اس آیت کے دوسرے حصے کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر تم کو شک ہو تو اُس جیسی کتاب یا ایک ٹکڑا لے آؤ۔"

واضح ہو کہ شک پیدا ہونیکی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں۔ (الف) کسی کتاب کی تعلیم یعنے علمی مسائل دقیق ہونا (ب) اُنکا ناقص اور علم و عقل کے خلاف ہونا۔ صورت اول میں شک کرنے والے کی نا قابلیت پائی جاتی ہے۔ اور صورت دوم میں تعلیم کا ناقص اور خلاف عقل ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ آیت زیر بحث میں یا دیگر مقام پر یہ کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا علم و عقل کی کتاب ہے۔ لہذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ لوگوں کو شکوک اس لئے پیدا ہوئے کہ قرآن کی کہانیاں علم و عقل کے خلاف نہیں۔ اور اگر یہ سچ ہے تو قرآن اپنا آپ ہی رد کر رہا ہے اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب قرآن کے علمی مسائل دقیق تھے۔ اس لئے شک پیدا ہوا تو اسکو قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیکر یہ دعویٰ دکھلانا چاہئے کہ قرآن علمی مسائل سے پُر ہے یا علمی کتاب کا مترادف ہے۔ جبکہ قرآن علمی کتاب ہی نہیں تو پھر اسمیں دقیق علمی مسائل کہاں سے آ گئے جب تک کہ قرآن یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں علمی کتاب ہوں۔ تو ہم کیونکر باور کر لیں کہ وہ علمی کتاب ہے۔

جبکہ صورت اول قائم نہ رہی تو صورت دوم آ جائیگی۔ اب ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ اہل عقل اُسکو سُنکر یا پڑھکر شک میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پُرانوں کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ عالم لوگوں کو شک میں ڈالتی ہے۔ اچھا جبکہ قرآن کی تعلیم ہی ناقص ہونے کی وجہ سے شک کے پیدا کرنے والی تھی تو خدا نے بجائے اقبال کرنے کے ٹالمٹول کا جواب کیوں دیا۔ سب سے بہتر جواب تو یہ تھا کہ شک اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ یہ ناقص ہے لیکن خدا نے عجیب جواب دیا کہ اس جیسی کتاب لے آؤ۔

یہ ممکن ہے کہ بعض محمدی بھائی برابر یہی کہیں کہ قرآن کی علمی تعلیم ضرور دقیق ہے اس لئے شکوک پیدا ہوئے ہونگے۔ اچھا ہم اگر اس کو فرض بھی کر لیں تو پھر خدا کا جواب سراسر ناقص ثابت ہوتا ہے کیا اگر ایک نوجوان اقلیدس پڑھتے وقت کسی علمی اصول کی بابت شک کرے

تو اُستاد خدا کی طرح یہ جواب دینا چاہئے - کہ اگر تمکو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے
آؤ - کتاب نہ لاسکنے کی بھی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں - اچھا تو پھر اگر وہ نوجوان اقلیدس جیسی کتاب
نہیں لاسکتا تو کیا نہ لاسکنے کے باعث اُسکا شک دور ہوجائے گا - کالجوں میں روزمرہ پروفیسر
طلبا کو علمی مسائل سمجھاتے ہیں اور بارہا طلبا کہا کرتے ہیں کہ ہمیں یہ شک ہے - لایق اُستاد دوبارہ
سہ بارہ سمجھا کر اُنکی روحانی سیری کرتے ہیں - اور طلبا استادوں کی ہدائیت کے مطابق چلتے
ہوئے سوچنے غور کرنے سے اپنے شکوک کو آخرکار رفع کر لیتے ہیں - لیکن خدا کی طرح اگر
پروفیسر یہ جواب شک کرنے والے طلبا کو دینے لگ جائیں تو بس، پھر کیا کہنی کالجوں کا ہی
خاتمہ ہو جائے - کوئی پروفیسر کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہتا کہ چونکہ تمکو منطق کے مسائل
کی بابت شک ہے - اس لئے منطق کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ اور نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ چونکہ
تمکو علم کیمیا کے اصول سمجھ میں نہیں آتے - اس لئے علم کیمیا کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ - بلکہ ہمیشہ
لایق اُستاد مختلف مثالیں (الفکار) دیکر دقیق رموز کو سمجھاتے ہیں - اور طلباء کو ہمیشہ اس
قسم کی ہدایات کرتے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے اُنکی عقل تیز ہو اور ان کے اندر دقیق گتھیاں سلجھی
باتوں کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے - ویدوں میں ستسنگ کی ہدائیت ہے جس سے یہ مراد ہے
کہ اعلیٰ درجہ کے یوگیوں اور عالمانِ باعمل کی صحبت سے دقیق ویدک مسائل کے متعلق جو
شکوک گرہستی لوگ رکھتے ہوں وہ روزمرہ اُن سے دور کریں اور کئی مقام پر یوگ ابھیاس
کرنے اور گوشت اور شراب چھوڑنے کی ہدایات وید میں موجود ہیں جنکا کہ مقصد یہ بھی ہے - کہ
لوگوں کی عقل تیز ہوسکے -

اگر عربی لوگوں کو یہ شک ہوتا کہ اس قرآن کی بہت سی کاپیاں مکہ کے شہر میں ہیں تو تو
خدا کا یہ جواب درست ہوسکتا - کہ بہت جلد یہ نہیں اور اگر نہیں ملتے تو ڈھونڈ ہتے پھرو -
لیکن اگر لوگوں کا اُسوقت یا اب بھی قرآن کی تعلیم کے متعلق یہ شک ہے یعنے وہ یہ کہیں
کہ قرآن کی تعلیم سچی نہیں تو پھر کیا خدا کا یہ جواب اور ٹالمٹول کہ میری جیسی کتاب کے ٹکڑے
لاؤ کبھی شک کا جواب یا شک کو دور کرنے کا ذریعہ کہلا سکتا ہے -؟
میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے سے خدا کا کیا مطلب ہے - کہ " اُس جیسی کتاب کا ٹکڑا لے
آؤ " کیا خدا نے قرآن میں کہیں یہ بھی کہا ہے کہ تمہیں جس چیز کی نسبت شک ہو اُسکو سے اُس

بیسی چیز ڈھونڈ ھتے پھرا کرو۔ مثلاً اگر تمکو ہمارے بنائے ہوئے سورج یا چاند پر شک ہے تو اُن جیسے سورج یا چاند لے آؤ۔ اور اسی طرح درخت پہاڑ سمندر وغیرہ کے متعلق شکوک ہوں تو سمندر پہاڑ وغیرہ کے ٹکڑے لے آؤ۔ اگر کسی کم فہم شخص کو خدا کی ذات پر ہی شک ہو تو کیا خدا یہ کہیگا۔ کہ تم مجھ جیسے خدا کا ٹکڑا لے آؤ۔ شک کا جواب برہان قاطع سے دینا لازم تھا۔ نہ کہ اسطرح سے کہہ کر ٹالدینا تھا۔

اچھا فرض کیا کہ قرآن جیسی لکھی ہوئی کتاب عرب میں نہ تھی تو کیا اس سے پھر قرآن الہامی کتاب ہوسکتی ہے؟ دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو کہ خواہ وہ بری ہوں یا بھلی اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ مثلاً ایک آدمی ہے جو کہ سخت بدخط ہے اور کوئی بھی آدمی اس بات میں اسکا ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ بدخط آدمی لوگوں کو کہے کہ دیکھو میرا خط لاثانی ہے۔ اسوجہ سے میں الہامی ہوں۔ اگر تم مجھ کو یا میرے خط کو الہامی نہیں مانتے تو مجھ جیسا خط لاکر دکھاؤ تو اس دلیل کو مان کر قرآن تو کیا دیگر سینکڑوں کتابیں محض لاثانی ہونیکی وجہ سے الہامی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ۔

**قرآن جیسی کتاب اور کوئی نہیں۔ اس لئے یہ الہامی ہے**

ہم کہہ سکتے ہیں کہ

اقلیدس جیسی کتاب اور کوئی نہیں (تو کیا یہ نتیجہ نہ نکلے گا)۔ کہ اس لئے اقلیدس الہامی ہے۔

اس قسم کی بیسیوں مثالیں ناظرین خود سوچ سکتے ہیں۔ الہامی کتاب کو جملہ کمالات اور خوبیوں میں لاثانی ہونا چاہئے۔ نہ کہ کوئی کتاب جو کہ عیب میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو الہامی کہلا سکتی ہے۔

یہاں پر قرآن کی کوئی خوبی نہیں دکھائی گئی۔ پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علمی کمالات کا مجموعہ قرآن ہے اور اس بات میں لاثانی ہے۔ ہاں اب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است۔ اسکی مثال قرآن کا دیدی ہے۔

اب رہا یہ فقرہ کہ ہم نے الہام کیا ہے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈرا دے اور گرد و نواح کے لوگوں کو۔ اس فقرہ کو پڑھکر کیا کبھی کوئی عقلمند اسکو خدا کا بیان یا کلام مان سکتا ہے؟ - اول

تو خدا عربی زبان میں جو کہ ملک عرب کی بولی ہے الہام کر کے غیر منصف ثابت ہوتا ہے اور اپنی خدائی کو بٹہ لگاتا ہے۔ مفصل پچھلے فقرہ میں ذکر ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ فرمائیے دوم قرآن کے الہام کا مدعا کیسا ادنیٰ ظاہر کیا گیا ہے یعنے ایک معمولی شہر مکہ اور اُس کے گرد والے لوگوں کو دھمکانا۔ اور طرفہ یہ کہ اُسمیں بھی تمیز نہیں کی گئی کہ بدوں کو ڈرانا یا بھلے مانسوں کو۔ کیا یہ دعویٰ کبھی قدرت کے خدا کا ہو سکتا ہے۔ یہ تو کسی تنگ خیال انسان کی بات ہو سکتی ہے۔ کیا اس مقامی دھمکی کا نام الہام کبھی ہو سکتا ہے؟ کیا خدا کو روئے زمین کی کل نسل انسان کے لئے اپنی تعلیم پہونچانی مقصود نہ تھی۔ صرف مکہ اور اُس کے گرد والوں کو دھمکانا چاہتا تھا۔ اُس کے لئے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ پولیس کے چند سپاہی یا فوج کا ایک دستہ بھیج دیتا تاکہ وہ باغیوں کو دھمکا دیتے۔ واہ یہ خوب عالمگیر اور راحت بخش الہامی تعلیم کا دعویٰ ہے۔ اور مکہ وغیرہ شہر کا ذکر قرآن میں ہونے سے اسکو الہامی کتاب کے درجہ سے بالکل گرا دیتا ہے۔ اگر مکہ کا ذکر ہے تو کلکتہ۔ لنڈن۔ کابل۔ قندہار۔ وغیرہ دُنیا بھر کے شہروں کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ لہذا محض عرب کا جغرافیہ جانتا ہے۔ کیونکہ وہ عربی دان ہے۔ دنیا کا جغرافیہ۔ کیا اُسے نہیں آتا تھا۔ اور کیا وہ کتاب جو انسان کے بنائے ہوئے شہروں کا ذکر کرے وہ کبھی علمی اصولوں کی کتاب (الہامی) کہلا سکتی ہے۔ مکہ کا اسمیں ذکر آنے سے یہ تاریخی یا جاگرفی کی کتاب بن گئی۔ الہامی یا علمی کتاب ہرگز نہ رہی۔ اس بات پر کہ تاریخی کتاب کبھی علمی یا الہامی کتاب نہیں ہو سکتی۔ میں آگے چلکر زیادہ تشریح کے ساتھ بھی بحث کرونگا۔

"تو ... ... ڈرائے" یہ الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ آج کل قرآن کا مدعا فوت ہو گیا ہے اور اب یہ غیر ضروری کتاب ہے۔ کیونکہ حضرت محمد صاحب تو فوت ہو گئے اور قرآن انہی پر اتارا تھا۔ کہ صرف وہ مکہ والوں کو ڈرائیں۔

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن کو عربی کر کے اوتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو۔ ہم بتلاتے ہیں۔ تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بے شک بے خبر تھا۔"

قرآن جبکہ صاف کہہ رہا ہے۔ کہ ہم تجھکو بتلاتے ہیں اور تجھہ کو باخبر کرنے کے لئے ہیں

نازل ہوا ہوں۔ تو پہر حیرانی اور سخت حیرانی کا مقام ہے۔ کہ لوگ اس کو کیوں اپنی ہدایت کے لئے پڑہتے ہیں۔ کیا اگر کوئی خط میں اپنے کسی دوست کو لکھوں اور اسمیں لکہدوں کہ یہ خط صرف تمہارے لئے ہے۔ اور وہ دوست مرجائے اور اُس خط کو اُس کے محلہ والے پڑہنے لگ جائیں۔ تو کیا اُن کو اُسوقت پڑہنا اُس خط کا چھوڑ دینا نہیں چاہئے جبکہ وہ پائیں۔ کہ اُس میں صاف لکہا ہوا ہے۔ کہ فلاں شخص کے لئے لکہا گیا تہا۔ اور باوجود اس قسم کی تحریر کے بہی اگر وہ محلہ والے پڑہتے جائیں۔ اور اُس خط کو ہر خاص و عام کو دکہائیں۔ تو لوگ انکی نسبت کیا کہیں گے۔ کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ پرائیوٹ خط کو عام میں مشتہر کر رہے ہیں۔ ٹہیک اسی طرح خدا نے تو پرائیوٹ طور پر محمد صاحب کو لکہکر کتاب بہیجی تہی۔ اور اس میں صاف لکہدیا تہا۔ کہ

> "ہمنے قرآن کو عربی کر کے اُتارا ہے۔ تاکہ تم سمجہو"
> ہم سُناتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت۔۔۔
> الہام کیا ہمنے تیری طرف اس قرآنکو
> تو اس الہام سے پہلے بے شک بے خبر تہا۔

اب مسلمان بہائی ان الفاظ کی طرف خیال کریں۔ اور خدا کے پرائیوٹ قرآن کو جو کہ اُس نے محمد صاحب کے نام۔۔۔ روانہ کیا تہا پڑہنا چھوڑ دیں۔ کسی کے پرائیوٹ خط کو پڑہنا اچھا نہیں۔ قرآن ہرگز نہیں بتلاتا کہ میں نوع انسان کی رہبری کے لئے ہوں بلکہ صرف محمد صاحب کو باخبر کرنے کیلئے۔ اب چونکہ محمد صاحب فوت ہوگئے لہذا قرآن کا عدم وجود ہمارے لئے بنا بر ہو گیا جن کیلئے قرآن تہا جب وہ نہ رہے تو اُنکی شے کو ہم بنا اجازت خدا کے کیوں لیں۔

عربی کر کے اُتارا ہے" ان الفاظ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ خدا صرف منشی ہی نہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہوا تہا۔ بلکہ وہ مترجم بہی ہے۔ عربی کر کے اُتارنے سے تو پایا جاتا ہے کہ خدا نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور بے شک ترجمہ کا مدعا وہی ہوتا ہے۔ جو کہ خدا نے یہاں پر درج کیا ہے یعنی "تاکہ تم سمجہو" اچہا اگر یہ قرآن عربی ترجمہ ہے تو اصل قرآن کس زبان میں تہا۔ اور اب وہ کہاں ہے۔۔۔؟

آپ کے فقرہ ششم کی اس مختصر سی پڑتال کے بعد اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ الہام کے دعوےٰ جو آپ نے پیش کئے وہ ہرگز دعوے الہام کہلانے کے مستحق نہیں جیسا کہ میں اوپر ہی ثابت کر چکا ہوں۔ اب میں ویدک سے روسے آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ وید نے جو دعویٰ الہام کیا ہے وہ کیسا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں وید منتروں کے حوالجات دے کر اسبات کو واضح کر کے دکھاؤں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ پہلے یہ ثابت کر کے دکھاؤں کہ تاریخی کتاب کبھی الہامی کتاب نہیں ہو سکتی اور پھر مدلل طور پر ثابت کروں کہ دعوےٰ الہام میں کن شرائط کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور پھر اخیر میں منتر دیکر یہ دکھاؤں گا کہ جملہ شرائط صرف وید میں ہی پائی جاتی ہیں۔ قرآن میں وہ شرائط ہرگز نہیں ملتیں۔

اسوقت نہایت ہی مختصر طور پر بتلانا ضروری ہے۔ کہ الہام کی شرائط کیا ہو سکتی ہیں (۱) سب سے پہلے ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ شبد ارتھ اور سمبندھ یعنے ملفوظات مفہومات اور انکے تعلق کا نام الہام ہے عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ الہام علم کا دوسرا نام ہے۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سورج کی روشنی سے کوئی حرارت کو جدا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح علم سے زبان اور اسکا باہمی تعلق کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ پس اگر ہم الہام کے لئے عام طور پر علم کا لفظ استعمال کریں۔ تو اس سے ہمیشہ یہی مراد لیجائیگی جو ہم نے بیان کر دی۔

غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے۔ اور الہام بجز علم کے کوئی علیحدہ شے نہیں ہے علم کا کام بھی سورج کی طرح سبکو روشنی پہونچانا ہے۔ اور الہام کا مدعا بھی یہی ہے۔ اس لئے علم اور الہام میں ہرگز فرق نہیں ہو سکتا۔ پس علم کو الہام کا مترادف لفظ سمجھنا چاہئے۔

(۲) الہام یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرتی کی باتیں یا قصے کہانیاں ہرگز شامل نہیں ہو سکتیں علم سائنس کا مترادف لفظ ہے۔ سائنس یا علم جبکہ قدرتی اور طبعی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں وہاں تاریخی بیانات یا قصے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں۔ اسیوجہ سے مغربی علما بھی علم تواریخ کو ہرگز سائنس یا علم کے معنوں میں نہیں لیتے۔ اور تاریخ کی وقعت انکی نگاہوں میں اتنی ہرگز نہیں جتنی کہ سائنس یا علم کی ہے علم کو وہ طبعی اور قدرتی کے نام سے پکارتے ہیں لیکن تاریخ یا قصے کہانیوں کو وہ مصنوعی کہتے ہیں

میکس میولر کے مندرجہ ذیل الفاظ ہمارے اس بیان کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں ملاحظہ ہو
سائنس آف لنگویج جلد اول صفحہ ۲۰)

"طبعی سائنس (علم) کہا جا سکتا ہے جو کہ خدا کے کاموں کی ماہیت بتلاتا ہے۔
تواریخی علم الانسان کے کاموں کی تشریح کرتا ہے۔ مثلاً روشنی کا سائنس جسمیں کہ روشنی
اور رنگ کے تمام قوانین کا ذکر ہے۔ ایک طبعی سائنس ہے" میکس میولر اس قسم کی بہت
سی مثالات دیکر اپنی تحریر میں یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ علم زبان بھی ایک سائنس ہے اور
اس کا درجہ دیگر علوم کے برابر ہے۔ کیونکہ ابتدائی زبان انسان کی بناوٹ یا ایجاد کردہ نہیں ہے
ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اب یہ دیکھ لینا کافی ہوگا۔ کہ آیا قرآن یا وید کس
میں تاریخی باتیں ہیں۔ اور جس کتاب میں تاریخی باتیں درج ہوں۔ وہ بلاشبہ علمی
یا الہامی کتاب یا سائنس کی بک کہلانے کی مستحق نہیں۔ وید جیسا کہ آریوں کا دعویٰ ہے
تاریخی بیانات سے بالکل مبرا ہے۔ اس لئے وید علمی یا الہامی کتاب کہلا سکتا ہے جبکہ
قرآن جس میں جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہو گیا ہے۔ پیغمبروں کے قصے کہانیاں وغیرہ
درج ہیں۔ ہرگز ہرگز علمی یا الہامی کتاب نہیں کہلا سکتی۔

(۳) خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے۔ گویا وید کا مضمون نامہ ہے
سائنس (علم) کی کتاب خدا کے کاموں کا ذکر کرتی ہے۔ لیکن تاریخی کتاب
انسان کے افعال کا وید کلام الہیٰ ہے۔ کیونکہ یہ قدرت جو کہ فعل خدائی ہے اسکو بیان
کرتا اور اسکے مطابق ہے۔ لیکن قرآن قدرتی اشیاء کا ہرگز علم نہیں دیتا۔ اس لئے یہ مصنوعی
یا انسانی کتاب ہے۔

(۴) الہام دنیا کی پیدائش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے۔
جس طرح کہ آنکھ کے لئے سورج کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ جس طرح بچہ کی پیدائش
سے پہلے خدا اسکی ماں کے پستان میں دودھ کا بندوبست کرتا ہے جس طرح کہ ایک دانا
اور صاحب قدرت باپ اپنے بیٹے کو سفر پر بھیجنے کے لئے ضروری سامان ساتھ ہی مہیا کر دیتا
ہے۔ ہر جگہ قدرت میں خدا نے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ حیوانات اور انسانوں کی ضروریات
مہیا کرنے والی اشیاء انکی ضروریات سے پہلے مہیا ہو جائیں۔ یا اُن کے ساتھ ساتھ۔

عام کہاوت ہے - کہ پیاس کے وقت جو کنواں کھودے وہ دانا نہیں پیاس لگنے سے پیشتر دانا لوگ کنواں کھودا کرتے ہیں - اگر خدا اس دنیا کے ابتدا میں الہام نہ دیتا تو وہ خدا کب کہلا سکتا پہلے سے ہی انتظام کرنا خدا کی دانائی اور ہمہ دانی کا ثبوت ہے - نہ صرف اس لئے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ ہماری بہتری کا مثل والدین کے خواہاں ہے - کیا کوئی باپ جبکہ اس کے پاس چراغ جلانے کی توفیق ہو اپنے بچے کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ سکتا ہے -

خدا نے جب سانس لینے کے لئے ہوا پینے کے لئے پانی کھانے کے لئے پھل میوے اور دیکھنے کے لئے سورج گھومنے کے لئے زمین پہلے سے ہی مُہیا کر دی تو کیا الہام کے بغیر اسکو گمراہ چھوڑ دیا - دوسرے یہی کا نہ ہونا جہالت پر دلالت کرتا ہے اور جس خدا نے پہلے مکمل الہام نہیں دیا اُسپر یہ الزام عاید ہوگا -

(۵) ترمیم تنسیخ اضافہ کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہو سکتی -

خدا چونکہ مکمل ہے اس لئے اُس کے کام بھی مکمل ہیں - قدرت اُسکا کام ہے - اور الہام اس کلام کی تشریح - قدرت کی اشیا اور قدرت کے قوانین جبکہ بے بدل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سچا الہام جو کہ اس قدرت کی تشریح ہے وہ بے بدل نہ ہو جس طرح خدا کی قدرت میں ترمیم تنسیخ کمی بیشی وغیرہ کرنے کی خدا کو ضرورت نہیں پڑتی - اسی طرح قدرت کی تشریح یعنے الہام میں بھی کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہ ہونی چاہئے - سچ تو یہ ہے کہ الہام قدرت کی اشیا سے اس بات میں بڑھکر رہتا ہے نہ کہ کم کیونکہ قدرت میں مادہ جو خدا کی علیحدہ شے ہے - اور جو کہ غیر مدرک اور دیگر صفات والا ہے شدنی ہے اور اسکا جوڑنا یا تبدیل کرنا ایک خاص موقعہ پر ضروری ہے - لیکن علم جو کہ خدائی صفت ہے - علم جو کہ خدا کی ذات میں شامل ہے - اس میں کبھی بھی تبدیلی واقعہ نہیں ہو سکتی - جس طرح کہ مسلمان بھی مانتے ہیں - کہ قیامت کے ہونے پر بھی خدا کی ذات میں تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی - اسی طرح پر الہام یا علم میں کبھی تبدیلی واقعہ نہ ہونی چاہئے اسی وجہ سے ویدوں کا ازلی ابدی ہونا کہا جاتا ہے ممکن ہے میں اُنقص کی گنجائش نہیں ہو سکتی - اگر خدا مکمل ہے تو اُسکا الہام بھی ترمیم تنسیخ وغیرہ سے مبرا ہونا چاہئے ویدوں میں آج تک کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی لیکن مسلمانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے اُسکا کچھ حصہ تبدیل کر کے دوسرے

لوگوں کو الہام دیئے۔ اس لئے وہ الہام اور خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں۔

(۶) قدرتی شے کو کوئی انسان کبھی تباہ نہیں کر سکتا۔:-

جس طرح کہ ایک چیونٹی یا مکھی ہمالہ پہاڑ کو گرا نہیں سکتی۔ ٹھیک اسی طرح جملہ انسان خدا کے الہام یا علم کو تباہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ ایک کمزور آدمی ایک طاقتور آدمی کو گرا نہیں سکتا تو کیا کوئی انسان خدائی الہام کو تباہ کر سکتا ہے۔ کیا آج تک آپ نے کبھی سنا کہ کسی انسان نے سورج یا چاند کو تباہ کر دیا۔ جبکہ کوئی شخص کسی قدرتی شے کو تباہ نہیں کر سکتا۔ تو کیا وہ الہام کو تباہ کر سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ کیا کوئی انسان ہوا کو دو منٹ کے لئے اس زمین پر سے تباہ کر سکتا ہے؟ مسلمان لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن خدا نے اسوقت اوتارا جبکہ پہلے دیئے ہوئے الہام یا تو گم ہو گئے یا تباہ ہو چکے تھے۔ انکے ایسا کہنے سے پایا گیا۔ کہ وہ قدرتی الہام کو ایسی شے مان رہے ہیں۔ جو کہ کبھی گم یا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کمزور خدا سے ہمیشہ کمزوری کے کام ہوتے رہیں گے۔ اگر مسلمانی خدا نے پہلے الہام دیا۔ اور پھر اسکو قائم نہ رکھ سکا تو کوئی وجہ نہیں کہ جو الہام اس نے بقول مسلمان صاحبان اب دیا اسکو قائم رکھ سکے۔ کیونکہ جس کمزوری کی وجہ سے اس کے پہلے الہام گم ہو گئے اسی وجہ سے یہ الہام بھی نہ رہے گا۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ دعوی کہ قرآن کے بعد الہام نہ ہوگا۔ یا قرآن کا الہام تباہ نہ ہوگا۔ ہمارے تجربے اور نیز خدا کی عادت کے خلاف ہے۔

(۷) ہر ایک کلپ کے ابتدا میں الہام کا ہونا ضروری ہے۔:-

جس طرح کہ کلپ کے بعد بھی ایشور اسی مادہ سے بوجہ خود مکمل ہونے کے اسی اور پھر پر چاند سورج بناتا ہوا عین اسی طرح پیدا بناتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر وہ الہی ویدوں کا پرکاش کرتا ہے۔ اور بیشمار دفعہ پہلے یہ وید پرکاش ہو چکے اور آئندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ خدا مادہ اور روح ازلی ابدی ہیں۔ ازلی ابدی اشیاء کا آغاز و انتہا کبھی نہیں ہوا کرتا۔

(۸) ایشور کی کلام اس کی صفات کے مطابق ہو۔ اور اسکو ظاہر کرنیوالی خوبی پیدا ہے:-

| | | | |
|---|---|---|---|
| ایشور مکمل ہے | اس لئے | لازمی ہے کہ | اسکا الہام بھی مکمل ہو |
| ایشور مخزن العلوم ہے | اس لئے | ایضاً | ″ مخزن علوم ہو |

ایشور عادل ہے۔ اس لئے " " عدل سے پُر ہو۔

وغیرہ وغیرہ

(۹) قدرتی اشیاء کی تین خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہے:۔

سورج ایک قدرتی شے ہے اور چراغ ایک مصنوعی چیز۔ چراغ کی روشنی محدود ہے لیکن سورج کی روشنی عالمگیر ہے۔ چراغ میں دھواں وغیرہ موجود ہے۔ جس سے کہ اسکے نامکمل ہونے کا ثبوت مل سکے سورج میں کوئی جزو ایسا نہیں۔ جو کہ ثابت کرے کہ اسکو نامکمل صانع نے بنایا ہے۔ چراغ ہر ایک کیلئے ضروری اور مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ جبکہ سورج سب کیلئے ضروری اور مفید ہے۔

ہر ایک چیز جو کہ قدرتی ہے اُس میں بلاشبہ تین خصوصیتیں ضرور ملینگی

(الف) اُسکا عالمگیر ہونا۔

(ب) اُسکا مکمل ہونا۔

(ج) مفید یا راحت بخش ہونا۔

(۱۰) الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے:۔

الہام چونکہ ایشور کی کلام یا گیان ہے۔ اور قدرت اُسکا فعل ہے اس لئے اگر ہمیں کلام کے پرکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ ہم اُسکو قدرتی قوانین کے ساتھ ملا لیں۔ اگر الہام کا کوئی حصہ قدرتی قوانین کے مطابق نہ پایا جائے تو وہ حصہ سچا نہیں ہو سکیگا اگر کوئی شخص خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو تو ہم اُسکو یہ کہکر خدا کی ہستی کے نشان دیا کرتے ہیں۔ کہ بھائی قدرت کے اندر انتظام اور حرکت موجود ہے مادہ غیر مدرک اور بے حرکت چیز ہے۔ پھر یہ انتظام کہاں سے آگیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ بڑے بڑے منکر قدرت کے بغور مطالعہ سے خدا پرست بن گئے۔ جس طرح پر کہ قدرت خدا ای صفات کو بتلاتی ہے۔ اور منکر کو بھی خدا ثابت کرکے دکھاتی ہے۔ اُسی طرح پر وہ صفات جو خدا کے متعلق ہیں۔ الہامی کتاب میں بھی پائے جانے ضروری ہیں۔ یا یوں کہو کہ الہامی کتاب اگر ایشور اور اُسکی صفات کا ذکر کرتی ہو تو اُن صفات کو ہم تب مان سکتے ہیں۔ اگر اُنکو قدرت میں بذریعہ دلیل محسوس کر لیں۔ گیا سمجھے کہ الہام کے مضمون کو ہم تب درست کر سکتے ہیں جبکہ یہ قوانین قدرت کے مطابق ہو یا

اُسی کی تشریح کرے۔

روشنی اچھی ہے یا بُری اِسکی شہادت آنکھ دے سکتی ہے۔ ذائقہ اچھا ہے یا خراب اِسکی شاہد زبان ہے۔ علم سچا ہے یا جھوٹا اسکی گواہی عقل یعنے دلیل ہی دے سکتی ہے۔

(۱۱) الہام جس زبان میں ہُوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہئے۔

(۱۲) الہامی کتاب وہ ہو جسمیں الہامی تعلیم درج ہو۔

(۱۳) الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعویٰ الہام درج ہونا چاہئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت (تاریخی بیان) مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کو کسی چراغ کی روشنی روشن نہیں کر سکتی اس لئے الہام کا سوتہ پرمان مثل آفتاب کے ہونا ضروری ہے۔

## وید منتروں سے دعویٰ الہام کا ثبوت

نمبر (۱) سنرنیت ایوسولوے گنسو پایے نو بھو
سیرچوانہ سوستیئے۔ (رگوید منڈل انھوکت امنتر ۹۔ رگوید بھاشیہ صفحہ ۲۹)

(رگوید بھاشیہ صفحہ ۲۹)

(پت ایو) جس طرح باپ (سون وے) اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے۔ ویسے (اگنے) علم مجسم پرمیشور (نہ) ہمکو (سوپایے نہ) مبارک علم جو کہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کی حصول کا ذریعہ ہے اسکو دیتا اور (نہ) ہم لوگوں کو (سوستئے) جملہ راحتیں (سیچہ ستو) بخشتا ہے

(مطلب) سب سے پہلے دکھایا گیا ہے کہ پرمیشور نے کیوں ہم کو علم یا الہام دیا جس طرح سے کہ ایک باپ اپنے پیارے بیٹے کی ضروریات ہمّیا کرتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح علم مجسم پرمیشور نے جو کہ وید میں بتلاتا ہے۔ کہ تمکو مثل باپ کے پیار کرتا اور تمہاری بہتری کا خواہاں ہے اُسنے جملہ راحتوں کے دینے والے مفید علم سے ہمکو بہرہ ور کیا ہے۔ یہی نہیں کہ صرف

علم دیا ہو - بلکہ جملہ رشتیں ہی دی ہیں -

علم دو بارہ ہمیں اس سنے دیا - منتر میں جواب ہے کہ علم مجسم پرمیشور نے بس اس سے کیا صاف ثابت نہیں ہوتا کہ علم یا وید کا پرکاش کرنیوالا پرمیشور ہے اور اسلئے وید الہامی ہیں کیونکہ یہ علم مجسم پرمیشور سے ظاہر ہوتے ہیں - اور سایئنہ جی اس کے ویدوں کا مدعا کیا ہے - اسکا یہ جواب ملگیا - کہ ہملوگ تمہی بہتری اور بہبودی بچہ کو اگر والدین کچھہ نہ سکہائیں تو بچے بالکل مورکھہ رہجاتے ہیں ٹھیک جس طرح کہ باپ بچہ کو زبان اور علم سکہاتا ہے - اسی طرح پرمیشور نے انسان کو جو کہ مثل بچہ کے ہے علم دیا - تشبیہہ کیسی مناسب اور عملی ہے -

کیا قرآن میں کہیں یہ ذکر ہے کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اسکی بھلائی کیلئے علم دیا - میرے خیال میں قرآن ان باتوں کو کہاں بیان کرسکتا ہے - قرآن تو لکھی لکھائی کتاب کے اُتارنے کے فکر میں ہے -

۲ - ایوا صیہ سونرتا وریشی گومتی مہی - یکو اشاشاکھانہ وا شو شے

(رگوید منڈل اسوکت منتر ۸)

(اپکواشاکھانہ) جیسے تکمیل یافتہ درختوں کی پکی ہوئی شاخیں میوہ سے پُر راحت بخش ہیں (رسیدہ ہی) تحقیق ویسے ہی پرمیشور کی (گومتی) جسکو جاننا کرتے ہیں -

(سونرتا) بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنے والی -

(ویرپشی) مخزن العلوم اور

(مہی) جملہ انسانوں کے عزت کرنے کے لایق وید کی کلام ہے -

(دشوشے) وہ غور سے سوچنے والے کے لئے جملہ علوم کو ظاہر کرنیوالی ہے -

(دیکھو رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۲۴ جلد اول)

(مطلب) اس منتر میں پہلے لفظ مکمل کی تشریح کیگئی ہے - اور تمثیل دیکر سمجہایا ہے کہ جس حالت میں درختوں کی شاخیں پکے ہوئے میووں یا پہلوں سے بھر جائیں - وہ

حالت مکمل کہلاتی ہے جب درخت کے پھل پکجاتے ہیں۔ تو کہا جاتا ہے کہ درخت مکمل ہے۔ کیونکہ اس میں جڑ۔ تنہ۔ ریشہ۔ پتے۔ شاخیں اور پھل سب کچھ موجود ہے۔ قدرت میں مکمل شے کو بیان کرنے کے بعد خیال یہ ہے۔ کہ کلام وید اسی طرح مکمل ہے۔

پھر کہا ہے کہ تحقیق ویسے ہی وید جسکو کہ حاصل کرنے سے ہی انسان عالم بن سکتا ہے وہ بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالا مکمل ہونیکی وجہ سے مخزن العلوم اور جس طرح کہ ایشور کی جملہ صفات کی عزت جملہ انسانوں کو کرنی چاہئے۔ اسی طرح وید بھی اُسکا علم اور انسانوں کے رہبر ہونیکی وجہ سے جملہ انسانوں کی عزت کے لایق یعنے قابل قدر ہیں۔

سمندر میں جواہرات بھرے پڑے ہیں لیکن نصیب اُنکو ہی ہوتے ہیں۔ جو جستجو کرتے ہیں۔ ویدوں میں جملہ علوم کا خزانہ ہے لیکن اُس خزانہ کو وہی پاسکتا ہے جو رشی منیوں کی طرح وید منتروں کو غور سے سوچتا ہے۔۔ اس منتر میں چھ اصول بیان کئے گئے ہیں

(الف) وید مکمل

(۲) سبکی بھلائی کے لئے ہیں۔

(۳) سچائی سے پُر ہیں۔

(۴) مخزن العلوم ہیں۔

(۵) اعلیٰ ہونے کی وجہ سے سب کے قابل قدر ہیں۔

(۶) جو غور سے وید منتروں کو سوچتا ہے وہی علمی خزانہ پاتا ہے۔ اب ہم یہ جتلانا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن میں اس قسم کا دعویٰ الہام ہرگز نہیں پایا جاتا۔ وید کا دعویٰ کیسا اعلیٰ اور قدرتی ہے ویدوں کا مکمل اور بھلائی اور سچائی سے معمور ہونا اور مخزن العلوم ہونا ایک ایک بات اُن کو قدرتی اور الہامی ثابت کرنے کے لئے کافی و وافی ہے لیکن وید کے اس اعلیٰ دعاوی کے مقابلہ پر ذرا مولوی صاحب کے پیش کردہ قرآن کے مندرجہ ذیل دعاوی پر نگاہ تو ڈالئے۔

(۱) "اگر تم کو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے شک تو اُس جیسی اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔

(۲) "بہ تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُن کے گرد والوں کو ڈرائے۔

(۴۰) ہم نے قرآن کو عربی کر کے اوتارا ہے تاکہ تم سمجھو ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت
بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے
تک بےخبر تھا۔

یہاں تین دعاوی مولوی صاحب نے پیش کئے تھے کہیں بھی انمیں لکھا ہے کہ قرآن مخزن العلوم ہے
یا سچائی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے یا مکمل ہے یا الہام ہے؟ یہاں تو کتاب اوتارنے کہ والوں کو ڈرانے اور
حضرت صاحب سے بات چیت کرنیکا ذکر ہے۔

# منتر نمبر ۳

پاوکانہ سرسوتی واجے بھر واجنی وتی یگیم وشٹو دھیا وسو

(رگوید منڈل ۱ سوکت ۳ منتر ۱۰)

---

پاوکا ( ) پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرنیوالی (سرسوتی) جس میں
قابل تعریف گیان (علم) کا وصف ہے ایسی علمی جملہ علوم کے دینے والی جو ویدکی کلام ہے
وہ جملہ فنون کی ماہیت سے ہمکو باخبر کرتی ہے۔

(مطلب) ویدکی کلام نیک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا وصف علم ہے
جملہ فنون کے اصولوں سے انسانوں کو باخبر کرتی ہے۔

قرآن بھلا کیونکر ان دعاوی کو کر سکتا ہے۔ قرآن کا علوم و فنون سے کیا مطلب
اور نیک اعمال سے کیا واسطہ۔ فنون کا نام سنکر مولوی صاحب بھی کہتے تھے کہ دیوے کہا لونڈ کی کتاب

## منتر نمبر ۴

چودیتری - سونرتانام - چیتنتی سومتی نام - یجنم ددھے سرسوتی

(رگوید منڈل ا سوکت ۳ منتر ۱۱)

(چودیتری) نیک اوصاف کے حاصل کرنے کے لئے تحریک کرنیوالی -

(سونرتانام) جھوٹھ کو ناس کرنے اور سچائی کے ظاہر کرنے والی -

(چیتنتی) سمجھانے والی - اُن کو -

(سومتی نام) جو اعقل سلیم کے رکھنے والے عالم ہیں -

(سرسوتی) وہ وید کی کلام جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنے کی تحریک کرتی اور

یگیہ وغیرہ اعمال کرنے کے لئے راغب کرتی ہے -

سوامی جی کی اس سنسکرت کو ملاحظہ کرنے سے اِس بیان کی تائید ہو جائیگی -

یا سونرتانام . . . . . . . . . سرسوتیہ ستی

سنتو وید ودیا سنسکرت واک

(دیکھو رگوید بھاشیہ صفحہ ۶۲)

**(مطلب)** جس طرح سورج انسان کو جملہ اشیاء کے رکھنے اور انکا علم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے اور جسطرح کہ سورج کی روشنی میں انسان منزل طے کر سکتا یا کوئی کام کر سکتا ہے - اور جسطرح کہ سورج تمام موجودات کا اُس اپنی روشنی کا پرکاش کر دیتا ہے ٹھیک اُسی طرح وید کا سورج جملہ انسانوں کو نیک صفات اور نیک اعمال کے کرنے کی تحریک کرتا اور سچائی کو ظاہر کرکے جھوٹھ کو تباہ کرتا ہے - اور عقل سلیم کے رکھنے والے ہیں وہی اسکے [illegible] کلام میں لکھی باتوں کو سمجھتے ہیں - گویا ایسے ہی علما کو ہی سمجھنے کی قابلیت ہے

نوٹ - نمونہ از خروارے کے طور پر ہم نے یہاں سے منتر کی سنسکرت دی ہے کیونکہ وید بھاشیہ میں جو سنسکرت ہے وہ آریہ سماجیوں کیلئے مستند ہے اور جو بھاشہ ہے وہ چونکہ سوامی جی کی نہیں - اسلئے مستند نہیں - پس سنسکرت کے آشے کو لے کر ہم اردو میں بیان کرتے ہیں اور آگے بھی ایسا ہی کیا ہے -
اس منتر کا مکمل ترجمہ نہیں کیا صرف مضمون کے متعلق سے لیا گیا ہے -
مفصل رگوید بھاشیہ صفحہ ۶۲ پر دیکھئے - آتما رام

ہوتی ہے جو کہ عقل سلیم رکھتے ہیں۔ اس منتر نے بتلا دیا کہ وید کے بغیر انسان کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔ وید کی ضرورت اور اُس کا مدعا کس خوبی سے ظاہر کیا گیا ہے

ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہ دعاوی پیش کر سکتے ہیں۔

منتر نمبر ۵

महो अर्णः सरस्वती प्रचेतयति केतुना धियो
विश्वा विराजति॥ ऋग्वेद मं० १, अ० १ सू० ३ मं० १२

(महः) بہت گہرا (अर्णः) علوم و لغات کا سمندر ہے۔ اس کو وید کی کلام کما حقہ جتلاتی ہے اور (केतुना) نیک اعمال اور اعلیٰ عقل کے ذریعہ (विश्वा) تمام علوم کو (वि) خاص کر (राजति) ظاہر کرتی ہے۔

(مطلب) بتلایا گیا ہے کہ وید کے شبد (الفاظ) علم ایک عمیق سمندر کی مانند ہیں۔ وہ سمندر کہاں پر ملتا ہے یعنے مکمل حالت میں زبان انسان کہاں پا سکتی ہے اُسکا جواب ہے کہ وید کے لفظوں کے اندر گویا ویدک کے شبد انسان کی مکمل اور قدرتی زبان ہیں۔ اور وید کی کلام بتلاتی ہے کہ انسان عالم باعمل ہو کر اعلیٰ عقل کے ذریعہ جملہ علوم کو حاصل کر سکتا ہے۔ زبان کے بڑے بھاری سوال کا یہ حل ہے جس کو حل کرنے کے لئے اس وقت یورپ کے علما پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اور تب سب ڈگمگاتے ہوئے پکارتے ہیں۔ کہ واقعی زبان خدا کا عطیہ ہے۔ اور انسان کی ایجاد کردہ شئے نہیں۔ لیکن وہ زبان اصلی اور قدرتی حالت میں کس شکل و صورت کی تھی۔ اس کا خاطر خواہ جواب دینا اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن اس منتر نے اس معمے کو حل کر کے دکھا دیا کہ وہ انسان کی قدرتی زبان ویدک شبدوں کی صورت میں براجمان ہو رہی ہے اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈھنا سراسر لاحاصل ہے۔ مگر قرآن کو علم اور علمی مسائل سے کیا واسطہ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھرے پڑے ہیں۔

منتر نمبر ۶

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।

ब्रह्मराजन्याभ्याᳬ शुद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥

यजु० अ० २६ - २

(यथा) جیسے میں (जनेभ्यः) جملہ انسانوں کے لئے (इमाम्) اس (कल्याणीम्) دنیا اور عقبیٰ کی راحت دینے والی (वाचम्) یعنی وید آوی چاروں ویدوں کی کلام کا (आवदानि) اوپدیش کرتا ہوں۔ ویسے تم بھی کیا کرو۔ (ब्रह्म) ہم نے براہمن کھشتری (अर्याय) ویش (शूद्राय) شودر (स्वाय) تمہارے ملازم اور مستورات (अरणाय) اور اتی شودروں کے لئے بھی ویدوں کا پرکاش کیا ہے تاکہ سب انسان ویدوں کو پڑھ پڑھا سن سنا کر علم کو بڑھا کر نیک اعمال کے اختیار کرنے اور بد اعمال کے ترک کرنے سے دکھوں سے چھوٹ کر سرور کو حاصل کریں۔

(مطلب) منتر مذکورہ بتلاتا ہے کہ وید نسل انسان کے لئے ہیں جنے بھیا کے معنے جملہ انسانوں کے ہیں یہی کہ دنیا کافی تھا۔ لیکن براہمن سے لیکر چنڈال تک کی تشریح کر دینے سے کوئی شک کی گنجائش نہ رہنے۔ اس لئے تشریح بھی ساتھ ہی درج ہے۔

مولوی صاحب دیکھئے انہی کو وید کس عالمگیر اصول کی اشاعت کر رہا ہے۔ اور آپ کی آیات پیش کردہ کے رو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا قرآن کو ایک خاص بندے کے لئے کتاب کی صورت میں اتار رہا ہے کہاں ایک خاص بندہ اور کہاں دنیا بھر کے کل انسان۔ قرآن کی آیت میں درج تھا کہ وہ دلانے کے لئے قرآن اوتارا گیا ہے۔ لیکن وید کے لفظ کی طرف خیال تو کیجئے کہ اس کلام ربانی کا نام کلیانی (راحت بخش) ہے اور قرآن جہاں کئی جگہوں پہ اپنے آپکو کتاب ظاہر کر رہا ہے۔ وہاں وید اپنے آپکو واچم یعنے کلام ربانی بتلا رہا ہے۔ قرآن کتاب کی صورت میں اوتارا گیا ہے لیکن وید جیسا کہ منتر بتلاتا ہے۔ کلام ہے اور جس کا اُپدیش پرمیشور نے کیا ہے۔ اور پھر ویدوں کو اشاعت کے لئے ہدایت ہے کہ جس طرح میں نے اس فیضرساں کلام کو سب کے لئے ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح تم بھی جملہ انسانوں کے لئے اسکا اوپدیش کرو کیسا عالمگیر اصول اور کیسی مبارک اور راحت بخش تعلیم ہے جو اس منتر سے ظاہر ہو رہا ہے خاص بندے کے لئے قرآن اوتارا گیا ہے۔ لیکن وید کے لفظ کی طرف خیال تو کیجئے کہ اس کلام ربانی کا نام کلیانی (راحت بخش) ہے اور قرآن جہاں کئی جگہوں پہ اپنے آپ کو کتاب ظاہر کر رہا ہے۔ وہاں وید اپنے آپ کو واچم یعنی نام ربانی بتلا رہا ہے۔ قرآن کتاب کی صورت میں اوتارا گیا ہے۔ لیکن

وید جیسا کہ منتر بتلاتا ہے سکا علم ہے۔ اور جس کا اُپدیش پرمیشور نے کیا ہے۔ اور پھر ویدوں کی اشاعت کے لئے ہدایت ہے کہ جس طرح میں نے اس قیصر ستاں بانی کو تمہارے لئے ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح تم بھی جملہ انسانوں کے لئے اس کا اُپدیش کرو۔ کیسا عالمگیر اصول اور راحت بخش تعلیم ہے جو کہ یہ منتر دے رہا ہے۔

منتر نمبر ۲۔ دیورتن چھ ستیں چھ گا

رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۹۔ ورگ ۴۸

| مطبوعہ ویدک شبد | سنسکرت میں سوامی جی کا بھاشیہ منتر جیرپنچ مہایگیہ ودھی (صفحہ ۱۱) |
|---|---|
| ریتم | (سنسکرت بھاشیہ کا مطلب) (ستھیار تھم) غلطی سے مبرا۔ (سرب ودیا دھی کرنم) جملہ علوم کا مخزن (ویدپرشاستم) جو وید شاستر ہے (اس کو) |
| ویدک شبد تیس سنسکرت میں سوامی جی کا بھاشیہ | (مطلب) غیر متناہی طاقت سے (پرورد گار نے) (ابھی دھات) ظاہر کیا ہے |
| (دھاتا) (یتھا) (یتھا پوروم) | (یتھا پوروم) جس طرح پہلے کلپ کی سرشٹی میں ویدوں کا پرکاش کیا تھا۔ ویسے ہی اب بھی کیا ہے۔ اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ سب عالم کو سہارا دینے اور پرورش کرنیوالا ایشور جو فطرتی طور پر سبکو تخت میں کئے ہوئے ہے۔ جس طرح یہ کہ اس کو دنیا کے پیدا کرنے کا اعلیٰ اور مکمل علم تھا اور جیسے کہ پہلے کلپ کی پیدائش میں دنیا کی ساخت تھی اور جیسے کہ جیوؤں کے نیک وبد اعمال تھے۔ ان کے مطابق ایشور نے انسان وغیرہ جانداروں کے اجسام بنائے ہیں۔ |
| (وشو سیہ چیہ) | |

(نوٹ سوامی جی نے اس منتر کا مطلب اپنی کتاب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے)

ایشور کو مکمل ثابت کرنے کے لئے اس سے بہتر دلائل دنیا بھر کے فلسفہ میں مطلب کم ہیں نہیں مل سکتیں جو کہ ان مبارک منتروں میں درج ہیں۔ اگر واقعی ایشور اور اس کی صفات عمل اور عادات مکمل اور بے بدل ہیں۔ اور جو کچھ اُن سے اس کلپ میں ظہور میں آیا ہے۔ وہی اس سے پیشتر اور وہی اس کے بعد کے کلپوں میں ظہور میں آنا چاہیئے۔ یہہ دنیا بنی ہوئی ہے۔ اس لئے عقل کہتی ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ اس وقت یہ غیر مرکب ہو گی۔ اور اگر ایشور نے غیر مرکب سے اس کو مرکب کیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ پھر اس کو مرکب سے مفرد کی صورت میں نہ لائے اور ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ جاری نہ رکھے۔ دنیا جس وقت بنتی ہے۔ اس وقت کلپ کا آغاز ہوتا ہے۔ جس وقت فنا ہوتی ہے۔ اس وقت پرلے ہوتی ہے۔ کلپ کے بعد پرلے اور پرلے کے بعد کلپ کا دور سلسل ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا دور سلسل جاری ہے۔

امریکہ کے ایک فلاسفر اینڈرو جے ڈیوس کا قول ہے کہ خدا کے مکمل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے کام اسی طرح بار بار کر سکتا اور کرتا ہے۔ جس طرح پر کہ ایک دفعہ وہ کرتا ہے یا کرے۔ مثلاً دیکھو کہ خدا نے آج ایک بچہ کی دو آنکھیں بنائیں۔ لیکن جتنے بھی بچے کل یا آئندہ سو برس کو پیدا ہونگے۔ ان سب کی دو ہی دو آنکھیں خدا بنائے گا۔ اور خدا کی سرشٹی میں بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک چکر ازل سے چل رہا ہے جس کا کہ آغاز و اختتام ہو نہیں سکتا۔

مسلمان یا عیسائی بھائی جو یہ ملنے ہوئے ہیں۔ کہ قیامت کے بعد پھر دنیا کبھی پیدا نہیں ہو گی۔ وہ در اصل خدا کی ماہیت سے بے بہرہ ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا وہ طاقت جو خدا میں اب دنیا کو پیدا کرنے کی ہے۔ آئندہ کافور ہو جائے گی اگر خدا کی طاقت بے بدل ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس طاقت سے وہ پھر دنیا پیدا نہ کرے۔ ہاں اگر اس کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ خدا مکمل نہیں کیونکہ مکمل شئے اگر گھٹ جائے یا اس میں فرق آ جائے۔ تو اس کو مکمل کہنا ہی غلطی ہے۔ مسلمان بھائیوں سے ہمارا سوال ہے۔ کہ کیا خدا میں دنیا کے بنانے اور فنا

کرنے کی طاقت ہمیشہ سے بے بدل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا اس کا متواتر ظہور نہیں ہونا چاہیئے۔

ان منتروں میں دُنیا کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اور بتلایا گیا ہے۔ کہ جس طرح پرماتما نے اس سے پہلے کے کلپ میں ایشور نے دنیا بنائی اور چاند سورج وغیرہ کل اشیاء رچی تھیں ٹھیک اسی طرح کی یہ تمام چیزیں اس پیدائش کے موقعہ پر ایشور نے بنائی ہیں اور آئیندہ بھی ہمیشہ اسی طرح بناتا رہے گا اور دکھایا ہے کہ جس طرح غلطی سے مبرا اور جملہ علوم کے مخزن وید اس کلپ کے آغاز میں پرکاش کئے ہیں۔ اسی طرح پہ پہلے کلپوں میں بھی پرماتما اپنی غیر متناہی اور مکمل طاقت سے کرتا رہا ہے۔ اور آئیندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر کرتا رہے گا۔ کیونکہ وہ مکمل ہے۔

مطلب۔ وید کی کلام کے مالک ہونے سے پرمیشور کا نام (برہسپتی) ہے۔

گویا اس منتر کے ان الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ ایشور ہی وید کی کلام کا مالک ہے۔ کیا معنے کہ وید کی کلام۔ کلام ربانی ہے۔

منتر نمبر ۹

(اودیتیم جات ویدسم)

(یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۳۱)

مطلوبہ ویدک شبد جو اس منتر میں ہے وہ (جات ویدسم)

اس کا بھاشیہ سوامی جی اس پرکار کرتے ہیں۔

(مطلب) جس سے رگوید وغیرہ چار وید ظاہر ہوتے ہیں اور جو کل کائنات کا صانع ہے وہی جات وید کہا ہے۔

پونتو وشو ابھوتانی جات وید

منتر نمبر ۱۰

(یجروید ادھیائے ۱۶ منتر ۳۶)

اس منتر میں بھی ایشور کا نام جات وید آیا یعنے ویدوں کے پرکاش کرنیوالا آیا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

منتر نمبر ۱۱

(اسد مجوہ یا تحاتہ متہ نمان)

(یجر وید ادھیا ۴۰ منتر ۸)

جو خود بخود موجود - محیط کل - ایک - اذلی - سب شکتی مان ایشور ہے وہ ازلی رعایا جیووں کے بہبود کی خاطر تمام علوم کا اپدیش (تلقین) بذریعہ ویدوں کے ٹھیک ٹھیک طریقہ پر کرتا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ساتواں) -

منتر نمبر ۱۲

تسماد یگیات سروہت رچ سامانی جگیرے۔

(اتھرو وید کانڈ ۱۰)

پرنو ۴ پاٹھک ۱۳ انوواک ۴ منتر ۲۰

منتر نمبر ۱۳

(مطلب) دو پرماتما سے رگ وید - یجر وید - سام وید ظاہر ہوئے ہیں ..۔ وغیرہ

اس منتر کا بھاشیہ سوامی جی نے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں درج کیا ہے - وہاں پر سنسکرت سوامی جی کی دیکھ لیجیے گا - اس منتر میں چاروں ویدوں کا نام لیکر بتلایا ہے کہ وہ پرماتما سے ظاہر ہوئے ہیں - اور اس منتر کے آخری حصہ میں یہ جتایا ہے کہ

"اس سکمبھ یعنے سب کو سہارا دینے والے ایشور کے سوائے اور کوئی دوسرا دیو (عالم) ویدوں کا پرکاش کرنے والا نہیں ہے"

اس منتر میں نہ صرف یہ بتلایا ہے کہ چاروں وید پرمیشور سے پرکاشت ہوئے ہیں بلکہ نہایت عمدگی سے ذہن نشین کرایا ہے کہ قدرتی طریق پر تمثیل دیکر بتلایا گیا ہے کہ علم چار قدرتی حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے - اور ان چار حصوں کے نام

نام رگ وید ۱ - یجر وید ۲ - سام وید ۳ - اور اتھروا وید ۴ ہیں - رگ وید وغیرہ ہر ایک
حصہ کا نفیس مضمون کیا ہے - اس کی تشریح بھی اسی منتر
میں درج ہے - اور نہائت مختصر اور برجستہ الفاظ میں ایک
النکار (تشبیہ) کی شکل میں اس بات کو ظاہر کیا ہے - چنانچہ
اس النکار کے رو سے -

رگ وید — مثل پرانوں کے ہے
یجر وید — مثل دل کے ہے
سام وید — مثل رونگٹوں اور مساموں کے ہے
اتھروا وید — مثل مکھہ کے ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس جگہ اس اعلیٰ النکار کی
تشریح کریں - اول یہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر
کر دیں کہ النکار کا مدعا کیا ہے - واضح رہے کہ کسی دقیق
علمی مسئلہ کو ذہن نشین کرانے کی غرض سے تشبیہ یا
النکار کا استعمال کیا جاتا ہے - اب ہم پیشتر اس کے کہ رگ وید
کے نفیس مضمون یا اس کی خصوصیت کو جانیں یہ جاننا
نہائت ضروری ہے کہ پرانوں کا انسانی جسم سے کیا تعلق
ہے - جس کے کہ ساتھ رگ وید کو تشبیہ دی گئی ہے -
پرشن اپنشد میں ایک کہانی کے طرز پر لکھا ہے - کہ ایک
دفعہ آنکھوں نے کہا کہ ہمارے بغیر جسم نہیں رہ سکتا - اور
اپنی عظمت دکھانے کی غرض سے آنکھیں جسم کو چھوڑ کر نکل
گئیں - نتیجہ یہ ہوا - کہ انسان اندھا ہو گیا - اور بغیر آنکھوں کے
زندگی بسر کرنے لگا - اسی طرح ہر ایک اندری نے جسم سے جانا
شروع کیا جس پر یہ ہوا کہ وہ انسان اندھا - بہرہ گونگا
وغیرہ وغیرہ ہو گیا - مگر زندہ رہا - ہر ایک اندری (حس)

نے جب دیکھا۔ کہ ہم سب کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ تو لوٹ
آئیں۔ پران (سانس) نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں۔ اور تم سب یہاں ٹھیرو۔
چنانچہ پران جسم انسانی کو چھوڑ گیا۔ پرانوں کا جسم کو چھوڑنا ہی تھا۔ کہ کُل
اندریوں نے لازمی طور پر ساتھ ہی جسم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اس
وقت نہ جسم زندہ رہا۔ اور نہ کوئی حِس رہی۔ سب کو ماننا پڑا۔ کہ زندگی بغیر
پرانوں کے ناممکن ہے۔ اس لئے اِس اُپنشد میں لکھا ہے
کہ پران سب سے افضل اور برتر ہے۔ جس طرح پرانوں کے بغیر
کوئی اِندری کام نہیں کر سکتی۔ اور پرانوں کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔ اسیطرح رگ وید
کے بغیر علم ہو نہیں سکتا کیا معنے کہ علم کی ابتدائی صورت رگ وید ہے۔ جسطرح
بیج کے بغیر نہ جڑ ہے نہ شاخیں۔ یا جس طرح پرانوں کے بغیر کوئی
قوتیں اور اعضاء زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح رگ وید
علم کا بیج ہے۔ اور اصلی ابتدائی اصول ہے یہ بات ہماری سمجھ
میں آسکتی ہے۔ اگر ہم لفظ رگ وید کی ماہیت سے واقف ہو جائیں۔
رگوید کیلئے جو لفظ اس وید منتر میں آیا ہے وہ رِچا ہے۔ اور رِچا کے معنے سنسکرت
میں ستوتی کے ہیں (اس کی مفصل تشریح بھومکا میں دیکھیئے) ستوتی کا مترادف
لفظ انگریزی میں (ڈیفی نیشن) اور اردو میں تعریف ہے۔ پس اگر ہم عام طور
پر یہ کہیں کہ رگ وید کے معنے تعریفی علم کے ہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ اب
ہمیں کسی قدر پتہ لگ گیا۔ کہ رِچا اور رگ وید کی خصوصیت یہ ہے
کہ وہ تعریفی علم ہے۔ تعریفی علم وہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ موجودات کا علم
بذریعہ تعریف حاصل کرائے۔ اور در حقیقت غور سے دیکھیں تو علم بجز
اس کے کہ وہ اشیاء کی تعریف (ستتی) ہو۔ کوئی چیز نہیں۔ اس بات کو ہم
مثال سے سمجھا سکتے ہیں۔ جب ہم کہیں کہ اس کو پانی کا علم ہے
تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ یہ پانی کی تعریف جانتا ہے۔ یعنی یہ کہ پانی
ٹھنڈا ہے۔ اور بہنے کی صفت رکھتا ہے گویا تعریف ہی دراصل

ناکمل ہے یا ترقی کرنے کے قابل ہے لیکن دراصل مراد اس کہنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان اس قابل نہیں کہ خاص مضمون کے متعلق ہمیں مسئلوں کو بالکل درست طور پر جان سکے۔ چونکہ انسان محدود العقل ہے۔ اس لئے اسکا محض اپنی کوشش سے قدرت کے علم و راز کو بلا بالکل غلطی سے مبرا جان لینا ناممکن ہے اور موجودہ یورپ اور امریکہ کی علمی تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ ہاں اگر خدا یا پرمیشور جو کہ قدرت کا صانع ہے وہ اپنے گیان سے جو کہ کبھی ناقص نہیں ہو سکتا۔ اسکو ہدایت دے تو وہ بغیر غلطی کے اعلے سے اعلے اصولوں کو جان سکتا ہے۔ اس لئے الہامی تعلیم کا درجہ کبھی پر دگر سیو سائنس یعنی مشکوک علم کا نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ظاہر کردہ علم میں نقص یا غلطی ہو سکتی ہے۔ الہامی تعلیم میں کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہو سکتا۔ یہ ترمیم تنسیخ کی محتاج نہیں ہے اسکا درجہ انگزیکٹ سائنس یعنی غلطی سے مبرا علم کا ہے اس کے بیان کردہ اصولوں میں کبھی کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا۔

ہوپر کئی منتروں کے پرمان دیکر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ویدوں کی تعلیم غلطی سے مبرا کیا مکمل اور بالکل سچائی سے پر ہے کیا معنے کہ وید غیر مشکوک علم ہے اس کو انگریزی میں ان فالی بل کہتے ہیں۔

یہ بات ہم اوپر کہیں بیان کر چکے ہیں کہ انسان میں خود بخود کچھ ایجاد کرنے کی طاقت نہیں بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آیا ہے اور سب سے پہلے انسانوں نے اسکو ایشور یعنے خدا سے حاصل کیا اور اسی کا نام الہام ہے موجودہ سائنس کی تواریخ اور انہیں سائنس کو مشکوک اور صحیح دو حصوں میں تقسیم کرنا ظاہر کر رہا ہے کہ سائنس میں وہی مسائل صحیح ہیں جنکی اشاعت کرنے والوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے ویدک سدھانت کی مدد لی اور جن مسائل میں وہ وید یا ویدک سدھانت کی مدد نہیں لے سکے اسمیں وہ ابھی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ان ٹھوکروں کو وہ مشکوک سائنس کا نام دیتے ہوئے دراصل یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انسان محدود العقل وغیرہ ہونے کے باعث اس قابل نہیں کہ از خود درست علم یا راستی کی ماہیت کو پا سکے۔

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ علم تعریف مجسم ہے اور اب ہمیں اسی بات کو سمجھنا چاہئے

کہ جو کتاب الہامی ہونے کا دعوے تو کرے لیکن یہ نہ کہے کہ میں اشیاء کی تعریف بھی کرتی ہوں۔ وہ کبھی الہامی کہلانے کی مستحق نہیں۔ قرآن اور بائیبل کبھی دعوے نہیں کرتے۔ کہ ہم اشیاء کی تعریف کرتے ہیں۔ یا ہمیں موجودات کے صحیح اور غیر مشکوک علم بتانے سے کام ہے۔

اس مختصر سی تشریح سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رگوید کا دوسرا نام رچا یا تعریفی علم ہے۔ اور یہ تعریفی علم یا رگوید کل علم کی زندگی ہے۔ اگر ہم علم کو ایک جاندار جسم کی تشبیہ دیکر بیان کریں۔ پس وید کا یہ مبارک ارشاد کہ رگوید مثل پرانوں کے ہے۔ بالکل درست اور صحیح ہے۔

اب ہمیں دوسری بات کو وچارنا چاہئے پیشتر اس کے کہ ہم جانیں کہ یجروید کس قسم کے علم کا ذکر کرتا ہے ہمیں ذرا دل کو سمجھ لینا چاہئے جس کے ساتھ یجروید کو تشبیہ دی گئی ہے۔

ذرا دل کے اوپر ہاتھ دھر کر بتاؤ تو سہی کہ آپکو کیا معلوم ہوتا ہے۔ فوراً ہاتھ رکھتے ہی آپ کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ یہ دھڑک رہا ہے۔ یعنی حرکت کر رہا ہے۔ پس حرکت کے اصولوں کو جتلانا دل کا کام ہے۔ اور یجروید بھی مثل دل کے حرکت (کرم کانڈ) کے علم کو بیان کرتا ہے۔ عمل فعل کرم تمام حرکت کی ہی صورتیں ہیں۔

رگوید میں مادی اور روحانی تمام اشیاء کی صفات جو کہ بذریعہ تعریف حاصل ہو سکتی ہیں۔ درج ہیں۔ لیکن اس علم کا کچھ مطلب بھی ہے۔ جسمانی راحت کے لئے ہنر کا ہونا ضروری ہے۔ اور ہنر (دیکیہ) کی جان حرکت کا اصول ہے۔ پس کرم کانڈ یعنی حرکت کو تعلیم دینا جس سے کہ جملہ صنعت و ہنر پیدا ہوں۔ یجروید کا کام ہے۔ یجروید کا انگریزی ترجمہ اگر ہم Applied science کے لفظ سے ادا کریں۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ انسان پہلے تعریفی علم کو حاصل کرتا ہے۔ پھر اُس سے مفید اشیاء بذریعہ کرم بناتا ہے۔ نروکت۔ ادھیا ۱ کھنڈ ۱۸ میں یج کے معنے دیو پوجا سنگتی کرن اور دان کے کئے ہوئے ہیں۔

دیو پوجا سے مراد اعلےٰ اور مفید اشیاء سے کام لینے کے ہیں۔ اور بغیر کرم یا حرکت کے کوئی کام ہو نہیں سکتا۔

سنگتی کرن کے معنے جوڑنے یا ملانے کے ہیں۔ اور یہ عمل بھی بدون حرکت کے اصول کی تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا

دان کے معنے تقسیم کرنے کے ہیں - اور یہ عمل بھی بدون حرکت کے اصول کی تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

پس حرکت کے اصول کو مختلف طور پر استعمال کرنے سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا۔ کہ پہلے ہم صنعت و حرفت میں کمال کریں۔ جو کہ دیو پوجا کا دوسرا نام ہے۔

پانی بباعث خدمت ہونے کے دیو کہلا سکتا ہے - اور اسکی پوجا یہ ہے۔ کہ اسکو ہم کام میں لائیں جن اشیاء کو رگوید نے دیوتا یا دیو مفید ادا اعلیٰ قرار دیا ہے ان سے کام لینا یجروید کا منشاء ہے۔

یجن یگی چلنے سے ہم دیو پوجا کرتے ہیں۔ ہوا بجلی وغیرہ جملہ دیوتاؤں سے کام لینا دیو پوجا ہے کیمسٹری (علم کیمیا) کے رو سے ہم مختلف اشیاء کو باہم ملانے یا تجربہ کرنے سے مفید مرکب بنا سکتے ہیں۔ اور یہ بات سنگتی کرن کے لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

تمام کلیں اور صنعتیں جو کہ ہم دیو پوجا یا سنگتی کرن کے اصولوں کے مطابق بنا سکیں۔ انسان کے لئے کبھی راحت نہیں دے سکتیں۔ اگر دان (تقسیم) کا اصول ساتھ کام نہ کرے لوگوں کو ضروریات کے مطابق کارخانے بنانے اور کارخانوں کی پیدا شدہ اشیاء کو دان کے اصول کے مطابق لوگوں میں تقسیم کرنا ہی ان کو جسمانی آسائش پہنچاتا ہے۔

رگوید کا کام اگر سائنس ہے۔ تو یجروید آرٹ Art ہے پہلے ہمیں کسی شے کا علم حاصل کرنا ضروری ہے بیشتر اس کے کہ ہم اس علم کی مدد سے حرکت کے اصول کے مطابق اس شے کو مفید صورت دے سکیں یورپ میں جن لوگوں نے کلیں بنائی ہیں وہ پہلے اشیاء کے خواص سے واقف تھے۔ پہلے مغرب میں سائنس بڑہا۔ پھر سائنس کے ساتھ آرٹ (ہنر) بڑہے ہنر سائنس کا نتیجہ ہے۔

رگوید کا مضمون گیان کانڈ ہے۔ اور یجروید کا کرم کانڈ ہے۔ اور اسی بات کو الکار کے طور پر کہا گیا ہے کہ یجروید دل کی مانند ہے۔ یعنی حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔

اب ہم تیسری بات کی طرف آتے ہیں۔ مادی یا جسمانی ترقی کا خاتمہ گیان اور کرم کانڈ پر ہے۔ انسان صرف جسم ہی نہیں۔ بلکہ روح بھی ہے۔ جسمانی ضروریات کے بہم پہنچانے کے لئے علم و ہنر کافی ہیں۔ اور روحانی ترقی کے قابل بنا دیتے ہیں۔ لیکن روح کی ترقی گیان اور کرم سے نہیں ہو سکتی۔ اگر گیان اور کرم جسمانی آسائشوں کو ہم پہنچانے۔ تو روح کبھی ترقی نہ کر سکتی۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ کا مسئلہ بالکل درست ہے

۵ مُوکھ ہوکے مرتے کیا نہ کرتے کسی نے سچ کہا ہے۔ لیکن جہاں گیان اور کرم کی ترقی ہے وہاں بھوک و جسم کی مٹ جاتی ہے اور جب جسمانی بھوکھ کا خطرہ نہ رہے۔ تو تب روح کو اپنی ذاتی ترقی کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ پس جہاں گیان اور کرم کا خاتمہ ہوتا ہے وہاں پر روحانی ترقی کا آغاز ہوتا ہے۔

آتما اصلیں پاک ہے لیکن جب اتما پرکرتی کی اشیاء کے ساتھ تعلق کر لیتا ہے۔ تو یہ پرماتما سے دور ہو جاتا۔ اور اسی باعث سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ روحانی ترقی سے مراد یہ ہے کہ روح کو اپنی اصلی پاک حالت میں لایا جائے تاکہ مادی اشیاء کے دام محبت میں یہ گرویدہ نہ ہو جائے۔ اور اس راحت (شانتی) کو جس کے لئے یہ مادی اشیاء یا ہم جنس روحوں میں بھٹک رہی تھی۔ حاصل کر سکے۔ وہ آنند مادہ یا روحوں کا وصف نہیں بلکہ آنند ایشور کی ذات میں ہے ایشور ہی سرو جسیم ہے۔ پس مادی اشیاء کی ممتا اور موہ سے من کو ہٹا کر ایشور کے نزدیک لانا ہی روحانی ترقی ہے اور اسی کو سنسکرت میں اُپاسنا کہتے ہیں۔ جسکے معنے نزدیک نشست (قرب الٰہی) کے ہیں آتما میں کثافت پرکرتی کے تعلق سے آگئی تھی اب پرکرتی کے تعلق کو ہٹا کر پرماتما کے تعلق کو بڑھانے سے اسکا میل دور ہو سکتا ہے۔ لوہے کو اگر پانی کی صحبت کے باعث زنگ (میل) لگ گیا ہے تو اسکو اصلی حالت میں لانے کے لئے آگ میں ڈالنے کی ضرورت ہے آگ کا قرب لوہے کے زنگ کو دور کر سکتا اور اسکو پاک بناتا ہوا اصلی حالت میں لا سکتا ہے۔

روحانی ترقی کے لئے ہمیں یہی ضروری ہے۔ کہ آتما روپی زنگ آلودہ لوہا ایشور روپی اگنی میں شدھی یعنے پاکیزہ بنانے کے لئے ڈالا جائے اور یہی سام وید کا مدعا ہے۔ سام وید کو سام اور رونگھٹوں سے تشبیہ دیگئی ہے مسام اور رونگٹے غلاظت کو نکالکر کل جسم کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔ اگر جسم کی اصلی حالت کا نام صحت رکھا جائے۔ تو غلاظت کے جمع ہونے سے وہ صحت (اصلی حالت) بگڑ سکتی ہے۔ لیکن مسام اور رونگٹے غلاظت کو خارج کرنے سے جسم کی اصلی حالت قایم رکھتے ہیں۔ مسام اور رونگھٹوں کا کام شدھی (صفائی) کرنا ہے۔ اور یہی سام وید کا کام ہے سام وید آتما کی شدھی کے مضمون کو کہتا ہے اور اس آتم شدھی کا ذریعہ اُپاسنا (عبادت) بتلاتا ہے۔ جب آتما ایشور کے نزدیک لایا جائیگا۔

بہتی اسکے من سے ایشور اچھیا کے خلاف وصف اور عمل دور ہو سکیں گے ایشور رتولی
آگ ہیں تپ کر آتما شدھ ہو سکیگا۔ پس روحانی ترقی کا پہلا درجہ سدھی ہے اور یہ
شدھی بذریعہ یوگ یا اوپاسنا کے عمل ہیں آ سکتی ہے۔ علم کا وہ حصہ جو روحانی ترقی اور
اُسکا وسیلہ سدھی کو بتلاتا ہے۔ وہ سام وید ہے۔ لہذا سام وید کا نفس مضمون
آتم شدھی یا اُپاسنا ہے۔

اب ہم چوتھی بات کی طرف آتے ہیں۔ ناپاک آتما لگاتار ایشور کی صحبت کرنے
سے آخرکار پاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ پاکیزگی اوپاسنا کا پھل ہے۔ جب زمین پاکیزہ ہوتی
ہے۔ تبھی یہ بیج کو حاصل کرنے کے قابل بنتی ہے جب شیشہ پاک صاف ہو جاتا ہے
تب ہی یہ نور کو جذب کر سکتا ہے۔ آتما جسوقت اوپاسنا کے ذریعہ پاک ہو جاتا ہے
اسوقت یہ صفات الٰہی کو جذب کر سکتا ہے۔ تب ہی یہ اس آنند کو جو کہ پرمیشور
سے ہی ملتا ہے جذب کر کے آنندت ہو جاتا۔ اور مکت کہلاتا ہے۔ آنند کے حصول کی تکمیل
اُپاسنا کے بعد ہوتی ہے۔ جب آتما میں کوئی میل نہیں رہتی تو پھر یہ آنند کو بلا روک
جذب کر سکتا ہے اُپاسنا کے بعد گویا آنند کے حاصل کرنے میں جیو کمال کرتا ہے اور سچ
پوچھو تو اسوقت جیو کو مکمل جیو کہہ سکتے ہیں۔ جب درخت کو پھل لگنے لگتا ہے تو درخت کے
کمال کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جب پھل پک جائیں تو کہا جاتا ہے کہ درخت مکمل
ہو گیا اسی طرح جب جیو گیان۔ کرم اور اُپاسنا کی سیڑھیوں سے آنند کی منزل مقصود پر
پہونچ گیا تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جیو مکمل ہو گیا۔ کوئی کمی باقی نہیں رہی۔

انسانی جسم میں ڈاکٹر لوگ دماغ کو کُل طاقتوں کا ذخیرہ بتلاتے ہیں جسمانی اعضاء
کی کمیوں کو پورا کرنا دماغ کا کام ہے دماغ کا درجہ سب سے اونچا اور اعلیٰ ہے جسم کی تکمیل دماغ
کی تکمیل کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن دماغ مکھ کا ایک حصہ ہے مکھ میں تمام حسین جنکے کہ ذریعہ
علم حاصل ہوتا ہے رہتی ہیں۔ حرکت ہی تکمیل کی حالت میں مکھ میں موجود ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ دنیا میں مکھ کے معنے مکمل سردار اور اعلیٰ کے ہیں۔ اسیواسطے اتھروید کو مکھ سے
تشبیہ دی ہے۔ اتھروید (وگیان) مکمل اور اعلیٰ علم کا نام ہے رگوید کو اگر ہم بیج سے مشابہت
دیں تو اتھروید کو پھل سے دے سکتے ہیں جسوقت بیج پیدا ہوتا ہے۔ اسوقت اسکی زندگی

کا آغاز انگ پرانون سے ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن بچہ بزرگ اور مکمل انسان تب ہوتا ہے جبکہ
اس کا دماغ مکمل ہو جاتا ہے۔ دماغ سر یا مکھہ کمالیت کی نشانی ہے۔ پس اتھرو وید کو جب ہم
مکھہ کہتے ہیں۔ تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ یہ روح کو گیان (علم معرفت) کے ذریعہ مکمل بنا دیتا ہے
اور اسی حالت میں جیو۔ جیون مکت یا پورن جیو ہو سکتا ہے۔ اور اسی واسطے رشیون نے کہا
ہے کہ تشیش انشون کی پورتی (تکمیل) کرنا اور سرب سنشون کو نورت کرنا اتھرو وید کا مدعا
ہے۔

کمال خاتمہ کا دوسرا نام ہے تکمیل سے پرے کوئی درجہ نہیں۔ ایشوری آنند سے پرے کوئی راحت
نہیں۔ انسانی جسم میں مکھہ سے بڑھکر کوئی عضو افضل اور اعلےٰ نہیں۔ اس لئے علم کا خاتمہ علم کی تکمیل
سے ہوا کرتا ہے۔ تمام علم کا مدعا روح کو جسمانی اور روحانی راحت دلانا تھا۔ رگ وید نے جملہ مادی اور
جسمانی آسائش دلا کر روح کو ترقی کے قابل بنا دیا۔ سام وید نے روح کو پاک کر کے اصلی پاکیزہ
حالت میں کر دیا۔ اتھرو وید نے روح کی رہی سہی کمیوں اور کمزوریوں کو ایشور کے وصل سے
دور کر کے مکمل اور پر راحت بنا دیا۔

پس وید (علم) کی قدرتی تقسیم۔ رگ۔ یجر۔ سام۔ اور اتھرو ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہی بات علاوہ
دیگر باتوں کے اس منتر میں ظاہر کی گئی ہے۔

۔۔۔۔ رچم واچم پرپدے منو یجو پرپدے سام پرانم پرپدے ۔۔۔۔

(یجر وید ادھیائے ۳۶ منتر ۱)

اس منتر میں رگ۔ یجر اور سام تین ویدوں کے نفس مضمون کا ذکر ہے۔ اس منتر کا نفس مضمون اتھرو
منتر کے نفس مضمون کی بالکل تائید کرتا ہے۔ جو کہ ہم ابھی اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن (اس میں) انکار کسی قدر مختلف
ہے۔ مگر اس کا مدعا وہی ہے۔ چنانچہ اس منتر میں۔

(رگوید) رچا کو۔ واچم۔ یعنی زبان کے فعل سے تشبیہہ دی گئی ہے

(یجروید) کو۔ من کے فعل " " "

(سام وید) کو۔ پران کے فعل " " "

ہر شے کی واچم (کلام) ہی تعریف کرتی ہے۔ اور زبان سے ہی حقیقتہ تعریف کی جاتی ہے۔ جو جس کے

اوصاف ہوں اُن کو جتلانا زبان یا کلام کا کام ہے۔ اس لئے رگوید گویا بمنزلہ کلام ہے۔ یا یوں کہو کہ موجودات کی تعریف کرتا ہے۔

یجروید کو من سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ من کی دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں پرلے درجہ کی حرکت ہے۔ اور دوئم یہ کہ باوجود متحرک ہونے کے یہ خواہش کرنیکا آلہ ہے۔ پس یجروید حرکت یعنی کرم کانڈ کے اصول کی تعلیم دیتا اور ساتھ ہی بتلاتا ہے۔ کہ یہ اعمال سوچ سمجھکر کرنے چاہئیں۔ اسی واسطے یجروید کا دوسرا نام منن شاستر بھی ہے۔ کیونکہ جو صنعت و حرفت کلا کوشل ایجاد وغیرہ کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ وہ بدون سوچنے ظہور میں نہیں آسکتے۔ من کے ساتھ یجروید کو تشبیہہ دینے سے یہ جتلانا مقصود ہے۔ کہ یجروید اس حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے جو کہ خواہش اور سمجھ سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا سکام۔ کرم کانڈ یجروید کا نفس مضمون ہے +

سام وید کو اس منتر میں پران سے تشبیہہ دی ہے۔ لفظ پران کے تین موٹے معنے ہیں (اوّل) ابتدائی حالت (دوئم) نشکام کریا (سوئم) اصول طاقت

اس سے پہلے منتر میں ہم نے جہاں رگوید کو پران ثابت کیا تھا۔ وہاں اُسکے معنی ابتدائی حالت کے کئے تھے۔ لیکن اسجگہ وہ معنی کرنے درست نہیں۔ یہاں نشکام کریا کے معنے لینے نہایت مناسب اور قدرتی ہیں۔ من سے خواہش کی جاتی ہے۔ اور تمام دنیاوی کام بغیر خواہش دنیا کے نہیں ہوتے۔ اسی کو سنسکرت میں سکام کرم کہتے ہیں۔ اور یہ یجروید کا نفس مضمون ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن سکام کے بعد نشکام کا درجہ ہے نشکام کے معنے "بغیر خواہش دنیا" کے ہیں۔ اور یہ بات وید نے پران کے لفظ سے اشکار کے طور پر ادا کی ہے۔ من جہاں آلہ حرکت ہے۔ وہاں آلہ خواہش بھی ہے۔ پران حرکت تو کرتا ہے۔ لیکن پران آلہ خواہش نہیں۔ پس سام وید طریق عبادت سکھلاتا ہے۔ اور عبادت کا آغاز تب ہوتا ہے۔ جب انسان دنیوی اشیاء کے بھوگنے کی خواہش کو ترک کردیوے۔ اسی کو سنسکرت میں ویراگ اور فارسی میں ترک کہتے ہیں۔ ویراگی (تارک الدنیا) سے مراد ہم ہمیشہ یہ لیتے ہیں۔ کہ جو دنیا میں رہ کر دنیا کا بندہ نہ بنے دنیوی ضروری کام کرتا ہوا بھی دل میں انکی خواہش نہ رکھے۔ مثلاً ایک

خزانچی سرکاری کی طرف سے دس روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے - ہزاروں روپئے اُس کے تحت میں ہیں - لیکن وہ کبھی دل میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں خزانہ کا مالک ہوں - یا اگر اُس کو خزانہ کے کام سے ہٹا کر کسی اور کام پر لگا یا جاوے تو اُس کو کبھی رنج نہیں ہوتا ہے - وجہ یہ کہ من سے اپنا سمجھ نہیں سمجھی - جب اس سے بچہ کو لے لیا جائے تو اس کو دُکھ نہیں ہوتا اسی طرح عابد یا ویراگی کھانے پینے کے معمولی کام لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے - لیکن وہ دنیوی اشیاء کی خواہش من سے نہیں کرتا - من سے تو خدا کے قرب کی خواہش کرتا ہے - کیا معنے کہ عابد مثل پران کی نشکام کریا کے ہے - پران کسی قسم کی خواہش نہ رکھتا ہوا کھانے پینے کی چیزوں کو تحلیل کرتا ہے - لیکن جن چیزوں کو پچاتا ہے اُن کی خواہش اس میں نہیں - بھوگ مارگ سے جب انسان ہٹتا ہے - تب ہی نشکام مارگ (عبادت) میں داخل ہوتا ہے - بس سام وید سکھلاتا ہے کہ جس طرح پران شریر میں نشکام ہو کر چیرتا ہے اسی طرح سے عابد کو دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہئے - دنیوی خواہشات کا ترک کرانا سام وید کا مدعا ہے اور اسی کا نام پران مارگ یا نشکام مارگ ہے اور اسی کو مہرشی دیانند نے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۷۶ پر اس پر کار درشن کیا ہے -

(**مطلب**) صرف پرمیشور کے حاصل کرنے کی غرض سے دھرم کے کاموں کا کرنا ہی نشکام مارگ ہے -

. . . . . . جنہیں دُنیوی بھوگوں کی خواہش سے دھرم کے کام کئے جاتے ہیں - اُسکو سکام کہتے ہیں"

نشکام اور سکام دونوں مارگوں میں دھرم کے کام کرنے ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ

| | |
|---|---|
| سکام مارگ میں | دنیوی بھوگوں کی خواہش ہوتی ہے |
| اور نشکام مارگ میں | ایشور کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے |

ایشور کے حاصل کرنے کی تدابیر بتلانا سام وید کا کام ہے اور اسی وجہ سے

سام وید نشکام مارگ یعنی اُپاسنا کا طریق سکھلاتا ہے اور سکام مارگ ارتھات لوگ پرشنا [illegible] واسطے [illegible] [illegible] ہے

[illegible: vertical handwritten marginal note in left margin]

سام وید کو پران سے تشبیہ دینے کی ایک اور بھی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں پران کے ایام یعنے یوگا بھیاس کی ضرورت ہے طوالت کے خوف سے اسکی زیادہ تشریح ہم نہیں کرنا چاہتے منتر کے بقیہ حصے کا نہ ہی ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ اور نہ ہی تشریح کیونکہ اسکی تشریح یہاں مطلوب نہیں ہے

## منتر دیگر

شنو منر اشم درنہ ............... (رگوید)

اس منتر میں لفظ برہسپتی آئے سے مراد ایشور کی ہے لیکن برہسپتی کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑی سے بڑی شے یعنے آکاش کا سواحی اور دوسرے وید دانی کا سوامی جب پرمیشور وید دانی کا سوامی ہے تو بلاشبہ وید دانی ایشور کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہی اسکا یعنی مالک اور حفاظت کرنیوالا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

## منتر دیگر

تمی رہت پر تھم ............... (رگوید اشٹک ۱ - ادھیائے ۳ ورگ ۳ منتر ۳)

اس منتر میں تعسری پیادنم، لفظ موجود ہے - اس کے معنے یہ ہیں کہ ایشور ہی سب جگت کو حرکت - اور گیان (وید) کا عطا کرنیوالا ہے (مفصل تشریح کے لئے آریہ ونجوی نے صفحہ ۱۱۹ اور مہرشی دیانند کا رگوید بھاشیہ صفحہ ۷۴۹ ملاحظہ فرمائیگا

## منتر دیگر

سا پور دیا نودا ............ (رگوید اشٹک ادھیائے ورگ ۳ منتر ۲)

(دیکھو رگوید بھاشیہ کرت مہرشی دیانند صفحہ ۶ ۲ ۴ ۶ ۱)

**مطلب** ہے کہ وہ کو تا تی (علم) کی اشاعت کرسکیں - انسانوں کے لئے پرمیشور نے پور دیا (ازلی) نی ودا (کلام وید) کو جس ابو ھا (ازلی علت) سے اج تی (پیدا) کیا ہے۔

اس مبارک منتر میں بتلایا گیا ہے کہ کلام وید جو کہ ازلی ہے اسکو پرمیشور نے ازلی علت یعنے اپنے میں سے ظاہر کیا ہے اور دنیا میں جملہ علوم جو اشاعت پا رہے ہیں - انکا مخرج وید ہی ہے - یہ منتر بتلاتا ہے کہ وید خدائی کا اپدیش اس لئے دیا گیا ہے کہ انسان علم کی اشاعت

اسکی بدولت کر سکیں

اسی منتر کے اگلے حصہ میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اسی پرمیشور نے جس نے کہ ویدوں کا پرکاش کیا ہے۔ مادی سورج کو اس غرض سے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ مادی اشیاء کو دکھا سکے۔ اور اُسی پرمیشور نے پانی نباتات وغیرہ بنائی ہے۔ اور سب دولت کا دینے والا وہی پرمیشور ہے۔ ایسے اگنی (علم مجسم) پرمیشور کو ودوان دہارتے ہیں۔ اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔

## منتر دیگر

سامات رشوا پُوروو ا . . . . . . . . . . . . . .

رگوید اشٹک اول ادھیائے ۷ ورگ ۳ منتر ۴

(دیکھو مہرشی دیانند کرت رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۶۵۰)

(وتن یہ یہ" اپنی اولاد کی مانند جیو کے لئے "سُرُوہ" "راحت بخش" "درگا تم" وید دانی کو (ددت) ایشور نے دیا ہے۔ اور رات رشوا کرۂ ہوائی کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ ہوا دانی کی اشاعت میں ذریعہ بنے۔

یہ کلام وید کی ہی خوبی ہے۔ کہ سچائی کو ظاہر کر سکے۔ اس منتر نے کس خوبی سے بتلایا ہے۔ کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کی بہتری کے لئے راحت بخش سامان مہیا کرتا ہے اسی طرح جیو رُوپی اولاد کے باپ (ایشور) نے سُکھہ دینے والی کلام وید کا اپدیش کیا ہے تمام علم مانتے ہیں۔ کہ اگر ہوا نہ ہوتی۔ تو انسان کی کلام کو دوسرا انسان نہ سن سکتا۔ ایک انسان کی کلام کو دوسرے انسان تک پہنچانے کا ذریعہ ایشور نے ہوا (مات رشوا) کو ہی بنایا ہے۔ طوالت کے

فقرہ ہفتم۔ مولوی صاحب نے مہربانی کر کے اپنے مطلب کو صاف نہیں کیا۔ یا شاید نہیں کر سکے۔ اگر یہ سچ ہے کہ ہر ایک قوم میں ایک پیغمبر گذر چکا ہے۔ اور خدا جانتا ہے۔ تو خدا نے کیوں نہیں اُن کے نام بتلائے۔ خدا کا یہ کہنا۔ کہ ہم نے وہی راہ بتلائی ہے جسکی بابت نوح کو ہدایت کی تھی۔ اور جسکی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت ہوئی تھی۔

مجھے خدا کی واقفیت پر سخت حیرانی آتی ہے۔ اگر آریہ جاتی میں بقول قرآن کوئی پیغمبر گذرا ہے
تو خدا نے اس کا نام کیوں نہیں لکھا۔ عرب کے گرد نواح کے عیسیٰ موسیٰ۔ ابراہیم اور نوح
کے نام جانتا ہے۔ کیا ایران۔ چین۔ روس۔ جاپان۔ آسٹریلیا۔ جنوبی امریکہ۔ شمالی امریکہ
یورپ افریقہ میں پیغمبر نہیں گذرے۔ اور اگر بقول قرآن گذرے ہیں۔ تو خدا کو اُن
کا علم نہیں۔ افسوس کہ عربی خدا کی واقفیت کیسی ادھوری اور ناقص ہے۔

آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ دین کیا ہے۔ اور جواب دیتے ہیں کہ وہ توحید
ہے۔ میرے خیال میں لفظِ توحید بالکل بے معنی ہے۔ کیا توحید کے یہی معنی ہیں کہ ایک خدا
اگر یہی ہیں۔ تو اس سے کچھہ قرآن کی بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیا کسی چیز کے ساتھہ
لفظ ایک کا لگانے سے وہ چیز اعلیٰ ہو سکتی ہے۔ یا اچھی جا سکتی ہے۔ فرض کرو۔ کہ کوئی کہے۔
کہ بہت چور نہیں صرف وحدہٗ لاشریک یعنی ایک چور۔ تو کیا ایک چور اچھا سمجھا جائیگا۔ اصل
میں جہاں قرآن بار بار لفظ ایک پر زور دیتا ہے۔ جو کہ بے معنی ہے۔ وہاں اُسکو چاہیے تھا۔
کہ اس ایک کی مکمل صفات بھی ظاہر کرتا۔ اگر ایک مکمل صفات والا خدا ثابت کر سکتا تو نہایت
ہی عمدہ بات تھی۔ لیکن قرآن کے مصنف نے نوین دید انتیوں سے لفظ ایک تو سن لیا ہے اور مکمل صفات نہ سن سکا۔
واحد۔ خدا کی کیا مکمل صفات ہونی چاہئیں۔ اسکا فیصلہ علم و عقل و قدرت سے ہی کر سکتے
ہیں۔ جو آدمی کہ علم و عقل اور قدرت کی شہادت ماننے والا ہے۔ اُسکو تو شاید مولوی
صاحب تو مشکل سے لیکن آریہ لوگ برابر ایشور کی ہستی کا قائل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ قدرت
اُسی کا فعل ہے۔ اُس سے صانع کی صفات جانی جا سکتی ہے۔ اگر قدرت کے اندر
انتظام ہے۔ تو ایشور منتظم اور صاحب عزت ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا میں انسانوں کی حالت
رنج و راحت یکساں نہیں۔ تو ایشور کا عدل ثابت ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی صفت
ہم ایشور کی ایسی نہیں مانتے۔ جو کہ قدرت اور علم و عقل سے ثابت نہ ہو سکے۔ پس جب
ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم ایشور کی ہستی کو ثابت کرینگے تو اُس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُسکی صفات
بھی ساتھہ ہی ثابت ہو سکتی ہیں۔ لیکن قرآنی خدا کی تو ایک ہی صفت ہے
یعنی ایک ہے یا وحدہٗ لاشریک ہے۔ میرے خیال میں ایک بے شک وہ

ہے۔ لیکن وہ کیا ہے۔ اسکا جواب قرآن ہرگز نہیں دے سکتا۔ کیا معنے کہ قرآن قدرت کے خدا کی صفات کو کہہ نہیں سکتا۔ پس محض توحید کا لفظ جسکی کہ مسلمان بڑائی کرتے ہیں بے معنی لفظ ہے۔ کیا اکاش ایک عنصر نہیں کیا زمانہ ایک شئے نہیں۔ محض لفظ ایک خدا کی کل صفات بتلانے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

آگے چل کر مولوی صاحب نے سناتن دھرم گزٹ کا ذکر کیا ہے اور نہایت سنجیدگی سے لکھا ہے کہ آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ مولوی صاحب اگر آپ نے عدالت میں جاکر یہ الزام ثابت کرنا ہو تو کیا وہاں آریہ سماج کے مخالف کا حوالہ دیکر آپ ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں کر سکتے یا نہیں کریں گے تو یہاں لکھتے ہوئے آپ کے دل میں خیال تک نہ گزرا کہ سناتن دھرم گزٹ کی شہادت سے ہم کیا لکھ رہے ہیں اگر آپکو انصاف مد نظر ہوتا تو آپ کبھی تو اس مباحثہ میں تشریف لاتے اور آنکھوں سے دیکھتے کہ کس کو بھاگنے کی کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ واقعی مولوی صاحب اگر قاضی بنائے جائیں اور اس قسم کے فتوے بلا تحقیق دیں تو بندگان خدا کا خوب انصاف ہو۔ شاید مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ تحریر میں امر واقعہ کے خلاف لکھنے کا ڈر نہیں۔ میں نہایت ادب سے درخواست کرونگا کہ کیا مولوی صاحب سناتن دھرم گزٹ کو مستند مانتے ہیں اور اگر نہیں مانتے تو یہاں پر لکھا کیوں لکھدیا۔

اس سے آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ خدا بندوں کی حاجتوں کے مطابق انکو سامان مہیا کیا کرتا ہے جس سے مطلب آپ کا یہ ہے کہ بندوں کی حاجتیں بدلتی رہتی ہیں۔ یعنے

پہلے زمانہ میں تو انسان پر رکھتے اور ہوا میں اڑتے تھے۔ اب چونکہ انسان کے پر نہیں رہے۔ نہ معلوم کیوں، اس لئے خدا نے اب چلنے کے لئے زمین کا فرش بچھا دیا ہے۔ پہلے لوگ شاید اور قسم کے الہام کے محتاج تھے۔ لیکن حضرت صاحب کے وقت میں گویا انسانی فطرت ہی بدل گئی۔ اور ان کو قرآن کا سا ناقص الہام درکار ہوا۔ خدا یہ بھی قرآن میں بقول آپ کے کہتا ہے کہ "اپنے بناوٹی دوستوں اور اگلا اماموں کی بجہ لکھے نام بغیر کے نہیں دے سکتا تھا۔ اچھا اگر انہیں فرصت نہ تھی تو اتنا تو ضرور کرتا کہ بناوٹی دوست یا امام

کی پہچان ہی تبلا دیتا۔ کیا بناوٹی دوست وہ ہے جو علم وعقل اور راستی کے خلاف وعظ
کرے۔ اگر یہ تعریف خدا کو منظور ہے تو پھر حضرت محمد صاحب جنکے قرآن میں علم وعقل وراستی
سے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں۔ بناوٹی دوست اور بناوٹی امام ثابت ہونگے اور پھر لوگونکو
چاہئے کہ اُنکے پیچھے ہرگز نہ چلیں۔

آگے چلکر جناب لکھتے ہیں کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بھی بنی اسرائیل کو بتاتا ہے جنمیں
وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

مجھے آج معلوم ہوا کہ قرآن کے مصنف کو تاریخ لکھنے کا بخوبی مادہ نہ تھا۔ بھلا تاریخی باتوں
اور مضمونوں میں اس کہنے کیا معنے ایسی باتوں سے مکمل خدا کا کیا مطلب ہے؟ گول مول
کارروائی خدا بھی معمولی آدمیوں کی طرح کرنے کا عادی ہے۔

اور دیکھئے۔ کہ ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تم کو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ
خدا سے ڈرتے رہو" واہ واہ کیا کہنا۔ خدا کو لفظ کتاب کا ہی آتا ہے۔ گیان تو
اس کے دماغ میں سما نہیں سکتا۔ پہلی کتاب کا پھر دیکھئے نام تک نہیں بتایا۔ مہمل باتیں
ہیں۔ وہ کونسی پہلی کتاب ہے۔ کیا پہلی کتاب کے بعد قرآن دوسری ہے اور کیا جسطرح
پرائمری کلاس میں جاکر تیسری کتاب پڑھتے ہیں۔ کل کو کوئی تیسری کتاب بھی آئیگی
کتاب کا لفظ جس فصاحت سے استعمال کرتا ہے اُس سے ایک معمولی آدمی بھی بلا
شبہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ قرآن کے خدا کے ذہن میں کتاب کو اُتارنے یا گرانے کا ہی خیال
ہے۔ گیان کو دل میں بذریعہ تحریک ڈالنے کا نہیں۔ پس جبکہ عقل نے ثابت کر دیا ہے
کہ کوئی کتاب خدا کی طرف سے نہیں گر سکتی اس لئے قرآن کا یہ قول غلط اور مہمل ہی
ثابت ہوا۔

میں نے اوپر بھی کہا تھا کہ قرآن میں جابجا ایک کا لفظ تو ہے۔ لیکن خدا کی ان اعلیٰ مکمل صفات
کا ذکر نہیں جو کہ ہم عقل یا قدرت سے ثابت کر سکیں۔ لیجئے اُسکی گواہی میں مولوی صاحب
کا پیش کردہ فقرہ کہ خدا سے ڈرتے رہو کیا خدا ہوّا یا ڈراونی چیز ہے جس سے ڈریں
بُری شئے سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔ نہ کہ نیکی مجسم خدا سے۔

کہاں وید کے مبارک الفاظ کہ ایشور۔

"ادم کجوہ - پران سے بھی پیارا ہے"۔
"بھواہ" دکھون کا ناش کرنیوالہ ہے"

"سواہ" جملہ راحتون کا دینے والا ہے" (دیکھو گایتری منتر)

وہ پتا کی مانند ہے۔ "تت سویتا" وہ سب کا تاپتا ہے۔ ایسا دی ہے۔

(دیکھو سنسکار ودہی سنیاس وشے) وہ پرمیشور

راحت اور آنند مجسم ہے۔ کل خوشیون کا منبع ہے۔

"شنو دیوی" سندھیا کے پہلے ہی منتر مین کہا ہے۔ کہ جملہ راحتون اور مکمل آنند کی
گویا بارش کرنیوالا ہے۔

"وشوانی دیو سویتر" وغیرہ اس منتر مین لکھا ہے۔ کہ پرمیشور جملہ برکتون۔ راحتون۔ آنندون
نیکیون اور خوبیون کا دینے والا ہے۔ اور جو انسان کی سچی بہتری کے لئے ضروری ہے۔
وہی وہ کر رہا ہے۔ اور تمام برائیون اور گناہون کو انسان اسی کے وصل سے
دور کر سکتا ہے۔

جو چیز انسان کے مرغوب طبع یا موافق مزاج ہوا کرتی ہے۔ اس سے انسان ڈرتا
یا بھاگتا نہین۔ بلکہ اسکو پیار کرتا ہے۔ کیا انسان نیکی مجسم راحت مجسم خدا سے
کبھی بھاگنا یا اس سے ڈرنا منظور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ سنسکرت مین عبادت
کے لئے لفظ اُپاسنا ہے جسکے معنے یہ ہین۔ کہ پرمیشور کے نزدیک ہونا اور ہم آریہ لوگ
ہمیشہ عبادت سے یہی مراد لیتے ہین۔ کہ ہم ایشور سے پیار کرین۔ اور آتما کو اس سے
ملائین۔ اور اس کا قرب حاصل کرین۔ کیا جب کہ قرآن خدا کو ڈراونی شئے بتلا رہا
ہے تو اسکی عبادت کون کر سکتا ہے۔ اور کس کو اس سے پریم ہو سکتا ہے۔
بس ایسے قرآن کو دور سے سلام جو کہ لوگون کو برائی سے ڈرانیکی بجائے نیکی اور راحت مجسم خدا سے ہی
ڈرنا اور بھاگنا سکھاتا ہے۔

آگے چلکر مولوی صاحب نے اپنی تاریخ دانی کا نہایت اعلیٰ ثبوت دیا ہے۔ آپ پہلے سوال کرتے
ہین۔ یعنی یہ کہ۔ قرآن سے پہلے ہند۔ مصر۔ یونان۔ چین وغیرہ مین علمی ترقی ہو چکی تھی۔

اور پہر دیکھئے۔ کہ کل ملکون کی علمی ترقی کا رد شیخ سعدی کی ایک ہی تک سے کر دیا۔ میرے اس بیان کو رد کرنیکے لئے کسی بھی تواریخ کا آپ نے ذکر تک نہین کیا۔ صرف آپنے یہ لکھدیا کہ

ع گلست سعدی و در چشم دشمنان خار ست

یہ لوگون کو آج ہی پتہ لگا۔ کہ تاریخی امور مسلمہ کے جواب مین آپ سے مولوی صاحبان گلستان کا مصرعہ پڑھکر گذارہ کر لیا کرتے ہین۔ اگر آپ نے تاریخ نہین دیکھی تو بہتر تہا کہ چپ رہتے۔ لیکن ہر جگہ گلستان کے شعرون سے کام نہین چلیگا۔ پس میرا بیان ثابت ہے آپ نے کوئی تاریخی حوالہ دیکر اس کا رد نہین کیا۔

مولوی صاحب نے جب دیکہا۔ کہ تاریخی امور مسلمہ کا جواب تو ہم سے نہین بنے گا۔ پہر آپ کوتاہ ہتھیارون پر آگئے۔ اور تاریخ کے حوالون کی بجائے اپنے دل کا بخار یعنی اس طرح پر نکالنے لگے۔

مجھے یہ گمان نہ تہا۔ کہ آپ اس درجۂ حق سے متنفر ہو نگے۔ کہ قرآن کے مقابلہ مین ایک اور ایک دو کہنے سے بھی دل چرائینگے۔ انسان کو چاہئے۔ کہ جب دوسرے کو الزام دے۔ تو کم از کم اس کو ثابت تو کر دے۔ کیا اگر مین لکہدون۔ کہ فلان شخص کے سر پر سینگ ہین۔ تو میرا ایسا لکہنا کوئی مان سکتا ہے۔ مولوی صاحب کا یہ فرمان کہ مین اس درجۂ حق سے متنفر ہون۔ سراسر لغو اس لئے ہے۔ کہ انہون نے کوئی بھی تواریخی حوالہ دیکر میرے بیان کا رد نہین کیا۔

آگے مجھے مولوی صاحب کی نئی تاریخ آپ فرماتے ہین کہ:۔

”جناب من ہند جو ہمیشہ سے بتخانہ رہا ہے“ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ مولوی صاحب نے کسی تاریخ ہند سے نقل کیا ہے۔ جو کہ آپ کے دماغ مبارک مین ہے۔ مین نے منشی ذکاء اللہ وغیرہ کئی مسلمان اصحاب کی تاریخین بھی پڑھی ہین۔ لیکن اُن مین بھی ایسا فقرہ کہین نہین پایا۔ انگریزی مین جتنی بھی تواریخین ہین۔ اُن مین بھی ایسا بیان نہین ملتا۔ مولوی صاحب کی دیدہ دلیری واقعی قابل تعریف اور تاریخی واقفیت یاد رکھنے کے قابل ہے۔

اس سے بڑھکر لاعلمی تاریخ کی مولوی صاحب نے چین مصر اور یونان وغیرہ کی بابت دکھلائی۔ اور پہر آگے چلکر توحید کی بھی بے معنی شرلاپی ہے۔ اور خارج از بحث ذکر چھہ کروڑ آدمیون کو مسلمان بنانیکا کیا ہے مین کہتا ہون کہ مان لیا۔ کہ مسلمان چھہ کروڑ نہین۔ بارہ کروڑ ہین۔ پہر اس تعداد سے کیا ثابت ہوگا۔ آپ یہ تو ثابت کر لیتے کہ قرآن مین بت پرستی مردم پرستی۔ شہوت پرستی اور بے علمی کی باتیں

نہیں ہیں۔ جبکہ قرآن بیچارے پرانوں سے بڑھکر بت پرستی اور مردم پرستی وغیرہ کی تعلیم دے رہا ہے تو کیا آپکا یہ شیخی بگھارنا بے سود نہیں ہے۔ مولوی صاحب کو یہ لکھتے وقت خیال نہ آیا کہ ان چھ کروڑ میں سے پونے چھ کروڑ تو قبر پرستی۔ تعذیہ یعنے کاغذ پرستی کعبہ یعنی مکان پرستی۔ اور انسان یعنے حضرت پرستی کے زر خرید غلام بن رہے ہیں اور اگر مولوی صاحب کا یہ طعنہ ہے کہ آریہ سماج نے بت پرستی کو بہت جلد نہیں اکھاڑا تو میں کہوں گا کہ بیس سال کے عرصہ میں جو ترقی کہ آریہ سماج نے کی ہے اور جس سرعت سے بت پرستی کو اس تھوڑے سے عرصے میں اوکھاڑا ہے وہ تیزی اسلام کو آج تک حاصل نہیں ہوئی صدیوں کی کوششوں سے بھی اسلام مگر وہ قبر پرستی کو اپنے میں سے دور نہیں کر سکا۔ آریہ سماج کے اپدیش نے تو وہ کام کیا ہے جو محمدی تیغ بھی نہیں کر سکی بھلا ہندوؤں کے درمیان سے بت پرستی کو دور کرنا آسان کام تھا اور کیا کبھی اسلام کر سکتا تھا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

**فقرہ ہشتم** - لیجئے آپ کے اصول نمبر ۹ میں نقص عرض کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسرے سے بھی ممکن ہے"۔ یہ عبارت ناقص ہے اس میں یہ الفاظ جب تک نہ درج کئے جائیں تب تک آپ کا اصول پایہ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتا۔ الفاظ یہ ہیں "جن حالات کے اندر جو امر اور کام ایک فرد انسان کرتا ہے انہیں حالات کے اندر وہی دوسرے سے بھی ممکن ہے۔

**اصول نمبر ۱۰** میں خدائی مذہب اور تعلیم بے معنی طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ خدائی مذہب یا تعلیم درست ہے نہ کہ جو حضور والا نے لکھا ہے"۔

**اصول نمبر ۱۱** - یہ خود اصول نہیں ہو سکتا بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھہر سکتا ہے۔ ضمنی بات کو اصول قرار دینا غلطی ہے۔

**فقرہ نہم** اس میں آپ نے قرآن کی خاص باتوں کا ذکر کیا ہے جسکو آپ اُسکے تعلیمی حصہ میں سے لیتے ہیں۔

(۱) "خداوند فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کاملہ کے نشان انکے حق میں رات کا وقت ہے جس سے ہم دنکی روشنی کو نکال لیتے ہیں اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ رات کیا شئے ہے۔ اور دن کی روشنی کو نکال کر کہاں رکھا جاتا ہے۔ اور سورج سے کیا مراد ہے۔ قرآن کی عبارت تو مہمل ہوا کرتی ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے بھی اس کو واضح نہیں کیا کہ یہ کیا بات ہے۔

(۲) "خدا نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔"

یہ کیا فرشتے ہیں یا انسان۔ کام سے کیا مراد ہے۔ اور کیا جنکو کام میں لگایا ہے اُن کا علم بھی کہیں قرآن میں دیا ہے۔ سورج کی روشنی میں کتنے رنگ ہیں۔ سورج کی حرارت سے کیا ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ علمی باتوں کا ذکر تک تو قرآن میں نہیں۔ صرف معمولی لفظ ہیں جیسا کہ جاہل سے جاہل بھی جانتے ہیں۔ سورج اور چاند کے گھومنے کا تو ذکر کیا ہے۔ لیکن یہاں پر زمین کی گردش کا ذکر کیوں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص معمولی آدمیوں کی طرح ظاہری مشاہدہ سے دیکھتا تھا کہ سورج چاند گھوم رہے ہیں۔ لیکن زمین کی گردش کی بابت اُسے کچھ علم نہ تھا اگر ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ لکھتا۔

(۳) آگے قرآن میں زمین سے دانے۔ کھجوریں اور انگوروں کا ذکر کیا ہے۔ ادویات سونا۔ چاندی وغیرہ بیشمار اشیاء جو زمین میں بھری پڑی ہیں ان کا ذکر تک نہیں بارش کا لفظ تو ہے۔ لیکن نہیں بتلایا کہ بارش کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ کس اصول پر یہ کام ہو رہے ہیں۔ علمی ذکر کچھ بھی نہیں۔ جاہلوں کی سی موٹی موٹی باتیں ہیں۔

(۴) خدا وہ ذات پاک ہے۔ جس نے زمین کو پھیلایا۔ اس میں پہاڑ دریا پیدا کئے۔ اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں" وغیرہ۔ زمین آیا گول ہے یا کیا پہلے سکڑی ہوئی تھی۔ کس چیز سے زمین بنی۔ کس کے بعد بنی۔ اور اس کی علت مادی کیا ہے وغیرہ بیسیوں علمی سوال ہیں جنکا کہیں بھی ذکر تک نہیں۔ بھلا یہ باتیں تو جاٹ لوگ بھی جانتے ہیں۔ اسمیں کیا بڑی علمی بات ہے۔

(۵) آگے خدا دہریوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ تیرے رب کی طرف سے سب چیزوں کی انتہا ہے۔ اور مولوی صاحب تشریح میں فرماتے ہیں کہ بیشک "ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہے" وغیرہ۔ تو کیا مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ ان

مادی اشیا کی علت مادی خدا ہے۔ اگر ایسا ہے تو خدا بھی مادہ ہوا۔ واہ! کیا کہنا اس قرآن کی فلاسفی پر جس نے خدائی روح کو بھی مادہ ہی بنا دیا!

(۶) "میرے سوا کوئی معبود برحق مالک الصاف نہیں۔ اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں"۔ مولوی فرشتوں کی گواہی بھلا انسان کیسے سُن سکتے ہیں۔ فرشتے کہاں رہتے ہیں۔ کیا آپ نے اُن کی گواہی کبھی سُنی۔ جیسے فرشتے موہوم شے ہیں ویسے ہی خدا ہوگا۔

(۷) "خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا"۔ خوب! باقی باتیں تو ظاہر ہوا کہ منت سماجت سے بخش ہی دیگا۔ واقعی اس فقرہ سے تمام گناہوں کی اشاعت کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ میں چور کو ہرگز نہیں بخشونگا۔ تو ظاہر ہے کہ جھوٹے اور زانی کو بخش سکتا ہے۔ ایک انسان یہ کہتا جائے۔ اور اکائی یعنے حساب کا ہندسہ پڑھتا جائے کہ خدا ایک ہے اور تمام گناہ کرتا جائے۔ خدا اس کو بخش دیگا۔ واہ! یہی قرآن کی تعلیم ہے جس کا آپ فخر کرتے ہیں۔

(۸) مکہ کے فرشتوں کو جو کعبہ میں بُت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ "اس گھر کے مالک یعنے صرف خدا کی عبادت کریں"۔ خوب! الہامی کتاب اور اس میں جغرافیہ کا ہونا کیسا موزون دکھائی دیتا ہے۔ مکہ اور کعبہ کے بتوں کا ذکر۔ متھرا بندرابن کے بتوں کا ذکر کیوں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب سے باہر خدا دنیا کا علم نہیں رکھتا۔ اور دیکھئے کعبہ خدا کا گھر ہے۔ اور خدا اس گھر کا مالک ہے۔ کیا خوب! محیط کُل اسی کا نام ہے۔

(۹) "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی بڑوتری دی ہوئی پس نہیں بڑوتری والے اپنے حال غلاموں کو دیکر ان سے برابر ہوتے تو کیا خدا کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں۔"

اچھا جب خدا نے ہی لوگوں کو دُکھ سکھ میں غریب امیر بنا کر ڈالا ہے تو پھر وہ کیوں لوگوں سے امید کرتا ہے کہ وہ امیر ہونے پر اپنا مال غلاموں کو دیکر اُنکو برابر بنالیں۔ یعنے جو خدا بھی نہیں کر سکا۔ وہ خود کیونکر کرلیں۔ خدا اگر برابر بنا

دیتا تو بیچارے غلاموں پر ظلم تو نہ ہوتا۔ خدا لوگوں سے جھوٹی امید رکھتا ہے۔ اوّل تو لوگ کر نہیں سکتے۔ کیونکہ جو خدا نہیں کر سکا وہ کیونکہ کرینگے۔ اگر کر لیں تو خدا سے بڑے ہو جائیں۔ وید و شاستر نے بتلایا ہے کہ ایشور نیاکاری جیوؤں کے کرموں کا پھل پر داتا ہے۔ غریبی امیری لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ لیکن قرآن میں جیو اور اعمال کا ذکر کہاں۔ یہ فلسفہ کی باتیں اس علم سے خارج کتاب میں کہاں سے آسکتیں۔ یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ خدا ظالم ہے۔ غریب و امیر بغیر کسی سبب کے اُس نے پیدا کئے ہیں۔

(۱۰) خدا کا اور فلسفہ سُنیئے گا۔ "خدا کا شکر کرو دور زمین میں پہاڑ بنا دئے تاکہ بسبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے... وغیرہ" معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مصنّف سمجھتا ہے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ گردش نہیں کرتے اُس کو کیا معلوم تھا کہ کبھی میری باتوں کی بھی علم و عقل سے پڑتال ہوگی۔ جو من میں آیا لکھ مارا پہاڑ پانی کی حرکت روکنے کو خوب میخیں گاڑی ہیں۔ علم طبعیات کا کمال اسی آیت نے کر دیا۔

آگے جو مولوی صاحب نے صفات باری۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ معاملات اطاعت۔ قانون فوجداری و دیوانی۔ جنگ۔ فارن آفس وغیرہ کی سُرخی دیکر لکھا ہے اسکو پڑھکر تو بے اختیار ہنسی چھوٹتی ہے کہ یہ کیا باتیں ہیں۔ ان میں کہیں بھی کسی اعلےٰ علمی اصول کا ذکر تک نہیں۔ اور کوئی بھی علمی بات ایسی نہیں لکھی جو علم و عقل سے پایہ ثبوت کو پہونچ سکے یہ باتیں تو ویسی ہیں کہ جیسے بچے کھیل کے وقت جج مجسٹریٹ بنجاتے ہیں۔ جہاں لڑنے کا نام دیکھا اُس کا نام مولوی صاحب نے محکمہ جنگ رکھدیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا وہاں فارن آفس ہی رکھدیا۔ میں حیران ہوں کہ ان صفحوں میں جو جو باتیں مولوی صاحب نے لکھی ہیں اُن میں کس کس بات کی تردید کروں۔ کوئی بھی مسئلہ تو علم و عقل کا مجھے نظر نہیں آتا۔ صفات باری پر مولوی صاحب اتنا خم ٹھوکتے تھے لیکن کہیں بھی خدا کو عادل اور شیطان کے اوپر غالب روحوں کے اعمال کا پھل

دینے والا۔ محیط کُل۔ علمِ کُل۔ وغیرہ وغیرہ صفات والا ثابت نہیں کر سکتے اور سچ ہے۔ کرتے بھی کہاں سے جب کہ قرآن میں علمی مسایل ہی نہ ہوں تو یہ کہاں سے لائیں

فقرہ نہم۔ یہاں پر مولوی صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن اجتماع ضدین کا مجموعہ ہے۔ یعنے کہیں لکھا ہے کہ شیطان سب کو گمراہ کرتا ہے کہیں لکھتے ہیں کہ نیک بندوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ ہم تو جاننا چاہتے تھے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ آیا شیطان کو ماننا یا نہ ماننا۔ آگے چلکر فرماتے ہیں۔ کہ "سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے"۔ خوب۔ اتنی دیر دورہ سپرد رہینگے۔ کیا خدا اتنی دیر انصاف نہیں کر سکتا۔ آگے چلکر آواگون کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کی گیتا کو اپنا وکیل بنا بیٹھے ہیں۔ لیکن اتنی معمولی بات کا جواب آج تک کوئی بھی مسلمان نہیں دیتا کہ معدوم اعمال کا لاانتہا اور غیر محدود ثمرہ کس منطق سے خدا دیگا۔ اگر دیگا تو کیا وہ عادل خدا کہلا سکتا ہے۔ اس فقرہ میں وہی باتیں بار بار دوہرائی گئی ہیں جنکی کہ کافی تردید آگے کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔ اس لئے بیان کو طوالت دینا لاحاصل ہے۔ بُدھی مان میری اور مولوی صاحب کی تحریر کو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھہ کر سچ اور جھوٹ کا خود ہی فیصلہ کر لینگے ٭

میرے پیارے ماسٹر صاحب۔ سلام علیک

آج میں نے آپکو ایک آیت قرآنی پر عمل کرنے کو سلام علیک سے مخاطب کیا ہے۔ ۳۱ جولائی کا دن بھی کیا ہی میرے حق میں خوشی کا دن ہے۔ کہ امرتسر میں اسقدر بارش بھی عمدہ ہوئی۔ جس سے تمام لوگ خوشیاں منا رہے تھے میں بھی دوستوں کی مجلس میں آموں کی دعوت اوڑا رہا تھا۔ کہ اتنے میں رسالہ آریہ مسافر پہونچا۔ کہ اسمیں آپ کا مضمون جس کے دیکھنے کو مدت سے آنکھیں ترس رہی تھیں بجواب فقیر "ختم شد" دیکھنے میں آیا۔ بیساختہ منہ سے نکلا۔ ؎ خواستیم آنچہ ما فراز آمد ۔ آب از جوئے رفتہ باز آمد ۔

لیکن مضمون پڑھنے سے وہ خوشی جو ابتدا میں ہوئی تھی نہ رہی۔ آخر شل اوّل یہ شعر زبان پر جاری ہوا۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال ؛ اب آرزو یہ ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں امید رکھے ہوئے تھا۔ کہ آپ میرے فقرہ نہم کے مقابلہ میں ضرور وید سے اسی قسم کا نقشہ دکھا کر میرے پیش کردہ نقشے سے مقابلہ کھلائینگے کیونکہ میں نے یہ نقشہ حسب درخواست آپ کے ہی لکھا تھا چنانچہ رسالہ نمبر ۲۔ جلد اوّل صفحہ ۳ میں آپ کی درخواست موجود ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔ مگر باوجود اس ازخود درخواست کے آپ نے میرے بیان کردہ مضمون پر اعتراضات (جن کا جواب آگے آویگا) تو کئے۔ لیکن یہ نہ ہوسکا۔ کہ اس کے مقابل ہر پہلو کو اسی طریق سے جس طرح میں نے لکھا تھا۔ ثابت کر دیتے۔ کیوں نہ ہو۔

زاہد نداشت تاب وخیال رہے رخاں ۔ کنجے گرفت وترش وخدارا بہانہ ساخت

ایسی شکایت کے موقعہ پر میں نے سعدی کا قول

گل است سعدی واز چشم دشمناں خاراست

لکھا تھا۔ جز اس شکایت کے دوسری شکایت وہی ہے۔ جو میں سابقہ مضمون کے شروع میں کر چکا ہوں۔ کہ آپ بتقلید پنڈت دیانند جی مسلمانوں کا خدا ۔ قرآنی خدا۔ پورانی خدا خدا وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر چونکہ میں سب کا خدا ایک ہی جانتا ہوں۔ اس لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا موہم شرک سمجھتا ہوں۔ یہ الفاظ آریہ سماج کو مبارک ہوں۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ میرے پیارے ماسٹر میں ایک آدم زاد ہوں۔ اور عموماً آدمیوں کی طرح بدخصلتیں ۔ (ایذارسانی۔ بدزبانی۔ بُری طرح انتقام لینا) مجھ میں بھی ہے۔ مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب (قرآن شریف) کو اپنا ہادی مانتا ہوں۔ جو

(مناظرہ بہت عمدہ طریق سے کرو) کہکر جو شیلے آدمیوں کو راہ راست پر لاتے ہیں۔ اس لئے ایسے الفاظ جن سے میرے مخاطب کو رنج پہونچے لکھنے سے حتی المقدور رُکنا مذہبی حکم جانتا ہوں غرض مجھ میں ایک عیب بڑا ہے

کہ وفادار ہوں میں + میرے خیال میں بحث ختم ہو چکی ہے۔ اب ناظرین کی توجہ اور فیصلہ ہی درکار ہے۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ بس کروں مگر بعض دوستوں نے جو آپ کے دوست ہیں لکھنے کی ترغیب دی۔ اس لئے یہ سطور عرض کر کے امید کرتا ہوں کہ تاریخ اشاعت مضمون ہذا سے ایک مہینے تک جواب ضرور دیدینگے کیونکہ میں اس مضمون کو رسالہ کی صورت میں کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا میں مدت سے اشتہار دیچکا ہوں۔ فقرہ اوّل میں آپ نے وہی سوال چھیڑ رہے کہ کتاب الہامی مدعی ہے۔ یا شخص الہامی۔ میں عرض کرچکا ہوں کہ اصل میں تو کتاب ہی مدعی الہام ہوگی۔ مگر چونکہ کتاب کا دعویٰ ہم کو اور سب دُنیا کو ملہم کے ذریعہ سے پہونچتا ہے۔ اس لئے اس کو بھی شریک دعوے مجازاً کہا جاتا ہے۔ اس پر میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ آپ کو کیا شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ بادشاہ وقت کا حکم حاکم ضلع کے وسیلہ سے پہونچتا ہے۔ اس لئے حاکم ضلع کا حکم بھی اس کو کہا جاوے تو غلط نہیں ہوگا۔ باقی آپ کی تقریر ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں + فقرہ دوم میں آپکو شبہہ ہوُا یا دانستہ تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں۔ کہ الہامی کتاب جب مدعی ہوئی۔ تو اس کی تعلیم گواہ کیسے بن سکتی ہے۔

مہربان ماسٹر صاحب! الہامی کتاب کو بحیثیت اس فقرہ کے جو اس میں دعوے الہام کا ہوگا۔ مدعی ہوگی۔ اور اسی کتاب کی پاکیزہ تعلیم (بجز فقرہ مذکورہ۔ کیونکہ وہ دعوےٰ ہے) اسی کتاب کے حق میں گواہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایسے بدیہی اور واضح مضمون میں کیوں اُلجھتے ہیں۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو کتاب کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ کتاب کا نام ہے۔ اوّل سے آخر تک کے مضمون کا۔ پھر جو فقرہ اس میں دعوے الہام کا ہوگا۔ وہ بھی کتاب کا جزو ہے۔ تو ایک ہی چیز آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ کیسے ہو سکتی ہے۔ مگر میں امید کرتا ہوں۔ کہ میری مذکورہ بالا تقریر سے آپ کو یہ شُبہہ نہ رہا ہوگا۔ مثال کے طور پر سنیے - ہندوستان نام کل مُلک کا ہے۔ جس کے حدود اربعہ ہمالیہ۔ بحیرہ عرب۔ بحر ہند۔ لنکا ہیں۔ مگر با این ہمہ ہم اپنے روزمرّہ کے محاورات میں کہا کرتے

ہیں۔ کہ آپ پنجابی ہیں۔ یا ہندوستانی۔ حالانکہ ہندوستان کے نام سے پنجابی بھی ہندوستانی ہیں۔ پھر یہ تردید لکھی ہے۔ جو جواب آپ اس کا دینگے وہی جواب اس کا ہوگا۔ اصل یہ ہے۔ کہ کبھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ کسی کل سے ایک جزو کو الگ اعتبار کر کے اس پر کل کی نسبت مغائر حکم لگایا جاتا ہے۔ پس ٹھیک اسی طرح الہامی کتاب بحیثیت دعوے الہام کے مدعی ہے۔ یعنی اس فقرہ نے جس میں دعویٰ الہام مذکور ہوا ہے۔ اس کو مدعی قرار دیا ہے۔ اور اس کی تعلیم اس کی گواہ ہے۔ ہاں ملہم کے حالات سے جی چُرانا کوئی خاص درجہ رکھتا ہے۔ تاڑنے والے بھی تاڑ جاتے ہیں۔ ؎

بہر رنگیکہ خواہی جامہ مے پوش۔ من انداز قدت را مے شناسم۔

فقرہ سوم میں لکھتے ہیں۔ کہ ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے۔ میں متعجب ہوں کہ بارہا میں نے عرض کیا مگر قبول نہیں ہوا۔ سچ ہے ؎

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل۔ لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے۔
کسی نے کہا کس کا وہ سر پڑا ہی۔ کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہی۔

یہ کہتے وقت میرا پہلا پرچہ ہی ملاحظہ فرما لیتے۔ ہاں آپ کا ملہم کے حالات سے یہ سوال کرنا بھی عجیب حیرانی بخش ہے۔ جس کے جواب میں عرض ہے کہ میری مراد اس جگہ قبل از الہام کے حالات سے پسندیدہ ہونے سے ہے۔ ان حالات کی ہی تعمیل کروں۔ تاکہ آپ کو پھر سوال کا موقع نہ رہے۔ مہربان من حالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حالات وہ ہیں جن کو عام اخلاق کہا جاتا ہے۔ جیسے کہیں زید پسندیدہ اخلاق ہے۔ یعنی عام برتاؤ جو بندوں کا آپس میں ہوتا ہے اس میں اچھا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا۔ دغا فریب سے کسی کا مال نہیں کھاتا۔ کسی سے بدتہذیبی سے پیش نہیں آتا۔ جیسا کہ میرا آپ کی نسبت گمان ہے۔ غالباً آپ کا خاکسار کی نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔ دوسرے قسم کے حالات وہ ہیں جو مذہبی احکام کی پابندی سے متعلق ہوں۔ یعنی خاص ان امور کا پابند ہونا۔ جو کسی مذہب کی ہدایت سے لازم ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے میری اور

آپ کی علیحدگی ہے۔ پس قسم اوّل کے لحاظ سے ہر ملہم کا پاکیزہ حالات ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ قسم دوم کے لحاظ سے۔ کیونکہ قسم دوم تو بعد نزول الہام اس پر لازم ہونگے ہاں قسم دوم میں ہی بعد نزول الہام اس کا پابند احکام الہامی ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ؎ چوں بخلوت می روند آں کار دیگر میکنند + کی مثال صادق نہ ہو۔ چونکہ مجھ آپ کا حسن ارادت معلوم ہے۔ کہ قرآن کی آیت کے شیدا ہیں۔ ہر ایک امر پر مجھ سے آیت قرآنی طلب کیا کرتے ہیں۔ لیجئے غور سے سُنئے۔

پہلی قسم کی نسبت خدا اپنے رسول کو ارشاد کرتا ہے۔ تو اے محمدؐ اپنے مخالفوں سے کہہ

| | |
|---|---|
| قل لو شاء الله ما تلوته علیکم | اگر خدا چاہتا تو میں تم پر یہ قرآن نہ پڑھتا |
| ولا ادراکم فقد لبثت فیکم عمراً | اور نہ وہ تم کو بتلاتا۔ میں تو تم میں ایک |
| من قبله افلا تعقلون | مدت دراز اس سے پہلے رہ چکا ہوں |
| پ ۱۱ ع | پھر کیا تم سمجھتے نہیں؟ |

دوسری قسم کے متعلق صاف ارشاد ہے +

| | |
|---|---|
| کذالک اوحینا الیک روحاً | اسی طرح ہم نے تیسری طرف الہام بھیجا |
| انا ما کنت تدری ما الکتاب | تو تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے |
| ولا الایمان ولاکن جعلناه | نہ ایمان۔ لیکن ہم نے اس قرآن کو تیسرے |
| نوراً (پ ۲۵، ع ۶) | دل میں نور کر دیا + |

تیسرا دعویٰ کہ ملہم کا بھی اپنے الہام پر کاربند ہونا ضروری ہے۔) کا ثبوت لیجئے۔ ارشاد ہے +

| | |
|---|---|
| لئن اشرکت لیحبطن عملک و | کہ اگر تو بھی شرک کریگا تو تیرے بھی نیک |
| لتکونن من الخاسرین + | عمل ضائع اور برباد ہو جائینگے۔ اور تو ٹوٹا |
| (پ ع) | پانیوالوں میں سے ہو جائیگا + |

حیرانی ہے کہ آپ اس سے بھی انکاری ہیں۔ کہ ٹکہ کمانے کی غرض سے کوئی شخص کیوں سچی تعلیم لکھنے لگے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ٹکہ کمانے والے انسان کو شرارت سوجھے گی۔ یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھے گا۔ پیارے ماسٹر یہ بھی شرارت

ہے۔ کہ ملہم تو نہ ہوا اور الہام کا دعویٰ کر کے آریہ سماج کو دام میں لانا چاہے۔ پہلا ایک شخص مثلاً سیتارام کو خیال ہوا۔ کہ میں بھی ممقاء کو اپنا زیر فرمان کروں۔ اس نے ایک کتاب لکھی۔ کہ پُنر جنم (تناسخ) درست ہے۔ اور اس پر زور سے دلائل لکھے۔ شرادہ وغیرہ لغو ہیں۔ وید الہامی کتاب ہے۔ وغیرہ۔ اور یہ بھی لکھا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ الہام سے لکھا ہے۔ خدا کے بتلانے سے بتلایا ہو تو فرمائیے آپ اس کی نسبت کیا رائے دینگے۔ غالباً یہ کہینگے کہ اس کی سراسر شرارت ہے۔ لیکن مجھے بھی اجازت دینگے کہ آپ سے دریافت کروں۔ کیوں؟ تعلیم سچی۔ دعویٰ الہام موجود۔ پھر انکار کے کیا معنے؟ پس جو جواب آپ اس سوال کا دینگے۔ اسی سے الہامی کے حالات زندگی کا معلوم ہونا ضروری ثابت ہوگا۔ فافہم وتدبر۔

آپ میرے اس فقرہ پر کہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اس کا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا۔ کہ جس کو خدا نے الہام دیکر تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی۔ سوال کرتے ہیں۔ کہ الہام سے پہلے تمام بندے جن میں ملہم بھی بوجہ بندہ ہونیکے شامل ہے گمراہ تھے۔ لہذا حضرت محمد صل اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی کے تمام حالات نیک نہیں ہوسکتے میں نہیں جانتا۔ کہ آپ کو اس سوال کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔ ہنوز گفتگو ختم نہیں ہوئی۔ کہ الہامی کے حالات کا دریافت ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں ابھی تک آپ کا انکار برابر چلا جاتا ہے۔ جب تک یہ اصول ہی ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا۔ تو فروع (مثال کا) سوال کیوں پیش کیا۔ ہاں آپ یہ اصول مان لیں (جو میرے خیال میں آپ کے حق میں قرآن شریف کو الہامی ماننے اور وید کے چھوڑنے کے مساوی ہے) کہ الہامی کے حالات کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تو بعد اس کے ہم دونوں الہامیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کریں گے۔ س

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آئیے۔ انکار اب رہیگا میری جان کب تلک۔
علاوہ اس کے مجھے یہ بھی سمجھ نہیں آتا۔ کہ آپ جیسے دانا کو یہ سوال کیوں پیدا ہوا
کیا اگر میں کہوں کہ آپ ماشاء اللہ کل ممبران سماج سے اعلےٰ اور افضل ہیں۔
تو آپ مجھ پر یہ سوال کرینگے۔ کہ کل ممبران ہیں اور میں بھی ایک ممبر ہوں۔ پھر
اپنے سے افضل کیونکر ہو سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سوال کرینگے
تو کل تعلیمیافتہ اصحاب آپ پر ہنسی اڑائیں گے۔ کیونکہ ایسے کلام میں کُل کے
معنی۔ سوائے اس ایک شخص باقی افراد ہوا کرتے ہیں۔ پس آپ کا کل تار
پود ٹوٹ گیا۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے۔ وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد
آپ کے فقرہ چہارم کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان جملہ علوم وفنون کا گھر رہا
ہے۔ ہر قسم کی صنعتیں قدیم سے یہاں پائی جاتی رہی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ بہت
خوب۔ چشم ما روشن دل ماشاد۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ہمارا آبائی ملک جملہ علوم
وفنون کا گھر رہا ہے۔ خدا کرے اب بھی ویسا ہی ہو۔ ہماری عین مراد ہے
کیونکہ جو فضیلت اور عزت ہندوستان کو نصیب ہوگی۔ اس میں ہم مسلمانوں
کا بھی حصہ ہوگا۔ چنانچہ آپ بھی صفحہ ۲۶ رسالہ بابت مارچ ۹۹ء میں
مانتے ہیں۔ کہ ہم اور آپ نسل سے ایک ہی ہیں۔ لیکن گفتگو اس میں ہے کہ
یہ علوم وفنون ان کو وید سے حاصل ہوئے تھے یا روزمرہ کے تجربہ سے۔

وید منتر جو صفحہ ۲۲ رسالہ بابت ماہ مارچ ۹۹ء میں آپ نے نقل کیا ہے۔
جس کا ترجمہ خود ہی کیا ہے۔ کہ پتھر۔ مٹی۔ پہاڑ۔ ریت۔ نباتات۔ سونا۔ لوہا۔ تانبا
کالسا۔ سیسہ۔ اور رانگا۔ ان سب پدارتھوں (چیزوں) کو اے انسانو! تم
استعمال میں لاؤ۔ آپ مجھے معاف رکھیں۔ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں
ہوتا۔ بلکہ اُلٹا آپ کے اصل دعوی (وید ابتداء عالم سے ہے) کو مضر ہے۔ جسکا
مفصل بیان میں آگے کروں گا۔ اگر اتنا ہی کہنے سے وید سائینس کا بیان کر چکا
تو لیجئے قرآن کا بیان اس سے بڑھکر سُنیئے۔ قرآن میں خدا فرماتا ہے۔ ہم نے لوہا پیدا

کیا ہے۔ انزلنا الحدید فیہ باس سدید و منافع للناس

اس میں جنگ کے اسباب اور لوگوں کے لئے کئی قسم کے فوائد ہیں۔ کیا اگر میں
لیکچروں میں کہدوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز کو مناسب طور پر برتنا چاہئے۔ تو میں
ہی فلاسفر بنجاؤں۔ اسی کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی جو عرض کرتا ہوں
ایک دفعہ ایک عیسائی نے مجھ سے کہا کہ تم تو یونہی تثلیث سے منکر ہو۔
حالانکہ قرآن میں ہی تثلیث ہے۔ میں نے کہا کہاں ؟ بولا پڑھ لو۔ بسم اللہ
الرحمن الرحیم۔ اللہ باپ۔ الرحمن بیٹا۔ یعنی مسیح اور الرحیم روح القدس۔ مگر
میرے خیال میں عیسائی مذکور کی دلیل آپ کی دلیل سے کسی قدر مضبوط ہے
کیونکہ آیت قرآنی میں تین الفاظ تو ہیں۔ گو ان کا مصداق ایک ہی ہے۔ لیکن
آپ کی دلیل میں اتنی گنجائش بھی نہیں۔ علی ہذا القیاس رگوید کا منتر مندرجہ صفحہ
۱۰ رسالہ بابت ماہ اپریل ۱۹۰۰ء۔ کہ ہر ایک گاڑی میں تین پہیے والی ہیزیں
لگی ہونی چاہئے۔ وغیرہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے یہ منتر کیوں نقل کیا ہے۔
کونسا سواریوں کا علم سائنس اس میں بھرا ہوا ہے۔ آپ کے فقرہ پنجم کا
مختصر مطلب یہ ہے۔ کہ سنسکرت بہ نسبت دیگر زبانوں کے مکمل ہے۔ بلکہ
دوسری زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں۔ وغیرہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ فقرہ
میری کس تحریر کا جواب ہے۔ پیارے ماسٹر مناظرے میں سوال و جواب
کی تطبیق بھی ضروری ہے۔ یا بالکل اسی کے مشابہ ہے۔ جو کسی سماجی
پنڈت صاحب نے کسی آریہ سے کہا کہ آپ سماج میں آیا کریں۔ وہ
بولا۔ آپ کے والد نے دعوت کی تھی۔ تو نمک شاید نہیں ڈالا تھا؟
پنڈت جی بولے اس بات کو میری بات سے کیا تعلق۔ وہ بولا۔ بات سے
بات نکل آتی ہے +

بہت خوب لیکن کاش کہ آپ نے مکمل کی تعریف بھی کی ہوتی۔ تاکہ
معلوم ہو جاتا۔ کہ آپ کا یہ دعوےٰ بھی کہاں تک صحیح ہے۔ اگر مکمل کے یہ
معنے ہیں اور غالباً یہی صحیح ہیں۔ کہ کل انسانی مطالب اسی ذریعہ سے ادا

ہوسکیں۔ اور کسی دوسری زبان کی حاجت نہ رہے۔ تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ زیادہ نہیں، تو عربی کی ایک چھوٹی سی کتاب کفایۃ المتحفظ لیکر دیکھیں۔ تو عربی زبان کی وسعت آپ کو معلوم ہو۔ گو مجھے اس مقابلہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک کل زبانیں خدا کی صنعت ہیں۔ اپنے اپنے مدعا میں کوئی بھی ناقص نہیں۔ جسقدر انسانوں کو ضرورتیں پیش آتی ہیں۔ اپنی اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ تاہم آپ کے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کو تکلیف دیتا ہوں۔ کہ آپ اس کتاب کو ملاحظہ کر کے اُس کے برابر سنسکرت کی کوئی کتاب بتلادیں۔ تو مشکور ہونگا۔

اگر میرے اس فقرہ پر کہ قرآن شریف کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے۔ تو اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ قلم اس کی ہوگئی۔ وغیرہ۔ جی تو نہیں چاہتا کہ ایسے معقول سوالوں کا جواب دوں۔ بلکہ ناظرین کی فہم و فراست پر چھوڑ دوں۔ مگر آپ کے سماجی دوست بہ زبان حال تقاضا کر رہے ہیں۔ مہربان! اس عبارت کے یہ معنے ہیں۔ (کہ ہمارے اصول کے مطابق) خدا تعالیٰ کا پیغام فرشتہ حضرت جبرائیل جو پیغمبر خدا کے پاس لاتا تھا۔ یہ قرآن بعینہ اسی کی عبارت ہے۔ یہ نہیں پیغمبر خدا نے اس عبارت کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہو۔ بتلادیں اس مطلب پر یہ سوال یا اور اسی قسم کے اعتراض جو آپنے صفحہ ۲۲ رسالہ مئی ۹۹ء میں کئے ہیں۔ تعلق رکھتے ہیں۔ آپ معاف فرمائیے۔ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔ ہاں میرے سوال کے جواب میں کہ وید چونکہ الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے۔ پرلے کی حالت میں اس کی ترکیب جاتی رہیگی۔ تو فنا ہو جائیگا۔ آپ کا فرمانا کہ جس طرح آپ کا خدا ہمارا خدا ہمیں مبارک، قیامت کے ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارے پرمیشور اور اس کے اوصاف بھی پرلے میں فنا نہیں ہوتے۔ صفحہ ۲۳ رسالہ مئی ۹۹ء حیرت افزا ہے۔ پیارے ماسٹر صاحب ہمارا خدا کوئی مرکب نہیں

ہے۔ اس لئے وہ قیامت کے فنا سے بچا رہیگا۔ آپ کا وید تو بقول آپ کے الفاظ
اور معانی سے مرکب کا نام ہے۔ وہ کیونکر بچ سکتا ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

ہاں آپ کا مطلب کہ ۶۔ بی میں الہام کرنے سے خدا بے انصاف ٹھہرتا ہے +
صفحہ ۲۷ رسالہ مئی ۹۹ء عجب بات ہے۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا۔ ہم الٹی بات الٹے یار الٹا

مہربان حیران ہو کہ آپ بے دلیل کہنے کے کیسے مشتاق ہیں۔ حقیقت میں
یہ بات اس اصول کی فروع ہے۔ جو آریہ سماج ہمیشہ سے کہا کرتا ہے۔ اور جس
پر آجتک کوئی دلیل قائم نہیں کی یعنی خدا نے ابتداء دنیا میں ویدوں کا پرکاش
کیا۔ اور پھر کوئی الہام کسی پر نہیں کیا۔ اور نہ کریگا۔ ہاں اگر آپ اس اصول کو
ثابت کر دیں۔ تو بیشک تمام دنیا کی الہامی کتابیں سوا یجروید کے غلط ہو جائینگی
لیکن کہاں پیارے ماسٹر! ہمارے نزدیک الہام ابتداء دنیا میں ہوا (گو وید
ابتداء دنیا سے ہم نہیں مانتے۔ جس کا ثبوت آگے آویگا) اور بعد میں بھی حسب
ضرورت ہوتا رہا۔ جس زمانہ اور جس ملک میں خدا کی حکمت متقاضی ہوتی ہے
وہاں کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو راہ راست پر
لاوے۔ اور پہلے الہام میں جو لوگوں نے کجروی اور غلط خیال ملائے ہیں۔ ان کو
صاف کرے۔ پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے۔ کہ الہام سابقہ کی کتاب سے الگ ہی
ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے۔ گو وہ اصل مطلب میں پہلی الہامی
کتاب سے موافق ہو۔ اور کبھی اسی سابقہ کتاب میں لوگوں کی مخلوط غلطیوں
کو صاف کر کے اصل مطلب کو واضح کیا جاتا ہے۔ سید الانبیا محمد الرسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قسم اول کے ملہم ہیں۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں الہام
سابقہ کی صورت کو لوگوں نے بہت کچھ بگاڑا ہوا تھا۔ چنانچہ آجکل کے عیسائیوں
کے حالات اس کے شاہد ہیں۔ اور حضرت ذکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام
قسم دوم کے انبیا ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن ایسا محفوظ نہ ہوتا کہ اس کے

الفاظ کو بھی یاد رکھنے والے کروڑوں آدمی مل سکتے ہیں۔ تو ہنوؤں کی زیادتی
اور علو جو بقول آریہ سماج اُنہوں نے ویدوں کی سچی تعلیم میں کی ہوئی ہے۔
بیشک اس بات کی مقتضی تھی کہ ہندوستان میں کوئی ملہم پیدا ہو کر ویدوں
کی سچی تعلیم کو الہام کے ذریعے سے واضح کرتا۔ اور بُت پرستوں کے کان اینٹھتا۔
یہ ہے ہمارا مذہب۔ پس اب آپ کا اختیار ہے۔ اس کو رد کریں یا قبول
مگر سوچ سمجھ کر۔

آپ کے فقرہ ششم کا مختصر مضمون یہ ہے۔ کہ قرآن پر جو کتاب کا لفظ
آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن بنی بنائی کتاب آسمان سے اُتری
آپ معاف رکھو۔ اسکا جواب صرف اتنا ہی کافی تھا۔ کہ ع
سخن شناس نئی خطا اینجا است۔ پیارے ماسٹر صاحب! کتاب کے
مفہوم میں لکھا ہوا ہونا داخل نہیں۔ کتاب صرف مضمون کا نام ہوتا ہے۔
آپ نے خواہ مخواہ اپنی قرآن دانی بتلانے کو تمام قرآن سے لفظ کتاب
چُن چُن کر نکالا۔ ہم مسلمانوں کے مذہب سے آپ واقف نہیں ہونگے۔
ہمارے نزدیک جیسا کسی مضمون پر سارے قرآن سے ثبوت دینا۔
ویسا ہی ایک آیت سے ثابت کر دینا برابر ہے۔ بھلا اگر کتاب کے مفہوم
میں لکھنا داخل ہے۔ تو میں آپ سے کہوں کہ ایک کتاب میں فلاں مسئلہ
میں لکھونگا۔ تو غالباً آپ مجھ پر سوال کرینگے۔ کہ کتاب کا لفظ تو جب ہی
صادق آتا ہے کہ لکھی ہوئی طیار کاپی ہو۔ تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں۔
کہ کتاب لکھوں گا۔ اگر آپ یہ سوال کریں۔ تو میں بہت خوش ہونگا۔ اور
اس کے جواب میں آپ مجھ سے لکھا لیں کہ کچھ نہیں کہونگا۔ اگر کہوں گا
تو مجرم۔ جناب من کتاب پر ہی کیا موقوف ہے۔ تمام چیزوں کا یہی محاورہ
ہے۔ روٹی پکاؤنگا۔ مکان بناؤنگا۔ کنوآں لگواؤنگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب کام
بعد طیار ہونے چیزوں کے ہیں۔ مگر پہلے طیار ہی کے بولے جاتے ہیں۔ کتاب
تو فقط مضمون کا نام ہے۔ جسکو لکھنا ممکن ہو۔ اسی لئے اس کو کتاب کہتے

ہیں۔یعنی "قابل کتاب" پس آپ کا سارا تار پود ٹوٹ گیا۔ ان معنی سے وہ کتاب یا پستک نہیں؟ سچ ہے۔ سہ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکلا۔ پھر آپ اسی فقرہ میں فرماتے ہیں کہ "پرکاش" کا لفظ الہام سے۔ اچھا ہے اور یہ کہ جس طرح سورج وغیرہ خدا کے پرکاش کرنے سے قدرتی ہیں۔ اسی طرح وید بھی قدرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ نئی منطق ہے۔ مہربانم پرکاش یعنی ظاہر کرنا ان موقعوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ جن میں ہندوؤں کے افعال کو بھی کل یا کسی قدر دخل ہو۔ کیا آپ نہیں کہا کرتے۔ ہمارے دوست کے امتحان کا نتیجہ خدا کے فضل سے اچھا ظاہر ہوا۔ ہمارے سفر کا نتیجہ خدا نے اچھا ظاہر کیا وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ سب کام قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ قدرتی ہیں۔ تو وید کو اسی قسم کے قدرتی کہنے کو میں طیار ہوں۔ جس کی کوشش میں ہندوؤں کے افعال کو بھی دخل ہو۔ ہاں آپ کا بندے کے لفظ پر بحث کرنا عجب ہے۔ آپ صفحہ ۲۳ رسالہ جولائی ۹۹ء میں فرماتے ہیں (خدا محمد صاحب کو اپنا بندہ کہتا ہے) کیا دیگر انسان خدا کے بندے نہیں۔ مجھے آپ معاف رکھیں "اگر میں کہوں کہ نہیں۔ اور اگر ہیں تو اس درجے کے نہیں" پیارے ماسٹر عربی کے محاورے سے تو خیر آپ ناواقف ہی سہی۔ لیکن اُردو کے محاورات اور روزمرہ بول چال سے بھی کیوں محض ناواقف بن جایا کرتے ہیں۔ کیا باپ اپنے لایق بیٹے کو خصوصیت سے بیٹا کہے تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ دوسرے بیٹے اس کے نطفے سے ہی نہیں۔ جب یہاں نہیں۔ تو بندے کے معنے تو فرمانبردار کے ہیں۔ جو عربی لفظ "عبد" کا ترجمہ ہے۔ فرمانبرداری میں حضرت محمد رسول اللہ کے برابر کون ہے؟ سہ

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ۔

(فداہ ابی وامی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام)۔ میں نے جو ایک آیت متضمن دعوئ الہام نقل کی تھی۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تم کو ہماری

کتاب قرآن میں شک ہے تو اس جیسی لے آؤ - اس پر آپ کے جتنے
اعتراض ہیں - سب بے جا ہیں - اس سے میری غرض صرف یہی تھی - کہ
قرآن شریف نہ صرف دعوئ الہام کا کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو للکارتا
ہے - کہ درصورت انکار میرے جیسی کتاب لاؤ - میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے
اعتراض اس مضمون سے کیا تعلق رکھتے ہیں - آپ یوں کہہ سکتے تھے کہ
قرآن نے یہ دعوے (الہامی) ہونیکا نہیں کیا - اس کا تو جواب آپ نے
نہیں دیا اور نہ ہی اس امر کو تسلیم فرمایا - کہ واقعی قرآن نے دعوئ الہام
کیا ہے - اگر یہ تسلیم کیا ہے - تو میرا مدعا حاصل ہے - لیجئے ان سوالوں کا
جواب دینا ضروری نہیں - کیونکہ بے محل ہیں - آپ یہ بھی کہتے ہیں - کہ
قرآن مکہ والوں کے لئے آیا ہے - اس سوال کو یہاں کوئی تعلق نہیں - آپ
مجھ کو مکہ والوں کا ہی وکیل سمجھ لیتے - یہ سوال اس وقت وارد کرتے - جب
میں سلسلہ گفتگو میں کہتا - کہ قرآن سب لوگوں کے لئے ہے - ہندی ہو یا
چندی - رومی ہو یا زنجی - گو ہمارا دعوے یہ ہے - اور ہم اس کو ثابت کر سکتے
ہیں - مگر آپ کو تو اصول مناظرہ کی پابندی ضرور ہے - لیجئے صاحب ہم آپ کو
بتلاتے ہیں - وما ارسلناك الا كافة للناس - پ - ع - خدا فرماتا ہے -
ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے - مسلمانوں کا عملدرآمد بھی اس کی
شہادت دیتا ہے - دیکھئے تو عرب سے نکل کر ہم (آریوں کو) یہاں ہندوستان
آ دبوچا - ادھر چین میں چینیوں کو - خراسان میں افغانوں کو اور مغلوں کو - یورپ
میں یورپینوں کو - غرض دنیا کی کل قوموں کو اپنے میں لا کر ایک کر دیا - یہ نہیں
کیا کہ غیر تو غیر ہندو شودر کے کان میں وید منتر پڑ جائے - تو اس بیچارے کے
کان میں سکہ اور قلعی گلا کر ڈالی جائے - کہ اس نے کان کیوں نہ بند کئے -
گو آپ کا یہ خیال نہ ہو - مگر آپ کے سلف صالحین سب کا عموماً چلا آیا
ہے - اور پنڈت دیانند جی کا شودر کے گھر سے پکا ہوا کھانے سے منع کرنا
بھی اس خیال کی صحت کا قرینہ ہے - صفائی کا سوال ہی نہ (دیکھو ستیارتھ پرکاش

اور اس خیال کی صحت پر مشاہدہ بھی دلالت کرتا ہے کہ باوجودیکہ وید کو بنے ہوئے (بقول آریہ سماج) کروڑہا سال ہوگئے۔ مگر سوائے ہندوستان کی چاردیواری کے باہر اس کا اثر اتنا بھی نہیں کہ کوئی کہہ سکے ؎

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی  کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

آگے چل کر صفحہ ۱۹ رسالہ اگست ۹۹ء میں آپ نے الہام کی شرایط لکھی ہیں۔ جن پر بڑی خوشی سے ہم بحث کریں گے۔ (۱) یہ کہ الہام لفظ اور مفہوم سے مرکب کا نام ہے۔ ہمیں منظور صاد کرتے ہیں۔ مگر اپنی تشریح کے ساتھ کہ لفظوں کی ضرورت بغرض تفہیم مخاطب ہے۔ ورنہ نہیں۔ لیکن آپ کو یہ شرط خالی از وقت نہیں۔ (دوم) آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے آپ خود ہی فرماویں کہ وید جو بقول آپ کے لفظ اور معنی سے مرکب ہے۔ خدا کی صفت کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرکب تو حادث (نوپین) اور خدا قدیم۔ نافہم۔ (۲) آپ فرماتے ہیں کہ الہام یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرفی (جغرافیہ) یا قصے کہانیاں شامل نہیں ہوسکتیں۔ علم سائینس کا مترادف ہے سائنس یا علم جبکہ قدرتی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے۔ جیساکہ کل اہل عقل مانتے ہیں۔ تو وہاں تاریخی روایات یا قصے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں۔ (صفحہ مذکور) اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وید کو آپ بموجب اس کے لفظی ترجمہ (گیان) کے علم کہتے ہیں۔ اور علم سے مراد سائینس لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وید ایک سائنس کی کتاب ہے۔ اور سائنیس کی کتاب میں قصے وغیرہ نہیں ہوا کرتے۔ بہت خوب ہمیں منظور۔ مگر آپ کے بیان میں چند غلطیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے وید کو لفظی معنی میں لیا ہے۔ یعنی علم۔ وید حالانکہ ایک کتاب ہے۔ ناموں کو بحیثیت نام ہی لینا چاہیئے اس کا ترجمہ کرنے سے جو اس کی تخفیص ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نام کہلاتا ہے جاتی رہتی ہے مثلاً ثناء اللہ کے معنی اللہ کی تعریف کرنے والا لیکن آپ ثناء اللہ نہیں ہو سکتے۔ اور آتمارام کا ترجمہ (خدا کی روح) لیکن میں آتمارام نہیں ہو سکتا اسی طرح وید ایک کتاب کا نام ہے

جو ایک خاص شکل اور مضمون کی کتاب ہے۔ دوئم۔ مانا کہ وید سائنس کی کتاب ہے پھر سوال یہ ہے کہ جیسا سائنس میں کہانیاں اور جغرافیہ نہیں ہوتا ایسا ہی خدا کی حمد و ثنا بھی نہیں ہوتی اس پر بھی وہی اہل عقل متفق ہیں۔ جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ پھر بتاویں کہ وید میں پرمیشور کی ستتی (تعریف)، اور اپاسنا کیوں ہے۔ سوئم۔ اگر الہامی کتاب میں قصے کہانیاں یعنی زمانہ ماضی کا حال نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ آریہ سماج سے ہم مدت سے سنتے چلے آئے ہیں۔ تو جہاں وید میں پہلے بزرگوں کے حالات کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے کیا معنی ہونگے۔ غور سے سنئے رگوید اشٹک ۱ ادھیائے ۵ ورگ ۲۹ منتر ۲ مندرجہ رگوید بھاشیہ بھومکا (وید میں حکم ہے) کہ تم کو دھرم پر عمل کرنا چاہئے اور ادھرم اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم و معرفت راستی شعار، طرفداری و تعصب سے خالی اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لایق فایق گذر چکے ہیں۔ بھگ بھاگ یعنی بھجن (اطاعت یا عبادت) کرنے کے لایق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور ہی کے حکم کی تعمیل یا میرے بنائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اس دھرم کے پابند رہو تاکہ وید میں بتلائے ہوئے دھرم کا تم کو بلاشک و شبہ علم ہو جائے اس کے علاوہ بہت سے منتر اس مضمون کے ہیں مگر چونکہ ثبوت کے لئے ایک بھی وہی حکم رکھتا ہے جو بہت رکھتے۔ اس لئے ہم آپ کی طرح وقت ضایع کرنا نہیں چاہتے تبلاویں کہ یہ بزرگ جن کی اطاعت اور بر نقش قدم چلنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ کون ہے وید کے بننے کے پہلے کے ہیں یا پیچھے کے۔ انصاف سے کہئے۔ ہم بھی ہمیشہ سے سنتے تھے۔ کہ وید میں زمانہ ماضی کا حال نہیں۔ کیونکہ وید دنیا کی ابتدا میں الہام ہوا۔ اس لئے آریہ سماج ہمیشہ الہام کی تعریف میں یہ قید لگا دیا کرتا ہے کہ اس میں کسی زمانہ کا حال اور ذکر نہ ہو۔ شکر ہے کہ وید میں بھی زمانہ ماضی کے لوگوں کا حال نکل آیا۔ جس سے آریہ سماج کے دعوے ہی کو صدمہ

نہیں پہنچا۔ بلکہ اُن کی ویددانی کا اظہار بھی ساتھ ہی کر دیا۔ سچ ہے۔ ؎
نھے دو گھڑی سے شیخ جی۔ شیخی بھگارتے
وہ ساری اُن کی شیخی جھڑی دو گھڑ یکے بعد

چہارم۔ ہمارا آپ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان معنے سے جو آپ یا آج کل کے سائینس دان مراد لیتے ہیں۔ قران شریف سائینس کی کتاب نہیں۔ قران تو ہدایت کی کتاب ہے کیا معنے؟ گمراہ بندوں سے جو خدا سے تعلق توڑ کر دوسروں سے وہی تعلق کم وبیش جوڑتے ہیں اُنکو خدا کے ساتھ ملاتی ہے۔ احکام خداوندی متعلق عبادت و معاشرت بتلاتی ہے۔ اور نیک باتوں کا وعظ کرتی ہے۔ اس وعظ اور سمجھانے میں اگر زمانہ ماضی کے کسی قصہ کو بطور نصیحت بیان کرنا مناسب ہو تو اسے بھی بطور نظیر پیش کر کے نتیجہ پر اطلاع دیتی اور ارشاد خداوندی سناتی ہے۔

فاقصص القصص لعلهم يتفكرون پ۔ ع۔) کہ ان کو زمانہ ماضی کے قصے سنا تا کہ یہ لوگ بھی نیک و بد کاموں میں فکر اور سوچ کریں۔ پس جو سائینس کی اصطلاع سے قران کا طریق بیان جدا ہونا کسی طرح مفر نہیں ؎ لِکُلٍّ مِّنَ الرِّجَالِ ۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل او را در دلش انداختند

(۳) سوم شرط۔ آپ فرماتے ہیں خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضرور ہے ہمیں بھی مسلم۔ لیکن آپ بتلاویں۔ ویدک تعلیم کی تعمیل سے مطابقت رہتی ہے جواب دیتے وقت میرا مضمون مندرجہ رسالہ نومبر ۱۹۰۶ء صہ ۲۱ ملاحظہ کر لیں۔ جس کا خلاصہ میں یہاں بھی بتلاتا ہوں۔ ویدک تعلیم کے مطابق اگر کل دنیا عمل پیرا ہو۔ تو ایکدن ایسا آوے گا۔ کہ نہ سواری کے لئے گھوڑا۔ اور نہ دودھ دینے کو گائے۔ اور نہ شہد دینے کو مکھی ملے گی۔ (کیونکہ یہ سب روحیں اپنے اپنے بداعمال کی سزا بھگت کر آخر انسانی جون میں آجائیں گی۔ اور انسانی جون کی روحیں بوجہ نیک عملی کے اُدھر نہیں جائینگی نتیجہ معلوم مفصل مقام مذکور میں دیکھنا۔ جس کا جواب آپ نے بجز اس

کچھ نہ دیا تھا کہ یہ اصول میرے مسلمہ نہیں۔ صفحہ ۲ رسالہ نومبر ۱۸۹۸ء۔ اب تو
آپ نے اُن اصولوں کو کسی قدر ترمیم سے جو مجھے کسی طرح مضر نہیں۔
تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۹ رسالہ جون ۱۹۰۵ء۔ پس جواب عنایت کریں
تو مشکور ہوں گا۔ پھر دیکھیں خدا کا قول و فعل و ویدک تعلیم کے مطابق مطابق
ہے یا نہیں۔ مگر میں تجربے سے پیشین گوئی کرتا ہوں۔ کہ آپ اس کا جواب
نہ دیں گے اور یوں ہی ٹال مٹول بتلاویں گے۔

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ۔ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(۴) شرط چہارم۔ آپ فرماتے ہیں الہام دنیا کی پیدائش کے شروع
میں ہو سکتا ہے۔ صفحہ ۲ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء کیا وید منتر مذکور جو میں
نے نقل کیا ہے اُس کو پڑھ کر بھی آپ یہ کہینگے؟ اس کے علاوہ بھی ہمارے
پاس بہت سا ثبوت ہے جس سے یہ امر بالبداہت معلوم ہوتا ہے۔ کہ
وید دُنیا کی ابتدا پیدائش میں نہیں ہے۔ مگر جب آپ اس کا جواب دینگے
تو دیکھیں گے اس کے علاوہ کسی قدر تفصیل سے ہم پہلے بھی کہہ آئے ہیں
اور یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ بات قابل پذیرائی نہیں کہ الہام کو ابتداء عالم
سے محصور کیا جاوے۔

(۵) شرط پنجم۔ آپ بتاتے ہیں کہ ترمیم۔ تنسیخ۔ ایزادی۔ کمی وغیرہ خدائی
کاموں میں نہیں ہو سکتی۔ مسلم ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وید میں
آج تک کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی۔ نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی۔ لیکن مسلمانی
خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے اس کا کچھ حصہ تبدیل کر کے دوسرے
لوگوں کو الہام دیئے۔ اس لئے وہ الہام اور خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں
صفحہ ۲۱ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء بے سمجھی کا نتیجہ ہے۔ کوئی مثال اس امر کی
آپ پیش نہیں کر سکے کہ نبیوں کے اصلی الہام اور مقصود بالذات الہام
کو قرآن میں منسوخ کیا گیا ہو۔ ہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی من گھڑت
باتیں اور مخلوط تفسیریں جیسی ربقول آپ کے، ہندو ویدوں میں کرتے

ہیں۔ اِن کو باطل کیا ہے۔ ثبوت کے لئے سُنئے خدا فرماتا ہے۔

وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتَابَ بِالحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَینَ یَدَیہِ مِنَ الکِتَابِ وَمُھَیمِناً عَلَیہِ سیپارہ ۶ ع ۱۱

(ہم نے تیری طرف اے محمدؐ سچی کتاب اُتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر محافظ ہے دیکھرؤوں کی کجروی کو سیدھا کرتی ہے)

(۶) شرط ششم۔ میں آپ لکھتے ہیں کہ قدرتی شئے کو کوئی انسان تباہ نہیں کر سکتا۔ بہت ٹھیک۔ مگر بگاڑ سکتا ہے۔ ایسا کہ جس غرض کے لئے وہ پیدا ہوئی ہو۔ وہ اس سے حاصل ہونا تو کجا۔ اس کے برعکس نتیجہ دے کیا خربوزہ کو چند دن رکھا جاوے تو بجائے فائدہ کے اور اس غرض کے جس کے لئے پیدا ہوا ہے اُلٹی تکلیف دے گا یا نہیں گو ہم اس کے اجزاء کو بالکل معدوم نہ کر سکیں۔ علاوہ اس کے یہ اصول مادی اشیاء کی نسبت مسلم نہیں۔ الہامی کتاب غیر مادی ہے۔ یعنی اُس مضمون کا نام ہے۔ جو خدا کی طرف سے کسی نیک بندے کو بتلایا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے۔ پس اس مضمون کا تلف ہو جانا مادی اشیاء کے تلف کی طرح نہیں۔ کہ اس کے اجزاء باقی نہ رہیں۔ بلکہ اس کا تلف ہو جانا یہ ہے کہ لوگوں کو وہ مضمون (خصوصاً اس زمانے میں جب کہ نوشت و خواند کا دستور ہی نہیں تھا سب یاد پر ہی مدار تھا) بھول جائے یعنے نہ تو وہ پڑھیں اور نہ یاد کریں آپ بتلاویں ویدوں کے لکھنے کے زمانے سے پیشتر جب کہ دارومدار صرف یاد پر تھا۔ اگر وہ حافظ لوگ ویدوں کو حفظ کرنا چھوڑ دیتے تو آج وید آپ کو کہاں ملتے؟

کسی الہامی کتاب کا تباہ ہونا یہی معنی رکھتا ہے چونکہ قرآن کی حفاظت خداوند تعالےٰ نے اپنے ذمے لی ہوئی ہے۔ اور صاف ارشاد ہے۔ کہ

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ ہم نے ہی قران کو اُتارا ہے اور ہم

پ ع

ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس لئے یہ الہام صدور رجال سے کبھی بھی تباہ اور معدوم نہ ہوگا پس آپ کا کہنا کہ اگر مسلمانی خدا نے پہلے الہام دیا۔ اور پھر اس کو قائم نہ رکھہ سکا تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ جو الہام اُس نے بقول مسلمان صاحبان اپ دیا ہے اس کو قایم رکھہ سکے۔ تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے نافہم"

(۷) شرط ہفتم۔ میں آپ لکھتے ہیں کہ ہر کلپ کے بعد اسی الہام کا ہونا ضروری ہے۔ ہمیں کسی طرح مفر نہیں۔ اگر کلپ (دوسری بار دنیا کا پیدا ہونا) ہے۔ تو یہی قرآن پھر نازل ہوگا۔ اور گمراہ بندوں کو راہ راست پر لاوے گا۔

(۸) شرط ہشتم میں آپ لکھتے ہیں "ایشور کی کلام اس کی صفات کے مطابق ہو اور اُس کو ظاہر کرنے والی ہونی چاہئے" بہت ٹھیک مگر افسوس کہ مقابلے میں آپ نہ دکھا سکے۔

(۹) شرط نہم میں آپ لکھتے ہیں۔ قدرتی اشیاء کی خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں۔ (الف) اس کا عالمگیر ہونا (ب) مکمل ہونا (ج) مفید یا راحت بخش ہونا۔ منظور" قران صاف بتلاتا ہے۔ پہلی بات کہ عالمگیر ہو۔ قران کی تعلیم اور مسلمانوں کا عمل ثبوت دے رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ہم نے تیری طرف

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ ایسی کتاب بھیجی ہے جو سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے۔ سراسر ہدایت اور رحمت اور فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے۔

(۱۰) شرط دہم میں آپ لکھتے ہیں "الہام کے پڑھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے"! بہت خوب منظور اس کا مضمون اور شرط سوم کا مضمون ایک ہی ہے۔ صرف تعداد بڑھانے کو آپ نے لکھا ہے۔ جو اس کا جواب ہے وہی اس کا ہے۔

(۱۱) شرط گیارھویں۔ آپ لگاتے ہیں "کہ الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی ہو۔ اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہئے" اس پر کوئی دلیل آپ نے نہیں دی۔ اس کا جواب ہماری تقریر سابق میں آگیا۔ علاوہ اس کے مکمل کے معنی بھی نہیں بتلائے۔

(۱۲) شرط بارھویں بڑی مشکل آپ نے لگائی ہے۔ خوشامدی ہی کوئی مانیگا۔ آپ فرماتے ہیں "الہامی کتاب وہ ہے جس میں الہامی تعلیم درج ہو" کہاں ہیں مُسرے منطقی جو کہا کرتے ہیں کہ تعریفوں میں دَور جائز نہیں آئیں اور دیکھیں ہمارے ماسٹر جی نے سب کچھ حلال کر دیا۔ بہت خوب ہمیں منظور ہے۔

(۱۳) شرط تیرھویں میں آپ لکھتے ہیں "الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعوٰے الہام درج ہونا چاہئے اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت: تاریخی بیان مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے"!!

جزو اول مسلم۔ بلکہ ہمارے دعوٰے کی تسلیم۔ مگر جزو دوم سے مراد اگر یہ ہے کہ اس الہامی کتاب میں ملہم کے حالاتِ زندگی کا مندرج ہونا ضروری نہیں تو صحیح ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ملہم کے حالات زندگی کسی طرح سے بھی معلوم ہونا غیر ضروری ہے۔ تو فِیہِ نَظَر، ٹھیک نہیں تفصیل پہلے پرچے اور اس کے بعد کے مقامات میں کر چکا ہوں۔ اس شرط کے مطابق بھی لیجئے قرآن شریف اول نمبر ہے۔ سنئے اور غور سے سنئے میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں۔ کہ قرآن شریف نہ صرف دعوٰے الہام کرتا ہے۔ بلکہ منکرو ںکو

للکارتا ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ پ ۱ - ۶

اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شک ہو تو مجھ جیسا کلام لے آؤ۔

اب اس کے مقابل ذرہ وید منتروں کی پڑتال بھی ضروری ہے وید منتر جو اس دعوے الہام پر آپ نے صـ ۲۳ رسالہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء میں نقل کئے ہیں میرے خیال میں ایک بھی آپ کے دعوے کا مثبت نہیں ہے۔ پہلے منتر کا ترجمہ جو آپ نے کیا ہے صرف یہ ہے کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے۔ ویسے علم مجسم پرمیشور ہم کو مبارک علم جو کہ جملہ راحتوں کا اور مفید اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کو دینا اور ہم لوگوں کو جملہ راحتیں بخشتا ہے۔

میں نہیں سمجھا کہ اس میں وید کے الہام کا کیا ذکر ہے۔ متکلم اپنے پاکیزہ خیال کے مطابق سب کچھ (جیسا کہ اللہ والے لوگوں کا خیال ہوتا ہے) خدا کی طرف سے سمجھتا ہو۔ جیسا سعدی مرحوم نے کل دنیا کی راحتوں اور تکلیفوں کو خدا سے منسوب کیا ہے۔

گرچہ تیر از کمان ہمے گذرد | از کماندار داند اہل خرد
دریں نوعے از شرک پوشیدہ است | کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

پس اس الہام کو خصوصاً وید کے الہام سے کیا تعلق ہے؟

ہاں اسی ذیل میں آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن میں کہیں یہ ذکر آیا ہے کہ خدا نے مثل باپ کے انسانوں کو اس کی بھلائی کے لئے علم دیا ہے پھر آپ اپنے معمولی تمسخر سے کام لیتے ہیں۔ کہ میرے خیال میں قرآن ان باتوں کو کہاں بیان کر سکتا ہے (کیوں نہ ہو بڑے دقایق فلسفہ ہیں) قرآن تو لکھی لکھائی کتاب کے اُتارنے کے فکر میں ہے۔ دروغ گویم برروئے تو۔

پیارے ماسٹر! قرآن آپ نے پڑھا ہوتا۔ تو یہ لفظ بھی مُنہ پر نہ لاتے
کبھی میری خاطر اور میری ہی وجہ سے ٹوٹا پھوٹا پنڈت دیانند کی طرح
ترجمہ دیکھ لیا تو اسے دیکھنا نہیں کہتے۔ لیجئے اس سے بڑھ کر اور اعلےٰ
درجے کے الفاظ ہیں جس سے کجرو کی کجروی بھی پیش نہ جا سکے بتلاتا ہوں
آپ جانتے ہیں کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو جو رتبہ اور درجہ دے رکھا ہے کہ
خدا کا بیٹا اور اقنوم ثالث مانتے ہیں۔ وہ ایسا ماننے پر کیوں مجبور ہیں؟
اس لئے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے گو اس کے معنے
بجائے خود مجازی طور سے صحیح تھے۔ مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس لفظ
کا اطلاق کہ خدا کو باپ اور مخلوق کو اس کا بیٹا کہا جائے نتیجہ اچھا نہیں ہوتا
اس لئے قرآن میں کہیں بھی خدا کو باپ یا باپ کی طرح نہیں کہا گیا
ہاں اس مضمون کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا جو سچ پوچھو تو قرآنی
صداقت کی ایک اعلےٰ درجے کی دلیل ہے۔ ارشاد ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

کہ خدا نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا۔ کہ اُن میں نبی بھیجا۔ جو خدا کے حکم اُن کو سناتا ہے اور اپنی صحبت سے پاکیزہ بناتا ہے۔

ہاں قرآن کا قصور ہے کہ وہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت بتلاتا کہ جس سے
اس کے متبعین کو کسی وقت شبہ یا غلطی ہو۔ جیسے باپ اگنی وایو وغیرہ
کہ کروڑہا لوگ ابتدا سے حساب لگائیں تو پدھا ہندو ایسے ہی الفاظ سے
شرک میں مبتلا ہو گئے۔ آخر کئی کروڑ سال بعد پنڈت دیانند جی اعمال
کے ہم خیالوں نے بدقت سمجھایا۔ کہ ان الفاظ سے مراد خدا کی ذات ہے
مجھے اس سے بحث نہیں۔ کہ اگنی۔ وایو وغیرہ میں مراد خدا کی ذات ہے
یا کچھ اور بلکہ میں خوش ہوں کہ پنڈت جی کا ٹیکہ صحیح ہو۔ اور خدا کرے

کہ صحیح ہو: تاکہ لوگ ان توہمات اور شرک پرستی کو چھوڑ کر اپنی اپنی زبان اور محاورات میں لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوں۔ میری غرض صرف یہ ہے جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایسے الفاظ نے نتیجہ اچھا نہیں دیا پس قران اس میں قاصر ہے۔ سے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
اُن میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

منتر نمبر دوم میں بھی الہام خصوصاً وید کے الہامی ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف وید کو جملہ انسانوں کے عزت کرنے کے لایق کہا گیا ہے۔ سو مبارک ہو ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں۔ کہ اس کلام کے متکلم کے نزدیک وید کو وہی رتبہ ہوگا جو مسلمان صوفیا کے نزدیک۔ مثنوی مولوی روم یا دیوان حافظ کو ہے۔ جس کا الہامی ہونا معلوم۔

اس کے ذیل میں آپ نے قرآن شریف کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ جس کا جواب کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ منتر نمبر سوم میں وید کے الہامی ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ منتر نمبر چہارم میں بھی کوئی دعوائے الہامی ہونے کا نہیں۔ ہاں وید کو سچائی کو ظاہر کرنے والی کتاب جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنے کی محرک کہا گیا ہے۔ جو الہام کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی۔ آپ اس کے ذیل میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ قران کے متعلق آپ کبھی یہ دعوائے پیش کر سکتے ہیں۔ بہت خوشی سے سنیئے۔ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآئَکُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَبِکُمْ وَانزلنا الیکم نورًا مبینًا اِنَّ ھٰذَا الْقرانَ یَھدِیْ لِلَّتِی ھِیَ اَقْوَمُ | کہ اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل تمہارے پاس آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور قرآن اُتارا ہے۔ بے شک یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ |

منتر نمبر ۶ میں وہی لفظ پرکاش ہے جس پر کئی دفعہ بحث کر چکا ہوں۔ کہ یہ لفظ الہام کے معنی میں نہیں آتا۔ اس کے ثبوت میں بیچے میں وید کا منتر ہی پیش کرتا ہوں۔ اتھرو وید۔ کانڈ ۱۱۔ انوواک ۲۔ منتر نمبر ۶ مندرجہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا۔ برہم چاری کے علم کو حاصل کرتا ہوا پران (نفس)، لوس (محسوسات)، اور پرجاپتی محافظ مخلوقات۔ اور مظہر کل پرمیشور کو عیاں اور بیان کرتا ہوا۔ الخ

اس منتر میں خدا کو مظہر کل یعنی سب چیزوں کا پرکاش کرنیوالا کہا گیا ہے۔ پس وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہوا۔ ہاں آپ کا یہ شبہ کہ وید سب چیزوں کی طرح قدرتی ہے۔ سو اس کا جواب پہلے عرض کر چکا ہوں۔ منتر نمبر ۷ میں بھی علیٰ ہذا القیاس یہی مطلب ہے۔ الہام کا کوئی لفظ اس میں نہیں۔

منتر نمبر ۸ میں بھی کوئی الہام کا ذکر نہیں۔ بقول آپ کے صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ وید کے کلام کا مالک خدا ہے۔ اوّل تو یہ مضمون آپ کا ساختہ ہے ترجمہ نہیں۔ دوم یہ لفظ بھی کوئی الہام کو نہیں چاہتا۔ دنیا کی کونسی چیز ہے جس کا مالک خدا نہیں۔

منتر نمبر ۹ و ۱۰ میں وہی لفظ پرکاش کا ذکر ہے۔ جس کا جواب کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

منتر نمبر ۱۱ میں بھی وہی لفظ پرکاش ہے چنانچہ سملاس نمبر ۷ ستیارتھ پرکاش میں جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ ایسے عنوان سے لکھا ہے۔

ایشور ویدوں کا اظہار کرنے والا ہے۔ جس کا جواب میں کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ کہ اظہار کرنا الہام کو مستلزم نہیں۔

منتر نمبر ۱۲ میں بھی وہی پرکاش کا ذکر ہے۔ جس کا جواب کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ اس منتر کے ذیل میں آپ نے لکھا ہے کہ انسان میں

خود بخود علم کے ایجاد کی طاقت نہیں۔ بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آتا ہے۔ اور سب سے پہلے انسانوں نے اس کو ایشور سے حاصل کیا ہے۔ اور اسی کا نام الہام ہے "بہت خوب۔ میں پہلے بحوالہ وید منتر ثابت کر آیا ہوں کہ وید دنیا کی ابتدا میں نہیں تھے۔ کیونکہ اُن میں پہلے بزرگوں کی چال اختیار کرنے کا حکم پایا جاتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ وید کو الہامی دعوے کرنے کا حق حاصل نہیں۔ اس سے آگے چلکر آپ نے کچھ وعظ سا کیا ہے۔ جو میں نے اور دیگر سامعین نے بخوشی سُنا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی بات جواب طلب نہیں صفحہ ۲۸ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں لکھتے ہیں۔ ایشور سب جگت کو حرکت اور گیان (وید) عطا کرنے والا ہے۔ اس میں آپ نے گیان (علم) کو وید لکھا ہے۔ آپ کی اس میں غلطی ہے کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے۔ آپ وہاں وید لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ وید کے معنی بھی گو علم کے ہیں۔ مگر وید کتاب کا نام ہے۔ اور ناموں کو جب باعتبار علمی معنی کے لیا جاتا ہے۔ تو ترجمہ نہیں ہوتا۔ کیا آتما رام اور ثناء اللہ کو علمی معنے بتلاتے ہوئے ترجمہ کر دینگے۔ پس اسی میں آپ غور کریں۔ مفصل پہلے کہیں عرض کر آیا ہوں۔

صفحہ ۲۹ رسالہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں آپ نے بڑی کوشش سے ایک منتر لکھا ہے۔ جس سے آپ کی سعی اور کوشش کا اندازہ ہوتا ہے آپ نے کتنا کچھ کھینچ تان کر لکھا ہے۔ اس دعوے کو نبھانا چاہا ہے۔ مگر کیا مجال کہ قرآن شریف کے برابر کوئی لفظ آپ دکھا سکتے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "انسانوں کے لئے پرمیشور نے ازلی وِدّیا (کلام وید) کو جس سے کہ وہ کوتاہی (علم) کی اشاعت کر سکیں۔ ازلی علت سے پیدا کیا" کس کھینچ تان سے ازلی وِدّیا کی تشریح بریکٹ میں (کلام وید) سے کی ہے بہت خوب ایسی کوشش میں تو میں آپ کا مشکور ہوں۔ ایسی ہی کوشش

کے حق میں تو کسی نے کہا ہے۔ ع پیراں نمی پرند مریداں ہمی پرانند
آگے اسی صفحے میں آپ نے ایک اور منتر لکھا ہے جس سے بھی الہام کا
دعوٰے نکالنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں وید ت ہے جس کے معنے
"علمی بات" کے ہیں۔ منتر کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا نے دنیا کو علمی باتوں
سے راحت بخشی ہے "وید" کے اصلی معنے بھی گیان اور علم کے ہیں
مگر وید ایک کتاب کا نام بھی ہے۔ ناموں میں اصلی ترجمہ کا لحاظ
نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی تشخیص اور تعین ملحوظ ہوتی ہے۔ پس وید کے
(جو ایک کتاب کا نام ہے) الہامی ہونے کا دعوٰے ثابت نہ ہُوا۔
فقرہ ہفتم میں آپ لکھتے ہیں۔ غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قران میں
کیوں نہیں آیا ہے۔ مہربان من اس کا مختصر جواب یہی ہے۔ کہ اس سے
مطلب نہ تھا۔ آگے چلکر آپ نے اپنے قلم سے سعدی مرحوم کا مشہور
فقرہ۔ گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ صادق کر دکھایا
آپ لکھتے ہیں "خدا کو صرف ایک کہنے سے بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی
کیا کوئی چور ایک ہو تو اس کی بزرگی ہے" چہ خوش۔ ماسٹر صاحب!
مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کرتیں۔ میدان
مناظرہ میں ذرہ چیت و دیا لاک ہو کر آنا چاہیئے۔ ع
سمجھ کر پاؤں رکھنا میکدہ میں ماسٹر صاحب
یہاں پگڑی اُچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں
بھلا آپ نے یہ تو سمجھا ہوتا۔ یا پوچھ لیا ہوتا۔ کہ مسلمان خدا کو ایک
کن معنے سے کہتے ہیں۔ صاحب من! مسلمان ان معنے سے کہتے ہیں کہ
ہمہ صفات کمال موصوف ایک خدا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ صفات خداوندی
قرآن سے آپ کو بتلاؤں۔ ناگہاں مجھے یاد آگیا۔ کہ میں پہلے بتلا آیا ہوں
جو رسالہ جنوری ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۲۶ میں درج ہے۔ اس بتلائے ہوئے
کا کیا نتیجہ ہُوا۔ کہ اس کو کیا ہوگا۔ ع

اگرصد باب حکمت بپیش ناداں    بخوانی آیدش بازیچہ درگوش

افسوس کہ اس کے مقابلے میں وید سے صفات باری دکھا کر مقابلہ کیا ہوتا۔ بجائے مقابلہ دکھانے کے اعتراضات پر کمر باندھنا خوب نسخہ ہے۔

آگے چل کر صفحہ ۲۶ و ۲۷ رسالہ جون ۱۹۰۰ء میں آپ نے بالکل اس قصہ کے مشابہ کیا۔ جو آریہ سماج اور سناتن دھرم کے ہندؤں کا مباحثہ ہوا تھا۔ ایک گاؤں میں سماجی پنڈت و یاکھیان (وعظ) کہنے لگے۔ گاؤں والوں نے جو سناتن ہندو تھے۔ اپنے پنڈت جی کو بلا یا۔ سماجی پنڈت نے کہا مہاراج اُجرو۔ ہندو پنڈت نے کہا اجرو۔ یجرو۔ ڈھجرو۔ بس اتنا کہنے کی دیر تھی کہ ہندؤں نے اپنے پنڈت جی کو سر پر اُٹھا لیا۔ اور اُچھلنے کودتے چھلانگ مارتے جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مہاراج! ہمارے پنڈت جی مہاراج نے ایک پرشن (سوال) کے تین اوتر (جواب) دئے۔ وہی چال ہمارے ماسٹر جی کا ہے کہ ایک کے تین جواب دیتے ہیں تھینکس سے ہاتھ لا اوستاد کیوں۔ کیسی کہی؟

آپ لکھتے ہیں کیا فطرت بدل گئی۔ جناب من فطرت بھی یہی ہے کہ جب کبھی تجرو الہام میں تجروی کریں تو اُن کے کان اینٹھے جائیں۔

صفحہ ۲۷ میں آپ لکھتے ہیں کہ کیا خدا ہوّا ہے۔ کہ اُس سے ڈریں جناب من! خدا سے ڈرنے کے معنے وہی ہیں جو آپ نے بھی صفحہ ۲۶ رسالہ ماہ جون ۱۹۰۰ء میں لکھے ہیں۔ یعنی بُرائی سے ڈرنا۔ یعنی خدا کے عذاب سے ڈر کر گناہوں کا چھوڑ دینا۔ کیونکہ خدا کی ذات کی نسبت تو قرآن اعلے درجے کی محبت کا حکم دیتا ہے۔ سُنئے اور غور سے سنئے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ    مسلمان ایمان داروں کو خدا کیساتھ سب سے بڑھکر محبت رکھنی چاہیئے۔

پس آپ ہی بتلاویں کہ عربی شعر کا مطلب صحیح ہے یا نہیں۔

کَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِیْحًا     وَاٰفَتُہٗ مِنَ الْفَہْمِ السَّقِیْمِ

آگے چلکر صفحہ ۲۴ رسالہ جون ۱۹۱۰؁ء میں آپ نے میری شکایت کی ہے کہ میں نے کل ملکوں کی علمی ترقی کا رو شیخ سعدی کی ایک ہی کتاب (گل است سعدی و در چشم دشمناں خار ست) سے یاد کر دیا۔ پیارے ماسٹر! دروغ گوئیم بروئے تو۔ بھی آپ نے کبھی سُنا ہے۔ سعدی مرحوم کا مصرعہ تو میں نے اس امر کے متعلق لکھا تھا کہ آپ نے قرآن کی تعلیم متعلقہ توحید کو ہیچ سمجھ کر اس سے پہلے ملکوں کی ترقی کا ذکر کیا تھا جس سے آپ کی یہ غرض تھی کہ قرآن کی مجموعہ تعلیم ہیچ ہے۔ دیکھیں صفحہ ۲۹ رسالہ دسمبر ۱۹۰۹؁ء نہ کہ کسی ملک کی ترقی یا کسی تاریخی ثبوت کا رد تھا۔

آگے چلکر صفحہ ۲۹ رسالہ جون ۱۹۱۰؁ء میں آپ نے بہت ہی پرستیوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب (خاکسار) کو یہ خیال نہ آیا کہ ان چھ کروڑ مسلمانوں، میں سے پو نے چھ کروڑ قبر پرستی۔ تعزیہ پرستی یعنی کاغذ پرستی۔ کعبہ پرستی۔ انسان یعنی حضرت پرستی کے زرخرید غلام بن رہے ہیں۔ آپ کے ایسے فقرہ میں بے معنے اور بے محل پرستی پرستی دیکھکر مجھے ایک قصہ یاد آیا جو کسی سکھ سردار اور اُن کے ملازم کا ہے۔ سردار صاحب ایک روز ملازم پر خفا ہوئے تو ہم کو سنگھ کے لفظ سے نہیں پکارتا۔ ملازم نے عرض کیا بہت خوب بندہ نواز! بندہ سے خطا ہو گئی۔

ایک روز سردار صاحب کے مکان کے سامنے چمن کی گھاس پر کُتا پاخانہ کر گیا۔ ملازم بھاگا بھاگا آکر عرض کرنے لگا۔ بھائی سنگھ جی کتا سنگھ گھا د گھاس، سنگھ پر گوں سنگھ د پاپخانہ، کر گیا۔ سردار صاحب تو اس سے خفا ہوئے یا راضی۔ مگر آریہ سماج آپ سے بہت خوش ہو گا کہ آپ نے مسلمانوں ہاں سچے موحدوں کی بہت سی بُت پرستیاں ثابت کیں شاباش

؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

آپ کے ہی حق میں کسی نے کہا ہے۔ ؎

نازک خیالیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

چونکہ آپ نے ان پر سنیوں پر کسی آیت قرآنی کا حوالہ نہیں دیا اسلئے جواب سے جواب۔ جب اس دعوے پر آپ کسی آیت قرآنی کا حوالہ دینگے تو جواب عرض کر دیا جاویگا۔ آپ نے میرے اصول موضوعہ پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ غنیمت ہے۔ مگر اس سے بڑھکر یہ غنیمت ہے کہ اصول مذکورہ کی تصحیح (وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق) کر کے نتیجہ کی صحت سے جس کے لئے وہ اصول موضوعہ قرار دیئے گئے ہیں) بصورت سکوت اطلاع بخشی تھینکس مشکور ہوں۔ مگر بڑی محبت سے کہتا ہوں۔ کہ آپ اس تصحیح میں بھی تصحیح طلب ہیں۔

ناظرین سے درخواست ہے۔ کہ میرے اصول موضوعہ مندرجہ صفحہ ۲۱ رسالہ نومبر ۱۸۹۸ء میں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور ماسٹر صاحب کی تصحیح کی تصحیح یا تغلیط کریں مجھے اس سے زیادہ بحث نہیں۔ کیونکہ میرا مدعا جن کے لئے میں نے وہ اصول مقرر کئے تھے۔ کہ ویدک تعلیم کی پابندی سے نظام عالم بگڑتا ہے۔ بہر حال ثابت ہے۔ ہاں اصول نمبر ۳ کی بابت جو آپنے لکھا ہے۔ کہ یہ اصول نہیں۔ بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھہر سکتا ہے صفحہ ۳ رسالہ جون ۱۹۰۰ء اس کی طرف اہل علم کو خصوصاً توجہ دلاتا ہوں۔ مہربان من! گو یہ نتیجہ کسی اور اصول کا ہی ہو۔ لیکن میرے مدعا کے لئے یہ بھی اصول ہے۔ اگر یہ نہو تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ تمام لوگوں میں ویدک تعلیم کی پابندی کا ماننا فرض محال ہے۔ اور محال سے محال لازم آئے تو کوئی خرابی نہیں۔ آپ معاف فرمائیں۔ اگر میں کہوں۔ کہ ایسے امور سمجھنے کے لئے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔

فقرہ نہم جس میں میں نے قرآنی تعلیم کا جمیع ضروریات انسانی کے لئے کافی ہونا ثابت کیا تھا۔ جو صفحہ ۲۳ رسالہ ماہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے لیکر

صنہم رسالہ ماہ جنوری ۹۹ء تک درج ہے) اس کے جواب میں آپ نے بے تُکے اعتراضات
پر کفایت کی ہے۔ بلا سے۔ اس کے مقابلے میں ویدک تعلیم کا نقشہ دکھاتے حالانکہ
اُن کی فرمائش کے مطابق یہ طریق اختیار کیا گیا تھا۔ دیکھو صنہ ۳ رسالہ ماہ نومبر ۹۸ء
مگر باوجود اس درخواست اور دعوے کے مقابلہ میں ایک حرف بھی نہ لکھنا۔ قرآن
کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے۔

وعدہ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے + ہاں غلط ہو گئے ہیں آپ کے اقرار کئی

اس لیئے میں سردست آپ کے کسی معقول سوال کا جواب نہیں دونگا۔ جب
تک آپ مقابلہ نہ دکھائیں گے۔ ہاں آپ کا ایک ہی فقرہ ناظرین کے نمونہ کے
لیئے نقل کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔ جہاد کا لفظ دیکھا۔ اُس کا نام مولوی صاحب
نے محکمہ جنگ رکھ دیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وہاں فارن آفس رکھدیا۔
صہ ۲۳ رسالہ جون ۱۹۰۰ء۔ ہاں صاحب سب ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ بھی
الزام نہ لگاتے۔ تو آخر کیا کہتے۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ پنڈت دیانندجی کی غبارہ بازی
اور تار برقی اور علم طب سے جو اُنہوں نے وید سے نکالے ہیں۔ میرے احکام
جنگ یا فارن آفس درجے میں کم تھے؟ جو پسند نہ آئے۔ ذرہ رگوید آدی
بھاشہ بھومکا مصنفہ پنڈت جی کا تو ملاحظہ کیا ہوتا۔ لیجیئے۔ میں ہی تبلاتا
ہوں۔ جہاں کہیں تجارتی ترقی کے لیئے اسباب طبیعات کے استعمال
کا ذکر آیا ہے۔ وہاں جہاز رانی لکھ دیا۔ جہاں بجلی کا برائے نام نام آگیا
اُس کا نام علم تار برقی کے اصول لکھ مارا۔ اور جہاں جھولے سے بیماریوں
کے لیئے دوا یا دعا کا ذکر آگیا۔ اُس کو علم طب کے اصول "بنا لیا۔
کیوں نہ ہو۔ پنجابی مثل ہے (اپنا نینگر بیگانہ ڈھینگر۔) (اپنا بچہ پیارا دوسرے
کا دُکھیارا) ایسے ہی کہیں۔ مگر جہان سمجھنے والوں سے خالی نہیں۔

فقرہ دہم میں بھی آپ نے وہی راگ الاپا ہے جس کا جواب معقول
طریق سے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ ہاں ایک افسوسناک بات
اس میں یہ ہے۔ کہ کرشن جی کی گیتا کو صرف ہندوؤں کی گیتا لکھ کر آریہ

سماج کو اس سے بے تعلق کیا گیا۔ حالانکہ کرشن جی مہاراج سب کے مسلمہ گرو ہیں۔ آخر میں اپنا مدعا مختصر لفظوں میں ظاہر کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

الہامی کتاب میں یعنے جس کتاب کی نسبت کوئی قوم یا کوئی شخص الہامی ہونے کا دعوے کرے۔ اس میں دعوے الہام صریح لفظوں میں ہونا ضروری ہے۔ اور اس کتاب کے تبلانے والے کے حالات زندگی۔ سوشل لائف کا قابل اطمینان ہونا۔ اس کے دعوے کے لئے ایک گواہ ہے۔ اور اس کتاب کا انسانی ضرورتوں کے لئے کافی اور نظام عالم کے مطابق ہونا۔ یعنی اسکی تعلیم کا ایسا ہونا کہ اس کی تعمیل احکام سے **نظام عالم** میں خلل نہ آوے یہ دوسرا گواہ ہے۔ وید میں دعوے الہام چونکہ صریح لفظوں میں نہیں اور نہ ہی اس کے ملہم کے حالات معلوم ہیں۔ اور نہ اس کی تعلیم کی تعمیل نظام عالم کے مطابق ہے۔ اس لئے وید الہامی نہیں۔ اور اگر پنڈت دیانند جی اور اُن کی تبعیت سے ان کی کوشش سے وید میں دعوے الہام ہو ہی۔ تو چونکہ دعوے ہی دعوے ہے۔ گواہ معدوم۔ لہذا نتیجہ معلوم۔ قرآن شریف کو خدا کے فضل سے تینوں باتیں حاصل ہیں۔ پس مدعا ثابت۔

جمال حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمان ہے،

تمت

خاکسار

**ابو فا ثناء اللہ ازامرتسر**

ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کے رسالہ آریا مسافر میگزین میں جناب مولوی صاحب دُر افشانی کرنے کے بعد فقرہ نمبر ا کے متعلق یہ درج فرماتے ہیں کہ :-

"میرے خیال میں بحث ختم ہو چکی ہے - اب ناظرین کی توجہ اور فیصلہ ہی درکار ہے"

پھر آپ مضمون زیر بحث کے متعلق یہ مزید لکھتے ہیں کہ

"آپ نے وہی سوال چھیڑا ہے - کہ کتاب الہامی مدعی ہے - یا شخص الہامی - میں عرض کرچکا ہوں - کہ **اصل میں** تو کتاب ہی مدعی الہام ہوگی - مگر چونکہ کتاب کا دعویٰ ہم کو اور سب دنیا کو ملہم کے ذریعہ پہنچتا ہے - اس لئے اُس کو بھی شریک دعوے **مجازاً کہا جاتا ہے** - اس پر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیا شبہ پیدا ہوتا ہے - اس کی مثال بالکل ایسی ہے - کہ بادشاہ وقت کا حکم حاکم ضلع کے وسیلہ سے پہنچتا ہے - اس لئے حاکم ضلع کا حکم بھی اُس کو کہا جاوے - تو غلط نہیں ہوگا - باقی آپ کی تقریر ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں"

**جواب آریہ** - میں تو چاہتا تھا کہ آپ بحث کچھ عرصہ جاری رکھتے لیکن چونکہ آپ نہیں چاہتے - اس لئے آپ کو مجبور نہیں کرتا - چونکہ سوال آپ نے کیا تھا - اس لئے جواب میرا اخیر میں ضرور چاہئے اور پھر بحث حسب درخواست آپ کے ختم سمجھی جائیگی -

جواب نمبر ۳ میں جو کہ جلد اوّل کے نمبر ۵ میں شائع ہو چکا ہے - خاکسار نے ثابت کیا تھا کہ اگر روشنی شیشہ سے گزر کر کسی جگہ پر پہونچتی ہے - تو اُس کو شیشے کی روشنی کوئی نہیں کہتا - بلکہ دراصل سورج کی ہی روشنی کہتے ہیں - اور ساتھ ہی واضح کر دیا تھا - کہ الہامی کتاب کے دو مدعی ایک خدا اور دوسرا انسان نہیں ہو سکتے -

اِس کے جواب میں جو جناب نے تازہ ارشاد فرمایا ہے - اُس کو میں نے اس جگہ اوپر درج کر دیا ہے - اس کے پڑھنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے - کہ آپ نے آخر کار صداقت کے آگے سر جھکایا - اور معقول پسند شریفوں کی طرح سچ کو سچ

کہنے کی گو ذرا پیچ دار الفاظ میں مگر حجت بلاشبہ کی۔ میں یہی کہتا تھا۔ کہ صرف الہامی کتاب ہی مدعی در اصل ہو سکتی ہے۔ اور آپ نے اسی بات کو اوپر کے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ "در اصل میں تو کتاب ہی مدعی الہام ہو گی" کافی ہے۔

میں چونکہ اصلیت پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے فرضی یا مجازی باتوں کی طرف توجہ دینا فضول سمجھتا ہوں۔ اب کی دفعہ آپ نے ملہم کی بابت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "اس کو بھی شریک دعوے **مجازاً** کہا جاتا ہے" جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ در اصل وہ مدعی دعوئے الہام نہیں۔ آگے چل کر جو آپ نے مثال دی ہے۔ وہ تو گو یا میری ہی بات کی پوری تائید کرتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "بادشاہ وقت کا حکم حاکم ضلع کے وسیلہ سے پہونچتا ہے۔ اس لئے حاکم ضلع کا حکم بھی اس کو کہا جاوے۔ تو غلط نہیں ہوگا" +

اس کے جواب میں بڑے ادب سے عرض کرونگا۔ کہ بادشاہ وقت کے حکم کو کبھی کوئی عاقل حاکم ضلع کا حکم نہیں کہتا۔ اور نہ کہے گا۔ اس لئے اس کو حاکم ضلع کا حکم کہنا آپ کا بیشک غلط ہے۔ اگر سرکاری دفتروں کے ملازم آپ کی صلاح پر کام کرنے لگ جائیں۔ تو آج کل دفاتر میں گڑبڑ مچ جائے۔ جب لاٹ صاحب کا حکم ڈپٹی کمشنر اور پولیس کے چپڑاسی کی معرفت کسی کو پہونچے۔ تو وہ اس کو لاٹ صاحب اور ڈپٹی کمشنر اور چپڑاسی کا حکم سمجھنے لگ جائے۔ اور جواب دیتے وقت یوں کہے۔ کہ بخدمت جناب لاٹ صاحب و صاحب ڈپٹی کمشنر و چپڑاسی صاحب۔ آپ تینوں کے حکم کی تعمیل میں گذارش ہے وغیرہ وغیرہ۔

روزمرّہ دن میں پانچ دفعہ ڈاک آتی ہے۔ اور مختلف چٹھی رساں خطوط دے جاتے ہیں۔ میں نے تو آج تک کسی عقلمند آدمی کو یہ کہتے نہیں سنا۔ کہ فلاں دوست اور ساتھ ہی چپڑاسی ڈاک خانہ کی چٹھی آئی ہے۔ گو ڈاک خانہ کے چپڑاسی چٹھی لاتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی چٹھیوں کو ڈاک خانہ کے چپڑاسیوں کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ لوگ جنگ کے موقعہ پر کبوتروں کے ذریعہ خطوط بھیجتے ہیں۔ لیکن یہ

کوئی نہیں کہتا۔ کہ مجھے فلاں دوست اور فلاں کبوتر نے خط میں ایسا ایسا لکھا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ جناب مولوی صاحب وسیلہ کو اور جس کا کہ وہ وسیلہ ہے۔ کیوں برابر ماننے بیٹھے ہیں۔ کیا میز۔ کاغذ۔ قلم دوات وغیرہ کو جو وسیلہ بناکر میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ مولوی صاحب کے منطق کے مطابق اخبار میں یہ شائع کرنا عقل مندی ہوگی۔ کہ یہ مضمون آتمارام۔ میز۔ قلم۔ دوات۔ کاغذ اور آتمارام کے ہاتھ کی طرف سے ہے۔ ابھی تو آپ اوپر دل کھول کر سچائی قبول کر چکے تھے۔ پھر نہ معلوم ختم کرتے وقت پرانے سنسکاروں (میلانِ طبع) کی وجہ سے گویا بے اختیار آپ نے یہ کیا لکھ دیا۔ کہ بادشاہ وقت کا حکم جس کے وسیلہ سے پہونچے۔ اُس وسیلہ کا بھی حکم کہہ دیں۔ تو غلط نہیں ہوگا۔ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا یہ کہنا غلط ہے۔ اب ناظرین نتیجہ خود ہی نکال لیں گے۔

**(فقرہ ۲)** رسالہ بابت ماہ نومبر سالگزشتہ کے صفحہ ۲۲ پر مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ

”الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کے ہے۔ اور الہامی حالات اور اُس کی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے“۔ اس کے جواب میں اِس احقر نے رسالہ فروری ۹۹ء میں عرض کی تھی کہ جناب کا یہ فرمانا غلط ہے۔ اور اُس کی وجوہات مُفصّل وہاں دی تھیں۔ چنانچہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے آپ کے بیان کو اس طرز پر لکھا تھا

(۱) الہامی کتاب ——— دعویدار یا بمنزلہ مدعی کے ہے۔

(۲) ملہم کے حالات ——— ایک گواہ ہے۔

(۳) الہامی کتاب کی تعلیم ——— دوسرا گواہ ہے۔

اور اِس کے جواب میں عرض کی تھی کہ یہ تین چیزیں جو جناب فرماتے ہیں۔ وہ دراصل تین چیزیں نہیں۔ بلکہ دو چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم ایک ہی چیز ہے۔ اِس کو دو کہنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آتمارام کو ایک جگہ آتمارام کہنا

اور دوسری جگہ "آمثارلم الانسان" پس جب چیز ایک ہی ہے۔ تو کسی چیز کو دو کہنا درست نہیں۔ اور مولوی صاحب سے نویدن کیا تھا کہ وہ واضح کریں کہ کیا در اصل الہامی تعلیم کے مجموعہ کا دوسرا نام الہامی کتاب نہیں ہے۔ کیا صفت موصوف سے علیحدہ کہیں کوئی شئے ہوا کرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مجھے ماہ اکتوبر ۱۹۰۰ء کے رسالہ میں آپ کی اس فقرہ کے متعلق تازہ تحریر پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ کیونکہ آپ نے آخر کار میری بات کو معقول سمجھ کر قبول کر ہی لیا۔ آگے تو آپ تین چیزیں مانے بیٹھے تھے۔ یعنے الہامی کتاب اور اُس کے دو گواہ ایک اُس کی تعلیم اور دوسرا ملہم کے حالات مگر اب کی دفعہ آپ نے یہ تین چیزیں نہیں مانیں۔ صرف دو ہی مانی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"الہامی کتاب کو بحیثیت اِس فقرہ کے جو اس میں دعوےٰ الہام کا ہوگا۔ مدعی ہوگی۔ اور اسی کتاب کی پاکیزہ تعلیم بجز فقرہ مذکورہ کیونکہ وہ دعوےٰ ہے۔ اِس کتاب کے حق میں گواہ ہے۔"

ناظرین مولوی صاحب کے یہ الفاظ تبلا رہے ہیں۔ کہ وہ اب تین چیزیں نہیں۔ بلکہ دو ماننے لگے۔ کیونکہ پہلے تو الہامی کتاب کو ایک مدعی اور الہامی تعلیم گواہ نمبر ۲ مانتے تھے لیکن بندہ کے سمجھانے پر اُنہوں نے اب الہامی کتاب اور الہامی تعلیم کو آخر کار ایک مان لیا۔ لیکن الوکھی چال چل رہے ہیں تاکہ ظاہرا بات بنی رہے۔ اِس لئے کتاب کی جگہ فقروں کو مدعی اور باقی کتاب کو بجز اُس فقرہ کے (جس میں دعوےٰ الہام ہو) گواہ کہتے ہیں۔ بہت خوب۔ کیا اِس کے صاف معنے یہ نہیں۔ جو کہ آگے عرض کر چکا ہوں۔ کہ سورج کے جاننے کے لئے سورج ہی گواہ ہے۔ میرے اِنہی الفاظ کو آپ نے قبول تو کیا۔ لیکن ذرا اُستادی سے خیر۔ اب آپ کے فرمان کے مطابق اگر دس وید منتر یہ کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کا کرتا ایشور ہے۔ تو وہ دس منتر مدعی دعوےٰ الہام ہوئے۔ اور باقی سارے منتر بجز ان دس منتروں کے گواہ کا کام کریں گے۔ آپ کے الفاظ کے مطابق اِس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ دعوےٰ بھی الہامی کتاب میں سے ہو۔ اور اِس دعوےٰ کی

تائید بھی اُسی الہامی کتاب سے ہو۔

اب مولوی صاحب اِس بات پر آئے۔ لیکن بندہ نے ماہ فروری ۹۹ سنہ ء کے رسالہ کے صفحہ ۱۳ پر بھی تو لکھا تھا کہ الہامی کتاب کے پرکھنے کے لئے "کسی خارجی شہادت (ملہم کے حالات) وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سورج یا چراغ کو دیکھنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ سورج اور چراغ کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ اِسی طرح الہامی کتاب یعنے الہامی تعلیم کے سورج کو دیکھنے کے لئے بُدھی (عقل) روپی آنکھوں کی ضرورت ہے" اور یہی بات مہرشی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھی ہے۔ کہ "وید سوتہ پرمان ہیں" اور واقعی سچائی کو جاننے کے لئے خارجی غیر متعلق شہادت کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ناظرین غور کیجئے کہ میرا یہ کہنا کہ الہامی کتاب یا سچائی کے پرکھنے کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب نے آخر کار تازہ تحریر میں کس طرح سے منظور فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ مولوی صاحب جب یہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک فقرہ تو مدعی کا کام کرے۔ اور باقی کتاب کے فقرے گواہ کا تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا باقی فقرے کوئی **خارجی شئے** ہے۔ مولوی صاحب مانیں گے۔ کہ نہیں۔ جب نہیں تو صاف ثابت ہو گیا کہ الہامی کتاب کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں۔

(ب) آگے چل کر اُسی تازہ تحریر میں جناب مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:-
"ہاں ملہم کے حالات سے جی چرانا کوئی خاص وجہ رکھتا ہے۔ تاڑنے والے بھی تاڑ جاتے ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم"

ناظرین۔ اِس عبارت کا جو کہ میں نے (ب) میں مولوی صاحب کی لکھی ہے کیا جواب دوں۔ کیا اِس میں کوئی دلیل مدرج ہے۔
جی چرانا اور تاڑنے والے اور بہر رنگے وغیرہ الفاظ کا جواب بجز ٹھینگر دینا

لاحاصل ہے۔

**فقرہ ۱۳)** اس فقرہ میں مضمون زیر بحث یہ تھا کہ ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے کچھ واسطہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس بات کو میں نے مفصل ماہ فروری ۹۹ء کے رسالہ میں درج کیا تھا۔ اُس تحریر کا جواب باصواب مولوی صاحب نے کچھ نہیں دیا۔ اور جو کچھ اب دیا۔ وہ بھی وجوہات ذیل کے باعث غلط ہی ثابت ہوتا ہے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "میری مراد اس جگہ قبل از الہام کے حالات کے پسندیدہ ہونے سے ہے...... حالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حالات وہ ہیں۔ جن کو **عام اخلاق** کہا جاتا ہے۔ جیسے کہیں زید پسندیدہ اخلاق ہے۔ یعنے عام برتاؤ جو بندوں کا آپس میں ہوتا ہے۔ اُس میں اچھا ہے جھوٹھ نہیں بولتا۔ دغا فریب سے کسی کا مال نہیں کھاتا۔........ دوسرے قسم کے حالات وہ ہیں۔ جو مذہبی احکام کی پابندی سے متعلق ہوں۔ پس قسم اول کے لحاظ سے ہر ملہم کا پاکیزہ حالات ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ قسم دوم کے لحاظ سے"

اب میں جواب عرض کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ اُن کی مراد ملہم کے قبل از الہام حالات کے پسندیدہ ہونے سے ہے۔ سراسر بےمعنی بات ہے۔ آپ اس کو یوں ثابت کرتے ہیں۔ کہ حالات دو قسم کے ہیں۔ ایک عام اخلاق اور دوسرا مذہبی احکام یا خاص اخلاق۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب آج تک یہ بھی نہیں جانتے کہ جن کو وہ عام اخلاق اور معمولی بات سمجھے ہوئے ہیں۔ وہی دھرم اصل اعلےٰ مذہب اور پرم دھرم ہے۔ کیا۔

کیا سچ بولنا۔ اور دغا فریب سے دوسرے کا مال نہ اُڑانا۔ معمولی مذہب کی بات ہے۔ اور کیا کوئی مذہب اس سے بڑھ کر اخلاق سکھاتا ہے۔ اچھا اگر فرض بھی کر لیں کہ کوئی ملہم الہام پانے سے پیشتر سچ بولتا اور دغا فریب سے دوسروں کے مال کو ہضم نہیں کرتا۔ تو میرا جناب مولوی صاحب سے سوال ہے۔ کہ سچ جھوٹ کی تمیز اُسکو بابعد الہام کے یا بلکہ ہوئی اُسکو بغیر بعد الہام کے کس طرح پتہ لگا۔ کہ دال قال بشتہ دو مرد کی کھانا دغا میں داخل ہے اور

فلاں نہیں وہ دغا اور فریب کو کس طرح سے جان گیا۔ اگر کہو کہ قدرتی طور پر بغیر الہام کے بلا ریب انسان اخلاق کی باتوں کو جان جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح سے یہ باتیں جان گیا ہے۔ اسی طرح سے باقی باتیں بھی بغیر الہام کے ہی جان لیگا۔ پھر الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

مزید براں یہ فرض کرنا بھی دراصل درست نہیں کہ کوئی انسان بغیر الہام کے سچ جھوٹھ کی تمیز کر کے سچ بول سکتا ہے۔ جس طرح کہ سورج کی روشنی کے بغیر انسان ایک قدم بھی جنگل میں باحفاظت نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح سے بغیر مدد الہام کے کوئی بھی نیک کام انسان نہیں کر سکتا۔ اگر نیکی و بدی سچ یا جھوٹھ انسان قبل از الہام جان لیتا ہے تو دیگر باتوں کو بغیر الہام کے کیوں نہیں جان لے گا۔ آپ کبھی ثابت نہیں کر سکتے کہ کوئی انسان بغیر خارجی تعلیم یا مدد الہام کے کبھی سچ جھوٹھ کی کر سکتا ہے۔ دُنیا کا تجربہ میرے بیان کی زبردست تائید کر رہا ہے۔ آپ خود سکول ماسٹر ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ طالبعلم اُستاد کی ہدایت پانے سے پیشتر جاہل اور گمراہ ہؤا کرتے ہیں۔ کیا عیالدار نہیں جانتے کہ اگر چھوٹے بچے کو کسی قسم کی ہدایت نہ دیں تو وہ بول براز میں بھی ہاتھ ڈالنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ کیا کبھی کوئی انسان بغیر سکھانے پڑھانے یا اپدیش پانے کے نیک و بد یا سچ جھوٹھ کی پہچان کر سکتا ہے۔ اگر انسان بغیر خارجی تعلیم کے نیک یا بقول آپ کے عام پسندیدہ اخلاق کا پتلا بن سکتا ہے تو میرے خیال میں وہ ضرور اُن تمام احکام کو بھی جن کو آپ مذہبی احکام مانے بیٹھے ہیں۔ بغیر مدد الہام یا خارجی تعلیم کے خودبخود جان لیتا ہے۔

آپ کا یہ ماننا کہ زید الہام پانے سے پیشتر جھوٹھ نہیں بولتا یا دغا نہیں کرتا۔ دراصل الہام کی ضرورت کو ہی دور کر رہا ہے۔ فرض کرو کہ مولوی زید صاحب الہام پانے سے پیشتر عام اخلاق کے بندے تھے تو جس طرح سے وہ اخلاق کے بندے بن گئے اسی طرح سے وہ بغیر الہام کے اور بھی ضروری باتیں سا جان سکتے تھے۔ الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہیں مناسب سمجھتا ہوں کہ

مولوی صاحب کے "عام اخلاق" کی کچھ پڑتال کرکے دکھاؤں کہ بغیر خارجی تعلیم یا مدد علم یا الہام کے وہ اخلاق ہرگز انسان حاصل نہیں کرسکتے ہیں وہی مثال دیتا ہوں جو مولوی صاحب نے پیش کی ہے۔ یعنی سچ بولنا سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم جان لیں کہ سچ بولنے سے کیا مراد ہے۔ سچ بولنے سے یہ مراد ہے کہ جس بات یا چیز کے متعلق جو علم یا معلومات دل میں ہوں اُن کو ویسا ہی زبان سے ظاہر کرنا۔

اب اس تعریف کے مطابق فرض کرو کہ ایک شخص مولوی زید صاحب سے سوال کرتا ہے کہ ہوائی بارش کیسی ہوتی ہے۔ یہ مان لو جیسا کہ مولوی صاحب مانتے ہیں کہ زید کو ابھی کوئی الہام یا علم حاصل نہیں ہوا ہے اسلئے زید جو جواب دیگا وہ دو قسم کے ہی ہوسکتے ہیں۔

(اوّل) یہ جواب دے گا جیسا کہ بعض بچے دیا کرتے ہیں۔ کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔

(دوم) یہ جواب دے گا کہ اوپر سے کوئی پیشاب کررہا ہے۔ ایسا میرا خیال ہے مگر ٹھیک میں نہیں جانتا۔ دونوں جواب اُس کے جہالت کے جواب ہونگے۔ جواب اول تو سراسر اقرار جہالت کا ہے۔ جواب دوم تشکیہ ہے۔ لیکن وہ بھی جہالت سے پُر ہے اسی طرح پر سب اشیاء کے متعلق زید سے سوال کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن تمام کے جواب جہالت سے پُر ہونگے۔ یا تو صاف انکار ہوگا۔ یا غلط بیان ہوگا۔ بہرحال دونو صورتوں سے اُس کو بے علم ہی ثابت ہونا پڑے گا۔ جو چیز جیسی ہے اُسکو ویسا جاننا ہی علم ہے جب وہ بےعلم ہونے کی وجہ سے جو چیز جیسی ہے اُسکو ویسی بیان نہ کرسکے گا تو گویا وہ سچ نہیں بول سکتا ہے جو شخص سچ جانتا نہیں وہ سچ بول کسطرح سکتا ہے پہلے کسی شئے کا علم دل میں حاصل کرتے ہیں۔ پھر اُس علم کو بذریعہ تقریر ظاہر کرتے ہیں جو شخص بےعلم ہے وہ ظاہر کیا کرے گا جب معلومات ہی دل میں موجود نہیں تو اُنکو زبان سے ظاہر کیا کیا جاوے گا معلومات کا بے کم وکاست زبان سے ظاہر کرنا سچ بولنا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سچ بولنے سے پیشتر سچ جاننا ضروری ہے۔ آریہ شاستروں میں۔ واس (زبان)، کرم اندری یعنے دو کام

کرنے کی جیس،، مانا ہے۔ کرم فعل گیان سے پیشتر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ جو بے علم ہے دیا ملہم نہیں، وہ ست بول نہیں سکتا۔

(ب) اب رہی مثال "بغیر دغا فریب کے مال کھانے کی،،، واضح ہو کہ دغا فریب کیسے بغیر وہی مال کھا سکتا ہے۔ جو کہ کام کرنا اور اس کے ذریعہ سے روزی کمانا جانتا اور نفس کا بندہ نہیں ہے،، جو محنت مزدوری کر کے روزی نہیں کماتا وہ ضرور ڈاکو لوگوں کی طرح ڈاکہ مارتا یا لوٹ کر کھاتا ہے۔ لیکن جو کسی کی محنت بھی کرتا ہے مگر نفس کا بندہ ہونے کی وجہ سے شراب کباب بھی چاہتا ہے تو اُس کو ضرور نفس کی سیری کے لئے رشوت لینی پڑے گی۔ اور فناہ یعنی فریب وغیرہ کرنا پڑے گا۔ پس فریب کے گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہُوا۔ زید کسی قسم کی محنت کرے۔ اور نفس پرست نہ ہو۔ محنت مزدوری یا صنعت وحرفت۔ بغیر سائنس جانے یا علم حاصل کئے کیا کبھی کر سکتا ہے معمار بننے سے پیشتر کتنا علم چاہئے۔ بڑھئی۔ لوہار۔ کسان بننا بغیر علم کے مشکل ہے پس کوئی روزگار یا کام بلا علم (الہام) کے وہ نہیں کرسکتا۔ اب جو شخص روزگار بھی کرنا نہیں جانتا کیونکہ اُس نے ضروری علم حاصل نہیں کیا۔ اور وہ نفس پر بھی غالب نہیں۔ کیونکہ وہ جانتا نہیں کہ شراب کباب کیا دماغی نقصان کرتے ہیں۔ اس لئے ایسا جاہل کیا کبھی بغیر لوٹ مار۔ ڈاکہ۔ چوری یا دغا فریب کے بنا کبھی اپنا پیٹ بھر سکتا ہے جس طرح ہمیشہ انسان اندھیرے میں ٹھوکریں ہی کھاتا ہے۔ ٹھیک ویسے ہی علم (الہام) کے بغیر انسان کبھی دغا فریب سے نہیں بچ سکتا۔ جیسا کہ افریکہ کے جاہل ابھی تک مردم خوار ہیں۔ اور بعض جاہل آوارہ گرد لوگ ڈاکہ زنی سے اب بھی پیٹ بھرتے ہیں۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ تمام گناہوں کا منبع جہالت ہے۔ یہ نہیں کہ آپ الہام ضرورت کی ہی تردید اس تحریر سے کر رہے ہیں۔ بلکہ آپ اپنے قرآن کی تعلیم کے تو سراسر خلاف کہہ رہے ہیں۔ میں ناظرین کو دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ قرآن کی صورت فاتحہ میں جسکی تعریف کرتے ہوئے کل مسلمان بھائی پھولے نہیں سماتے۔ ایک یہ فقرہ خاص طور پر آیا ہے۔ یعنے

وہ ہمیں سیدھی راہ دکھلا،، سورت فاتحہ کی آیت ۶

اب سوال مولوی صاحب سے یہ ہے۔ کہ اگر زید یا کوئی اور ملہم قران کے الہام پانے سے پیشتر بقول مولوی صاحب سیدھی راہ پر چل رہا ہو یعنی سچ جھوٹ میں تمیز تمیز کر کے سچ بول رہا تھا تو الہام پانے کے بعد وہ کیوں خدا کی دعا کرتا ہے کہ مجھے سیدھی راہ دکھلا۔ اگر مولوی صاحب میری بات نہیں ملنتے تو قران کی تو اُن کو ضرور ماننی پڑے گی۔ جب قرآن کہتا ہے کہ ملہم بھی سیدھی راہ بغیر مدد الہام یا خدا کے نہیں دیکھ سکتا۔ جیسی کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے تو مولوی صاحب کا یہ خیال کہ الہام سے پیشتر بھی الہام یا ملہم سچ بول سکتا اور اخلاق کا پُتلا بن سکتا ہے۔ سراسر بے معنے ہے۔

کیا میری یہ بات دلائل عقلی سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ ملہم کے حالات کا اس جنم میں الہامی کتاب سے کچھ واسطہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور الہام پانے کے بغیر وہ کوئی بھی نیک فعل یا اخلاق کا کام نہیں کرسکتا۔ اور اگر کرسکتا ہے تو پھر الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

عام اخلاق اور مذہبی احکام میں مولوی صاحب بلا دلیل فرق مان رہے ہیں۔ حالانکہ کُل فلاسفر اعلےٰ مذہب اُسی کو کہتے ہیں جس کو کہ مولوی صاحب عام اخلاق کہکر ردی میں ڈالنا چاہتے ہیں حکیم افلاطون کا ہمیشہ مقولہ یہ رہا ہے کہ الضافت سے بڑھ کر کوئی مذہب نہیں۔ حکیم فیثاغورث اعلےٰ مذہب راستی کو جانتا تھا اور اسی طرح سے وہ اخلاق کی باتیں جو کہ مولوی صاحب کے خیال میں عام اخلاق کی باتیں ہیں۔ ہمارے خیال و دیگر کل حکمائے کے خیال میں اعلےٰ ترین مذہب کی باتیں یا اصول ہیں۔ ہمارے شاستروں میں لکھا ہے کہ سچائی سے بڑھکر کوئی دہرم نہیں وغیرہ۔ وغیرہ۔

اور جس کو مولوی صاحب مذہبی احکام کے نام سے پُکارتے ہیں وہ دراصل مذہبی احکام تو کُجا معمولی بھی علم و عقل کی باتیں نہیں مثلاً بے زبان حیوانوں کو نقش سستی کے لئے مارنا اور قربانی کہکر مذہبی احکام قرار دینا۔ مردوں کو زمین میں دفن کر کے بیٹھنا اور وبا پھیلانا۔ اور اسکو مذہبی احکام میں سے سمجھنا۔ جہاد کے نام سے اور

غیر لوگوں کے مال اُڑانا اور خون کی ندیاں بہانا وغیرہ وغیرہ۔

پس عام اخلاق اور سچے مذہبی احکام میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کل اہل عقل کے نزدیک سچے مذہبی احکام اور عام اخلاق کے اصول ایک ہی ہیں۔

(ب) آگے چلکر جو جناب نے آیت قرآنی پیش کی ہے ہمیں نہیں سمجھتا کہ اُس سے مولوی صاحب نے کیا ثابت کیا۔ کیا قرآن کو مولوی صاحب نے محمدؐ صاحب کی تاریخ مان رکھا ہے! اور اگر مان رکھا ہے تو یہ قرآن ہرگز ہرگز الہامی کتاب کہلانے کا مستحق نہیں۔ اس کا نام محمدؐ صاحب کی سوانح عمری رکھئیے۔ خدا کو ایک انسان کی سوانح عمری کی کیا ضرورت خاص پڑی۔ اس کو تو ذرا واضح کیجئے۔

چونکہ قرآن الہامی کتاب تو ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے تاریخ کا ہی کام لیا جائے۔ اور مولوی صاحب سے پوچھا جائے کہ کیا دراصل محمدؐ صاحب کو الہام پانے سے بیشتر گمراہ نہ تھے۔ اور ہر ایک ملہم گمراہ رہے گا بشرطیکہ اُس کو پیدا ہوتے ہی الہام نہ ملے۔ اگر محمدؐ صاحب کو پیدا ہوتے ہی خدا الہام دے دیتا تو وہ گمراہ نہ رہتے۔ مگر بچپن میں وہ الہام کیسے حاصل کر سکتے تھے۔ یہ بھی دقّت ہے بجز اس کے کہ وہ جوان عمر میں بغیر ماں باپ کے وسیلہ کے پیدا ہوتے۔ اور یہ بات بھی آدی سرشٹی کے موقعہ پر ہی ہو سکتی تھی۔ نہ کہ محمدؐ صاحب کے زمانہ میں یا آجکل۔ اچھا اب سنیئے قرآن کیا کہتا ہے۔

وہ اور دیکھے (اے محمدؐ) گمراہ پایا
پھر ہدایت کی (آیت ۷ سورہ ضحیٰ ۹۳)
وہ اور تجھے (اے محمدؐ) محتاج پایا پھر
تونگر کر دیا۔ (آیت ۸ سورہ ضحیٰ ۹۳)

آگے چلکر جناب لکھتے ہیں کہ ملہم کا بھی آپنے پر کاربند ہونا ضروری ہے اور اس کے ثبوت میں تاریخ قرآن کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کہ

"اگر تو بھی شرک کرے گا تو تیرے بھی نیک عمل ضایع اور برباد ہو جائیں گے
اور تو ٹوٹا پانیوالوں میں سے ہوگا"

میں نہیں جانتا کہ مولوی صاحب کس خاص دُھن میں بیٹھے ہوئے
لکھے جا رہے ہیں۔ اس فقرہ کو تو یا یہ ثبوت پہونچائے پیشتر اس کے لکھنے یعنے کہ
وہ ملہم کا بھی اپنے الہام پر کاربند ہونا ضروری ہے"

میں اپنا الہام نہیں سمجھتا؟ اور نہ آپ نے ابھی تک کہیں ثابت کیا ہے
کہ ملہم کا اپنا الہام بھی ہُوا کرتا ہے۔ ہاں اگر آپ کہیں کہ ملہم کا الہام پر یا ایزدی
علم پر کاربند ہونا ضروری ہے تو ہو سکتا ہے۔

اب رہا یہ فقرہ کہ اگر تو شرک کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ خدا کیسا
عادل ہے کہ نئے گناہ کی سزا دینے کے بجائے پچھلے تمام نیک عمل غصے میں آ کر ضایع
کر دے گا۔ اور کیا شرک کے علاوہ جھوٹ۔ زناکاری۔ خونریزی۔ بے انصافی
ظلم۔ غصہ وغیرہ وغیرہ گناہ نہیں۔ اُن کو کیا معاف کیا جائے گا۔ عجب اس کا
انصاف ہے۔ ایک طرف تو دلیل یہ ثابت کر رہی ہے۔ کہ کوئی ملہم بغیر نیارے
علم یا مدد الہام کے کسی نیک کام کو جان بھی نہیں سکتا کرنا تو کجا۔ اور دوسری
طرف تاریخ قرآن صاف بتلا رہی ہے۔ جیسا کہ سورہ ضحیٰ کی آیت نمبر ۷ میں
درج ہے کہ محمد صاحب پہلے گمراہ تھے اور پھر ان کو ہدایت ملی! میرا مولوی
صاحب کو سخت دقت محسوس ہوگی کہ وہ ملہم کے حالات کا واسطہ الہامی کتاب
سے کس طرح قائم کریں۔ اگر مولوی صاحب اس دقت سے مخلصی پانا چاہتے
ہیں کہ آئندہ کے لئے ایسا مانیں کریں۔

خدا کو الہام ملہم کو اُس کی پیدائش کے وقت سے ہی دینا چاہیے۔
اور ملہم کو ماں باپ کے وسیلہ سے پیدا کرنے کی بجائے آدی
سرشٹی کے وقت ویسا ہی پیدا کرنا چاہیئے جس طرح سے کہ آدی وقت
کل انسان اور حیوان بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں اور ملہم
یا ملہموں کو مثل اُس وقت کے دیگر پیدا کردہ انسانوں کے

عالم شباب میں پیدا کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ پیدا ہوتے ہی جہاں الہام پا سکے وہاں اُس سے فائدہ بھی اُٹھا سکے! ور اُس کو الہام اگر پیدا ہونے کے وقت ہی ملے گا تو اُس کی کُل زندگی نیک ہو سکتی ہے۔

اور جو میں نے لکھا ہے یہ ہم آریہ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ وایو انگرہ اور آدیتہ یہ یوگی اور مہرشی آدی سرشٹی کے موقعہ پر عالم شباب میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے! ور ایک منٹ بھی گمراہ نہ رہے۔ بلکہ پیدا ہوتے ہی اُنہوں نے جہاں مادی آنکھوں کے لئے ایشوری علم کی تحریک دل میں حاصل کی۔ (یعنے ملہم ہوئے)۔

اس موقعہ پر میں ناظرین پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ عقیدہ محض اُس قسم کی دقت سے بچنے کے لئے جو مولوی صاحب کو درپیش ہے۔ فرضی طور پر ہی کھڑا نہیں گیا۔ بلکہ علم وعقل سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ مدراس کے سابق جج مسٹر ٹی ایل مسٹر بیچ صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "ڈی ویلوپ منٹ آف کری ایشن آف ارتھ" ہے۔ جس میں اُنہوں نے عالمانہ دلایل اور سائنس کے رو سے ثابت کیا ہے کہ آدی سرشٹی میں ہی حیوان پرند اور انسان وغیرہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ وہ اعلےٰ درجہ کے فتوے رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے مسلمان یا عیسائی بھائی بھی مانتے ہیں کہ الہام بار بار ہو سکتا ہے۔ اُنہیں سوچنا چاہئیے کہ سورج چاند بار بار نہیں بنائے جاتے۔ آدی سرشٹی ہی بغیر ماں باپ کے ہوا کرتی ہے پس اُس آدی سرشٹی میں اُن اشخاص کو ہی الہام مل سکتا ہے۔ جو کہ پرانے جنموں کے نیک اعمال کی وجہ سے اُس کے حاصل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اس سرشٹی میں یعنے جو ماں باپ کے ذریعہ سے ہو رہے ہیں وہی الہامی تعلیم یا علم سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور چلا جائے گا۔ بھی الہام کی ضرورت درمیان میں نہیں پڑی اور اگر پڑتی تو پھر ہر سال اور ہر وقت یعنے اب بھی الہام ہونا چاہئیے۔ اور مولویصاحب

بتلائیں کہ اس وقت کتنے ملہم کرۂ زمین پر موجود ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

اب رہی مولوی صاحب کی سیتارام کی کہانی اور ناول۔ مولوی صاحب گو مدرس ہیں لیکن ابھی تک آپ کو یہ بھی تجربہ نہیں ہؤا کہ جو لڑکے شریر، بدمعاش، چور، جھوٹھو، قمار باز، شہوت پرست ہیٹو، بوالہوس ہؤا کرتے ہیں ان کا جی کبھی پڑھنے میں نہیں لگتا جس وقت شریف لڑکے حساب کا سوال سلیٹوں پر حل کیا کرتے ہیں گندے لڑکے فحش تصویریں کھینچا کرتے ہیں جن لڑکوں کی شادیاں ہو چکی ہوتی ہیں اور جو اپنی بیویوں سے مل چکے ہوتے ہیں۔ وہ کبھی جماعت میں دقیق باتیں سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ زر پرستی، یا ٹھگی وہی کیا کرتے ہیں۔ جو نفس کے بندے ہؤا کرتے ہیں جنکو زبان کا چسکا ہو یا جنکو لباس فاخرہ پہننے کی عادت ہو یا جنکو اور کوئی نفس کی خواہش پوری کرنی منظور ہو ان کو ہی روپیہ کی ضرورت حد سے زیادہ ہؤا کرتی ہے۔ اور وہی چالاکی یا دھوکہ سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ جو شخص نفس پرست رہے۔ اور جس کا اخلاق اعلیٰ نہیں وہ کبھی، کبھی اعلیٰ عقل نہیں رکھ سکتا اور نہ اس کا دماغ کبھی اعلیٰ بات کو سمجھ سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انگلینڈ کے مشہور سائنس دان ہکسلی صاحب سے ایک بنگالی نے پوچھا تھا۔ کہ آپ پچاس برس سے اوپر کی عمر میں ہو گئے۔ آپ نے شادی کیوں نہیں کرتی۔ مسٹر ہکسلی نے جواب دیا کہ مجھکو ابھی دماغی کام سے فرصت نہیں ہوئی میں ابھی تک یہی سوچ رہا ہوں۔ کہ آگ کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

ہمبولٹ صاحب جس کی بدولت سکولوں میں طلباء کو نقشے اور اٹلسیں دیکھنے کو نصیب ہو رہی ہیں۔ ساری عمر بغیر شادی کے رہا اور اس نے دو دفعہ دُنیا کی سیر علمی تجربوں کی خاطر کی۔

ایڈیسن صاحب جو کہ زمانہ حال میں بجلی کی بُہت کلیں ایجاد کر چکے ہیں اور دن بدن نئی نئی کلیں ایجاد کر رہے ہیں وہ نہائت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گوشت بھی نہیں کھاتے کیونکہ ان کا مقولہ ہے۔ کہ جو چیز نفس کو بڑھکاتی ہے، وہ عقل کو کمزور کرتی ہے۔ میں اگر چاہوں

تو آپ کو کم از کم پچاس مثالیں موجودہ مغربی علمار کی اس قسم کی دے سکتا ہوں یہ ظاہر کرنے کے لئے جو اعلےٰ عقل کے انسان ہیں وہ ضرور ہی دیگر انسانوں سے بڑھکر نفس پر قادر اور صاحب اخلاق ہوتے ہیں آپ نے کبھی بریڈلا کا نام کسی دوست سے سُنا ہوگا۔ گو عیسائی لوگ اُس کو ناستک کہیں۔ لیکن جب اخلاق کا یہ آدمی تھا اُس کی گواہی ایک دُنیا دے رہی ہے۔ اور جو عقل سلیم اُس کو نصیب ہوئی، وہ اس اخلاق کا ہی نتیجہ تھا۔ لیکن اُنہوں نے ٹکے کمانے کی غرض سے کوئی کتاب نہ لکھی۔

زمانہ قدیم کے مشہور حکمار مثل فیثاغورث۔ افلاطون۔ سقراط نہایت اعلےٰ عقل کے آدمی تھے۔ مگر وہ نفس کے بندے نہ تھے۔ اور نہ ہی اخلاق میں کم تھے۔

جو تموگنی پُرش ہوتے ہیں وہی ظالم ہوتے ہیں۔ جو رجوگنی ہوتے ہیں وہ ٹکے سیدھے کرنے کی فکر میں رہتے اور جائز یا ناجائز وسائل کو کام میں لایا کرتے ہیں۔ جو ستوگنی ہوتے ہیں وہی نفس پر غالب آنے اور عقل سلیم کو حاصل کرکے فلاسفر بنتے ہیں۔ قدرتی میلان طبع ایسے لوگوں کا کبھی دولت بٹورنے کا نہیں ہو سکتا۔

(از روئے منوسمرتی)

ایک جگہ پر منوجی مہاراج فرماتے ہیں کہ جو اشخاص نفس پرستی اور زر پرستی کے دام میں مُبتلا ہیں وہ دھرم حاصل کرنیکی قابلیت سے محروم ہوتے ہیں۔ پنڈت گرودت جی نے ویدک میگزین میں۔ علمار کو ثابت کر دکھلایا ہے کہ زر پرست کبھی روحانیت کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ ممکنات کا تو فرض کرنا ہو سکتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے ناممکنات کو بھی فرض کیا۔

اس قسم کی بیشمار مثالوں سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اعلےٰ عقل اُسکی ہُوا کرتی ہے جو زر پرستی میں غرقاب اور نفس کا بندہ نہ ہو اور اعلےٰ اخلاق رکھتا ہو اس لئے شریر زر پرست آدمی کی بابت یہ فرض کرنا کہ وہ کتاب اعلےٰ یا علم فلاسفی کی لکھ سکے۔ تو یہ ناممکن بات ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی عالم کی کتاب کی نقل کرکے پیش کردے تو کیا مولویصاحب اُن لوگوں کو اندھے فرض کئے ہوئے ہیں۔ جن کے سامنے وہ پیش کریگا کیا وہ ستیارتھ پرکاش دیکھنے والے ہونگے۔ بس آریہ سماجیوں کو یا عقلمندوں کو تو کوئی

اس طرح پر کبھی بھی ٹھگ نہ سکے گا۔ البتہ جاہلوں یا احمقوں کو ٹھگ سکتا ہے۔ اور یہی بات آپ خود شاید فرماتے ہیں کہ وہ احمقوں کو کتاب لکھ کر زیر فرمان کرے گا اس بارہ میں میں بھی آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ احمقوں کو تو معمولی آدمی بھی ٹھگ لیا کرتے ہیں۔ لیکن آریہ سماجیوں کو یا عقل سے کام لینے والوں کو کوئی نہیں ٹھگ سکتا۔ اور نہ کوئی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ایسا ٹھگ "کتاب لکھے کہ تناسخ درست ہے۔ اور اس پر زور سے دلایل لکھے"۔ میں ثابت کر چکا ہوں کہ دلایل کے زور سے لکھنا عقلمندوں کا کام ہے۔ اور ایسی عقل ٹھگوں یا شریروں کو آج تک نہ کبھی ملی اور نہ آیندہ ملے گی۔ البتہ فلاطون کا ہی کام ہے کہ وہ تناسخ کو پُرزور دلایل سے ثابت کر کے دکھائے اور سقراط کا ہی کام ہے کہ اپنے اس بیان کو عملی طور پر زہر کا پیالہ پی کر دنیا کے سامنے ثابت شدہ قرار دیجائے یہ یاد رہے کہ افلاطون سے عاقل مداریوں اور شعبدہ بازوں کی طرح الہام کا دعوے نہیں کیا کرتے۔ بلکہ جب اُن سے لوگ پوچھتے ہیں۔ تو اپنے کو ناچیز کہا کرتے ہیں بجائے الہام کا دعوے خود کرنے کے یہ لوگ ویدیعنے علم کے الہامی ہونے کو ثابت کیا کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنا ہی فخر سمجھتے ہیں۔ افلاطون کے مضامین میں ذکر ہے کہ وہ مانتا تھا کہ آیڈیا ز (علم) الہام ازلی ہے۔ اور خدا کی طرف سے انسان کو ملتا ہے کیا معنے کہ وید (علم) الہامی ہیں۔ اور ساتھ ہی ازلی ہیں +

جاہلوں کے گرو بننے کے لئے عالم ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ معمولی مداری اور شعبدے باز کافی ہیں۔ دُنیا میں کیا جاہلوں کے درمیان اپنا مذہب ایسے زر پرستوں نے چلایا۔ اور اسی طرح جاہلوں کے درمیان لوگ بغیر علم و عقل کی باتیں کرنے کے مذہب نہیں چلا سکے۔ لیکن عالموں یا عاقلوں کو ایسے مداری دھوکہ نہیں دے سکے اور نہ کبھی آیندہ دے سکیں گے۔

یونان کے فلاسفروں کے ہاں زمانہ قدیم میں قاعدہ تھا کہ وہ اپنا نام اور حسب و نسب عموماً لوگوں کو نہیں تبلایا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے اعلےٰ خیالات کو سنکر اُن کی تعریف کیا کرتا تو اُس کو وہ کہا کرتے تھے کہ تم مردم

پرستی سے بچو۔ اور اگر ہمارے بیان میں صداقت پاؤ تو قبول کرو۔ اور وہ بھی اس لئے کہ تمہیں زندگی میں آرام ملے۔ یہی رواج زمانہ قدیم میں ہندوستان میں منیلیسوں کے درمیان جاری تھا۔ فرانس کا ایک مشہور مصنف اور فلاسفر زمانہ حال میں ہوا ہے جس کا نام پرودھن ہے وہ اپنی ایک کتاب بنام "وٹ از پروپرٹی" میں لکھتا ہے کہ تم میری زندگی کے حالات جاننا چاہتے ہو میں اس سے بڑھکر تبلانے فضول سمجھتا ہوں کہ میرا نام تمہاری طرح متلاشی راستی ہے۔

آپ کے پیش کردہ گھڑنت میں ایک نقص تو واضح کرچکا ہوں کہ وہ پُر زور دلائل سے لکھ نہیں سکتا۔ آگے آپ لکھتے ہیں کہ وہ یہ بھی لکھے گا کہ "وید الہامی کتاب ہے اور یہ بھی میں نے جو کچھ لکھا ہے الہام سے لکھا ہے"

واضح رہے کہ جب وہ بقول آپ کے پُرزور دلائل سے لکھے گا کہ وید الہامی کتاب اس لئے ہے کہ یہ آغاز آفرینش کے وقت نازل ہوئی۔ تو اُس کو اسکے خلاف یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئیگی۔ کہ میں جو اس وقت لکھ رہا ہوں جب کہ الہام کی ضرورت نہیں۔ تو مجھے لوگ کیسے ملہم مانیں گے۔ افسوس مولوی صاحب نے کہانی بھی گھڑی مگر سراسر ناقص۔ آپ ساتھ ہی تو مانتے ہیں کہ وہ پُرزور دلائل سے لکھے گا۔ تو کیا پھر یہ نہ لکھے گا۔ کہ الہام شروع سرشٹی میں ہوتا ہے جیسا کہ سورج اور چاند آدی سرشٹی میں رچے جاتے ہیں۔ نہ کہ بار بار۔ ابتدائے دنیا دنیا میں انسان اور حیوان بغیر ماں باپ کے ایشور پیدا کرتا ہے۔ نہ کہ بار بار آپکے کرنیکو بیٹھا رام کو اتنی بوجھ بھی نہوگی کہ میں منطقی دلایل سے کبھی یہ لکھ سکتا ہوں کہ مجھے اب اُنیسویں یا بارھویں صدی میں الہام ہوا ہے۔ واہ مولوی صاحب واہ آپنے بات بھی بنائی لیکن کچھ بھی نہ بنی۔ رے نولڈ صاحب کو آپ چیلنج ضرور بھیجئے۔ تاکہ آیندہ اعلےٰ ناول لکھنے کا کام آپ کے ہی حوالہ کیا جائے۔ معمولی ناول نویس بھی ایسی گھڑنت نہیں گھڑتے جو کہ اخیر تک نہ نبھے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح آپ نے یہ گھڑنت گھڑی اور پوری نہ اُتری۔ اسی طرح آپ کا

مسٹر سیتا رام جو سوانگ بھرے گا نو ضرور اُس کا نقص پکڑا جائے گا۔ غافلوں کے درمیان جھوٹ کبھی فتح نہیں پاتا۔ آپ نے تو اس گھڑنت گھڑنے ہیں وہ بات کی جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ایک آدمی نے ایک نوکر چوکی دار مقرر کیا۔ اور کہا کہ تمہارا کام شہر کے اس دروازے کی حفاظت کرنا۔ اور چوروں کو پکڑنا ہے۔ جب دس دن گزر گئے۔ اور کوئی بھی چور نہ پکڑ سکا۔ تو گیارہویں دن جو ایک شخص کو علی الصباح دروازے میں سے گزرا اُس نے پکڑ لیا اور اپنے حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے کہا کہ یہ شخص تو مشہور آدمی ہے۔ اور شریف بھی ہے۔ یہ تو چوری کرنے والا معلوم نہیں دیتا۔ قیدی نے بھی عرض کی کہ یہ مجھے خواہ مخواہ پکڑ کر لے آیا ہے۔ اور میں نے بالکل چوری نہیں کی۔ چوکیدار نے کہا کہ میں نے اپنا کام کیا ہے آپ نے مجھے چور پکڑنے کے لئے نوکر رکھا تھا۔ پھر اگر لوگ چوری نہ کریں تو میں اپنا فرض ادا نہ کروں۔ سو مولوی صاحب نے مان لیا کہ فرض کرتے جاؤ۔ ناممکن یا ممکن کا کیا خیال ہے! اعتراض کرنے سے غرض ہے۔ خواہ وہ بنے یا نہ بنے۔

مولوی صاحب ذرا سوچئے تو سہی کہ آپ کیسی ناممکنات کو فرض کر رہے ہیں اگر آپ کو ناول لکھنا پڑے۔ تو آپ شائد شرابی کی قلم سے تناسخ کی تردید کرانی شروع کرادیں۔ اور شرابی کی عورت حکیم افلاطون کے اس مسئلہ کا کھنڈن کرنے لگے کہ مادہ ازلی ہے۔ اور شراب فروش روح کے ازلی ہونے کے خلاف پُرزور دلایل سے کتاب لکھے۔ اور عورت کی بجائے خاوند بچہ جننے وغیرہ میں آپ کو دوستانہ صلاح دیتا ہوں کہ دو چار اعلیٰ ناولیں کم از کم آپ ضرور مطالعہ کریں۔ تاکہ آپ کو سیتا رام کے لیکچر سے جو کام کرانا ہے۔ اور جو وہ زر پرست کرسکتا ہے کرانے میں مدد ملے آئندہ اختیار بدست مختار ÷

(نوٹ) مولوی صاحب آپ اطمینان رکھیں میں سلسلہ وار جواب دیتا ہوا وید اور قرآن کی تعلیم کا باہمی مقابلہ ضرور کروں گا۔ (آتما رام)

آگے چلکر مولوی صاحب سوال کرتے ہیں کہ آپ نے فروع کا سوال کیوں پیش کیا۔ وہ میں نے تمثیلاً بیان کیا تھا۔ اور میں نہایت ادب سے کہوں گا کہ خواہ ہلہم دیر ہنا یا محمد اُس کی تمام زندگی تعلیم پانے یا دوسرے

الفاظ میں ملہم ہونے سے پیشتر کی کبھی نیک نہیں ہو سکتی۔ میرا مطلب محمد صاحب کا نام لینے سے آپ کے دل دکھانے کا نہیں تھا اور اس لئے میں نے اس کو زیادہ تر واضح کرنے کے لئے اپ مہرشی برہما کا نام بھی لکھ دیا ہے تاکہ آپ کو شک کی بھی گنجایش نہ رہے۔ اگنی۔ وایو۔ آدیتیہ۔ انگرہ اگران پرم یوگیوں اور رشیوں پر الہام ٹھیک اُس وقت جبکہ یہ پیدا ہوئے تھے نازل نہ ہوتا تو اُن کو بھی نیک و بد، دروغ و سچ جھوٹھ کے پہچان کی تمیز نہ ہوتی اور اگر چند سال یہ بغیر الہام کے زندگی بسر کرتے تو ضرور اُنکی زندگی کا یہ حصہ گمراہی تاریکی اور کمزوری کا ہوتا۔ پس آپ اس کو سوال ست سمجھیئے۔ یہ ایک تمثیل کے طور پر ذکر کیا گیا تھا۔ اور عین مناسب تھا۔ اس تمثیلی بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مُلہم کو عین عالم شباب میں آدی سرشٹی کے موقعہ پر بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی عمر کا ایک لمحہ بھی گمراہی میں نہ رہ سکے۔

پھر جناب ارشاد فرماتے ہیں "آپ یہ اصول مان لیں کہ الہامی کے حالات کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تو بعد اس کے ہم دونو الہامیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کریں گے"۔

یہ تو آپ کی درخواست ہے۔ لیکن محض درخواست کرنے کے بجائے آپ زبردست دلایل پیش کیوں نہیں کرتے ہیں کیسے بلا وجہ مان لوں۔ میں نے بارہا عرض کی ہے۔ لیکن آپ غور نہیں کرتے میں ثابت کر چکا ہوں کہ الہامی کے حالات بغیر الہام کے پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ بلاشبہ گمراہی کمزوری اور تاریکی کے حالات ہیں۔ اس بات کو کتنی دفعہ دوہراتا جاؤں۔ آپ بقول شخصے مرغی کی ایک ٹانگ ہی ہانکے جا رہے ہیں +

پھر آپ نے لکھا ہے "آپ کو یہ سوال کیوں پیدا ہوا وغیرہ"۔ یعنی مولوی صاحب وہ وجہ نہیں بتلانی چاہتے کہ کیوں خاص بندے کو خدا نے الہام سے پیشتر مقرب بنا لیا۔ دلیل کی جگہ مولوی صاحب نے یہ شعر لکھا ہے۔ تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے وغیرہ۔ واقعی یہ دلیل اور یہ منطق نہایت اعلے

ہے!! میرا تو سیدھا سوال یہ ہے کہ جناب حضرت محمدؐ صاحب مع دیگر انسانوں کے تاریکی میں تھے پھر خدا نے حضرت صاحب کو الہام کے لئے کیوں چُنا۔ اگر کچھ خصوصیت تھی تو اُس کی وجہ بتلائیے! آواگون تو آپ مانتے نہیں۔ گزشتہ جنم کے اعمال ہی آپ لکھ سکتے تھے۔ لیکن آواگون کے نہ ماننے سے آپ گذشتہ جنم کا تو نام نہ لیں گے۔ پھر حضرت صاحب میں خصوصیّت کس نے پیدا کر دی اور وہ کیوں مقرب بنے۔ یہ فرمائیے گا؟ میں آگے بھی عرض کر چکا ہوں۔ اور اب پھر کرتا ہوں کہ مقرب تو وہ بن سکتا ہے جو کہ ایشور کے احکام کی پیروی کرے۔ لیکن جب تک احکام ہی نازل نہیں ہوئے تب پیروی کس کی کرے اور مقرب کون بنے؟

دیوان ذوق کے چُٹکلے لکھنے سے مولوی صاحب! یہ گورکھ دھندہ آپ کبھی سلجھا نہیں سکتے۔ یا تو آواگون کو مانیئے یا خدا کو غیر منصف ماننا پڑے گا۔

**فقرہ چہارم** میں نے عرض کی تھی کہ وید میں جملہ علوم و فنون کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ایک منتر بھی لکھا تھا۔ کہ اس میں پتھر۔ مٹی۔ پہاڑ۔ ریت۔ لوہا وغیرہ اشیاء کو کام میں لانے کی ہدایت ہے۔ اس پر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے "آپ کا دعوٰے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اُلٹا آپ کے اصل دعوٰے یعنے وید ابتداء عالم سے ہے کو مضر ہے جس کا مفصّل بیان آگے کروں گا"۔

گو آپ نے مفصل بیان یہاں نہیں کیا۔ لیکن اشارہ تو دیا ہے اس لئے میں کچھ عرض کرنا اس جگہ ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وید ابتداء عالم سے ہے اس دعوٰے کو یہ بات کیونکر رد کرتی ہے۔ وید اُن رشیوں اور انسانوں کی برابر رہبری کرتا تھا جو کہ ابتداء عالم میں ہوئے۔ اور آئندہ بھی جو ہونگے اُن کی بھی ویسی ہی رہبری کرے گا۔ اس میں مکمل طور پر جملہ علوم کے اصول ہیں۔ گو وید ابتداء عالم کے موقعہ پر نازل ہوئے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ صرف

اُن ابتدائی رشیوں کے لئے ہی تھے! وراب نئے وید درکار ہیں نہیں بلکہ وید کی خوبی یہ ہے کہ یہ ہر زمانہ میں سب کو ہدایت دے سکے اگر وید میں لوہے یا سونے کے استعمال کا ذکر ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ کل انسان لوہار یا سُنار ہی بنجائیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جو پیشہ بننا چاہیں وہ ان پیشوں میں سے جس کو پسند کریں اختیار کر سکتے ہیں جبکہ انسانی فطرت یکساں چلی آتی ہے اور انسانی ضروریات ہر زمانہ میں ایک ہی قسم کی ہیں تو پھر مولوی صاحب کا یہ خیال کرنا کہ وید کی تعلیم بھی زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدل جائے غلط ہے۔ وہ سچائی کے معنے ہی نہیں سمجھتے۔ سچے اصول واضح ہے کہ تینوں زمانوں میں یکساں بے بدل رہتے ہیں دو اور دو چار تھے اب ہیں اور کروڑ برس کو ہوں گے اس لئے ابتدا عالم کے لوگوں میں سے کئی عالم رشی کئی براہمن کئی ویش وغیرہ تھے جو ویش تھے اُن کو صنعت وحرفت کی ویسی ہی ضرورت تھی جیسی کہ اب ہے۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ اس سے وید کے دعوے کو ضرر پہونچتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "اگر اتنا ہی کہنے سے وید سائنس کا بیان کر چکا تو لیجئے قرآن کا بیان"

"ہم نے لوہا پیدا کیا ہے اس میں جنگ کے اسباب اور لوگوں کے لئے کئی قسم کے فوائد ہیں"

بہت خوب۔ لیکن پھر مولوی صاحب انصاف کو کام میں لائیے۔ وید کے مقابلہ پر جزوی تعلیم ہی ہے۔ جو کہ آپ نے قرآن کے رو سے پیش کی ہے۔

پتھر[۱] مٹی[۲] پہاڑی[۳] پہاڑ[۴] ریت[۵] نباتات[۶] سونا[۷] لوہا[۸] تانبا[۹] کانسا[۱۰] سیسہ[۱۱] اور رانگا[۱۲] ان بارہ اشیاء کے مقابلہ پر آپ نے صرف لوہے کا ہی ذکر کیا ہے۔ اور باقی اشیاء کا ذکر قرآن نے کیوں نہیں کیا۔ میں بہت خوش ہوتا۔ اگر آپ ایک ایک چیز کے مقابلہ پر ایک ایک آیت پیش کرتے تاکہ ناظرین کو پتہ لگ جاتا کہ قرآن کے مؤلف کو یہاں تک سائنس (علم)

ہیں دخل ہے۔ کہ پہاڑوں کو میخیں مانے بیٹھا ہے کہ زمین کہیں ہل نہ جائے۔ پھر مولیصاحب فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے اپریل کے رسالہ میں وہ منتر کیوں پیش کیا ہے جس میں درج ہے کہ ہر ایک گاڑی میں تین پہیئے والی نشست لگی ہوئی چاہئے۔ وغیرہ۔

مولوی صاحب کو لوہے کے استعمال کو دکھانے کی غرض سے یہ منتر پیش کیا تھا لیکن آپ کو اس میں کچھ بھی سائنس (علم) کی بات نہیں سوجھی مہربانی کر کے قرآن میں سے کوئی آیت تو لائیے جس میں انسان کے لئے اس قسم کی تیز رفتار گاڑیوں کے بنانے کی ہدایت ہو یا لوہے کے اس قسم کے پہیئے بنانے کا ذکر تک تو کجا اشارہ بھی ہو۔ جنگ کے اسباب قرآن کے مؤلف کو لوہے میں نظر آ گئے۔ لیکن تیز رفتار گاڑیوں کے پہیئے نہ سوجھے ہاں یہ لکھدیا کہ "لوگوں کے لئے کئی قسم کے فوائد ہیں" خواہ لکھنے والے کو بھی معلوم نہ ہوں اگر ہوتے تو کیوں چھپاتا مولوی صاحب لکھتے ہیں "کہ اگر میں لکچر میں کہدوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز کو مناسب طور پر برتنا چاہئیے تو کیا میں ہی فلاسفر بن جاؤں" واقعی مولوی صاحب سچ کہتے ہیں ایسا کہنے سے مولوی صاحب ہرگز فلاسفر نہیں بن سکتے۔ کیونکہ "ہر ایک چیز" یہ مہمل الفاظ ہیں۔ جب تک کہ اشیاء کے نام بھی مولوی صاحب کو معلوم نہیں تو فلاسفر کہاں ہو سکتے ہیں۔ اب مولوی صاحب کا ہی منطق اور مولوی صاحب کی ہی پیش کردہ تمثیل اُن کے قرآنی سائنس پر لگاتا ہوں۔ یعنے یہ کہ لوہے میں کئی قسم کے فواید ہیں۔ تو کیا اتنا کہنے سے جبکہ قرآن اُن فواید کو بیان نہیں کر سکتا کبھی سائنس کی اعلےٰ کتاب کہلانے کا مستحق ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جس طرح مولوی صاحب "ہر ایک چیز" کے الفاظ استعمال کرنے سے فلاسفر نہیں بن سکتے۔ اس طرح پر قرآن "کئی قسم کے فواید" کہنے سے اعلےٰ نہیں بن سکتا۔

ماہ مارچ ۱۸۹۹ء کے رسالہ کے صفحہ ۲۲ پر میں نے عرض کی تھی کہ آسے

ہی کئی اور منتر ہیں"۔ لیکن آپ نے ان الفاظ کو پڑھا نہیں یا تجاہل عارفانہ کیا ہے۔ کیا قرآن شریف کی بھی ایسی ہی اور کئی اور آیات ہیں جن میں سائنس کی باتیں یا اشیاء کو کام میں لانے کے اصول درج ہوں۔ اگر نہیں تو صاف کہتے کہ قرآن میں اس قسم کی باتیں نہیں۔ لیکن ایسا کرنے کے بجائے عیسائی تثلیث کا چٹکلہ پیش کر دیا۔ علمی باتوں کا جواب علمی باتوں سے ہوا کرتا ہے۔ لطیفے اور چٹکلے علمی باتوں کی جگہ کام نہیں کر سکتے۔ لوہے کے استعمال کے متعلق آپ مجھ سے سوال کر سکتے تھے کہ قرآن میں جو لکھا ہے کہ لوہے میں جنگ کے اسباب ہیں تو وید میں اس قسم کی یا اس سے بڑھ کر ہدایت ہے تو بتلاؤ۔ کہ اگر میں نہ بتلاتا تو آپ کہتے۔ خیر میں پبلک کی آگاہی کے لئے قرآن سے کئی درجہ بڑھ کر لوہے کے استعمال کا ذکر قسطل یا ہیوں اور گاڑیوں کے بتلا چکا ہوں۔ اب اوزاروں کے متعلق سنئے گا۔

قرآن میں تو صرف ذکر ہے کہ لوہے میں جنگ کے اسباب ہیں۔

لیکن وید کہتا ہے

स्थिरा वः सन्त्वा युधा

परा णुदे वीळु उत

प्रति ष्कभे . . . . . .

(ऋ० अ० १ । अ० ३ । व० १८ मं २ ॥)

ترجمہ: اے انسانو تمہارے شستر (توپ) گھنی (بندوق) دھنش (تیر) کردار (تلوار) دشمنوں کے نارن کرنے کے لئے جنگ کے موقعہ پر کام لاؤ اور فتح پاؤ۔" رگوید بھاشیہ میں اس قسم کے کئی منتر درج ہیں۔ مفصل وہاں دیکھ سکتے ہیں۔

**فقرہ پنجم:** مولوی صاحب یہ پوچھتے ہیں کہ یہ فقرہ میری کس تحریر کا جواب ہے۔ خوب شد! ساری رات زلیخا پڑھتے رہے۔ صبح اٹھ کر پوچھنے لگے کہ زلیخا مرد تھی یا عورت۔ آپ نے اپریل ۱۹۴۴ء کا رسالہ دیکھ لیا ہوتا تو خوب ہوتا۔ لیجئے پھر عرض کر دیتا ہوں۔ آپ نے ذکر کیا تھا کہ

(الف) ہمارا مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں یا؟

(ب) یہ خدا کو سنسکرت میں ہی بولنے والا اور دیگر زبانوں سے نا واقف بتلایا ہے کیا آپ کے پاس دعوے کا کوئی ثبوت بھی ہے" ان باتوں کے جواب میں فقرہ لکھا گیا تھا۔

میں آگے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر دوہراتا ہوں کہ ہم آریہ لوگ علم اور زبان اور ان کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں اور رسالہ نمبر ۱ میں عرض کی تھی کہ قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص ہے اس بات کو مفصل طور پر اپریل کے رسالہ میں میں نے ثابت کر دیا ہے لیکن آپ کا بھول جانا بھی عجیب لطافت ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنی یادداشت کی پرواہ کرتے یا اپریل ۹۹ء کا رسالہ دیکھ کر معلوم کر لیتے۔ آپ نے خوب کی۔ نمک مرچ کا چٹکا چھیڑ دیا۔ نمک مرچ کے لطیفہ کے بعد مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اگر پورا یقین نہیں تو کسی قدر مطلب میرے فقرہ پنجم کا تو یاد آ گیا ہے۔

میں نے اس فقرہ میں ثابت کیا تھا کہ وید سنسکرت دنیا بھر کی کل زبانوں کا مخرج ہے۔ سب سے پرانی اور ایشور کا عطیہ ہے۔ انسان کو کل مطالب کے حاصل کرنے میں سب سے اعلےٰ ذریعہ ہے آپ اب تازہ تحریر میں فرماتے ہیں کہ عربی کی فلاں چھوٹی سی کتاب دیکھ لیں تو عربی زبان کی وسعت آپ کو معلوم ہو۔

اچھا اگر مان لوں کہ عربی زبان وسیع ثابت ہو سکتی ہے۔ تو مولوی صاحب آپ یہ تو کبھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عربی زبان ملک عرب کی زبان نہیں۔ یا عربی زبان دنیا بھر کی کل زبانوں کا منبع یا مخرج ہے۔ آپ یہ تو کبھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عربی زبان ایشور کا عطیہ ہے۔ بلکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ عربی زبان ایشور کی عطیہ وید سنسکرت کا بگاڑ ہے۔ اور تصویر کھینچکر کئی مثالیں دیکر اسبات کو واضح کر چکا ہوں۔ آپ اس کتاب سے محض عربی کی وسعت تبلانا چاہتے ہیں سو مجھے اس مقابلہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ میرے

نزدیک کل زبانیں خدا کی صنعت ہیں اپنے اپنے مدعا میں کوئی بھی ناقص نہیں" کیا صرف کہہ دینے سے ہی کل زبانیں خدا کی صنعت ہو سکتی ہیں؟ ایک بھی دلیل تو اپنے اس انوکھے بیان کی تائید میں پیش کرتے۔ آپ کا یہ دعوے سراسر بے دلیل ہے۔

اُردو۔ ملتانی۔ گجراتی۔ پنجابی۔ جٹکی۔ پشتو۔ بنگالی۔ کشمیری۔ یہ سب زبانیں بقول آپ کے خدا کی صنعت ہیں میکس مُلر بیچارہ علم زبان کی تحقیق کرتا ہُوا مر گیا لیکن اُسکو یہ راز معلوم نہ ہُوا۔ جو مولوی صاحب نے ایک فقرہ کے اندر ہی حل کر دیا۔ اور وہ "اپنے اپنے مدعا میں کوئی بھی ناقص نہیں"، اگر مولوی صاحب کو پنجابی یا کشمیری میں ڈاکٹری میں کسی کتاب کا ترجمہ کرنا پڑ جائے تو معلوم ہو یہ زبانیں ناقص ہیں یا نہیں۔ جس طرح یہ زبانیں ناقص ہیں اسی طرح پر عربی۔ ویدک سنسکرت کے مقابلہ پر ناقص ہے۔

آپ مجھ سے کسی کتاب سنسکرت کا نام پوچھتے ہیں جس کے پڑھنے سے ویدک سنسکرت کی عظمت کا پتہ لگ سکے۔ مہرشی پانِنی کی اشٹا دھیائی کا مطالعہ کیجئے۔ تو آپ کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ ویدک سنسکرت ایک سمندر ہے! ور اُسکے مقابلہ پر دُنیا کی کل زبانیں مثل تالاب کے ہیں۔ راجپوتانہ کی ریاست اودے پور کے مشیر اعظم پنڈت شیام جی کرشن ورما بیرسٹر ایٹ لا نے اس اشٹا دھیائے کے زور پر انگلینڈ میں جا کر لاطینی یونانی میں اعلٰے درجہ کے امتحان پاس کئے! اور فرنگیوں کو عالم حیرت میں ڈالدیا ایک مشہور افسر نے پنڈت شیام جی کرشن ورما سے پوچھا کہ آپکی اسقدر زباندانی کی کیا وجہ ہے۔ تو اُنہوں نے جواب میں کہا۔ کہ میں مہرشی دیانند سرسوتی سے اشٹا دھیائی پڑھا ہُوا ہوں۔ اور اشٹا دھیائے کی مدد سے سنسکرت میں جو کہ دنیا میں کل زبانوں کی ماں ہے دخل رکھتا ہوں۔ سنسکرت کے جاننے کی وجہ سے دیگر زبانیں میں نے آسانی سے سیکھ لی ہیں"۔

میں نے پہلے عرض کی تھی کہ جس طرح کوئی شخص میری قلم لیکر کسی دوست کو خط لکھے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ قلم اُس کی ہو گئی۔ اسی طرح سے اگر خدا نے عرب والوں کی زبان کی مدد سے اپنے خیال کسی خاص آدمی تک پہونچائے۔ تو خدا عربی زبان کی

محتاج اور اس کے استعمال کرنے والا ٹھہرا۔ اور مختلف مثالیں دیگر اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچایا تھا کہ کل خدا ناقص زبان اپنے الہام کے لئے ہرگز استعمال نہیں کر سکتا میں امید کئے بیٹھا تھا کہ مولوی صاحب اس سچائی کو قبول کریں گے۔ یا کسی زبردست دلیل سے اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے قائل کریں گے۔ لیکن قائل نہ کر سکنے پر عجب سُر الاپنے لگے کہ وحی تو نہیں چاہتا کہ ایسے معقول سوالوں کا جواب دوں" سچ ہے ابھی انگور کچے ہیں۔ کون دانت کھٹے کرے؟

پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے اصول کے مطابق خدا تعالے کا پیغام فرشتہ حضرت جبرائیل پیغمبر خدا (محمد صاحب) کے پاس لاتا تھا۔ یہ قرآن بعینہٖ اسی کی عبارت ہے۔ یہ نہیں کہ پیغمبر خدا نے اس عبارت کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہو"

(اعتراض الف) بحث اور مناظرہ میں یہ پیش کرنا کہ فلاں بات ہمارے اصول کے مطابق ایسی ہے۔ فضول ہوتا ہے۔ جب تک کہ دلائل سے اس اصول کو ثابت نہ کیا جائے۔ جس کے مطابق کہ وہ بات مانی ہے۔ چونکہ آپ نے اپنے وہی اصول کے ثابت کرنے کے لئے ایک بھی دلیل نہیں دی اس لئے آپ کا دعوے سراسر بے دلیل ہونے کی وجہ سے خارج از بحث ہے۔

(اعتراض ب) اس کا کیا ثبوت کہ خدا تعالے کا پیغام کوئی خاص شخص جس کو آپ فرشتہ حضرت جبرائیل صاحب کہتے ہیں پیغمبر خدا کے پاس لاتا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ خط یا چٹھی لاتا ہو۔ کہاں سے ثابت ہوا اور کن منطقی دلائل سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ جبرائیل صاحب زبانی پیغام خدا کا لاتے تھے۔ ممکن ہے خدا نے خط دیا ہو وہ ان سے کہیں گم ہو گیا اور زبانی کم و بیش پیغام دے گئے ہوں اس کمی بیشی کا بندوبست خدا نے کچھ کیا تھا یا نہیں۔

(اعتراض ج) جبرائیل فرشتہ سے کیا مراد ہے۔ وہ عرب کے کسی پہاڑ پر رہتا تھا۔ یا حضرت محمد صاحب کے مکان میں ہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانی فرشتے

زمین پر نہیں رہتے۔ کیا جبرائیل بھی زمین پر نہیں رہتا تھا۔ اگر نہیں رہتا تھا تو ہوا میں کس طرح اپنے جسم کو گرنے سے روک سکتا تھا۔

(اعتراض د) کیا خدا تعالےٰ کسی خاص مکان پر گوشہ نشین ہے جس کے پاس سے جبرائیل صاحب پیغام لاتے تھے۔ اگر خدا محیط کل ہے تو آپ کا یہ لکھنا کہ کوئی خاص فرشتہ خدا سے پیغام لے کر محمدؐ صاحب تک پہنچاتا تھا۔ بے معنے ہے اگر پہلی بات سچی ہے تو خدا ہرگز محیط کل ثابت نہیں ہوتا۔ اگر خدا محیط کل ہے تو فرشتوں کا آنا جانا اور پیغام پہنچانا غلط ثابت ہوتا ہے اگر خدا محمدؐ صاحب کی روح میں موجود ہوتے تو بغیر کسی بیرونی انتظام کے اُن کی روح کو تحریک کر سکتے تھے۔

(اعتراض ک) اگر یہ قرآن بعینہ جبرائیل صاحب کی عبارت ہے تو یہ ثابت ہوتا سراسر ناممکن ہے کہ یہ خدا کے الفاظ ہی ہوں۔ جبرائیل نے ممکن ہے کہ خدا کے الفاظ کا ترجمہ کیا ہو۔

دیکھا گیا ہے کہ جب لاٹ صاحب کسی نواب سے ملتے ہیں تو انگریزی میں اپنا مطلب عمدہ طور پر واضح کر دیتے ہیں۔ پاس کھڑے ہوئے مصاحب اُسکا ترجمہ نواب صاحب یا راجہ صاحب کو سنا دیتے ہیں اس لئے اگر واقعی جبرائیل نے ترجمہ کیا ہو تو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خدا نے اس کے کان میں کس زبان میں گفتگو کی تھی۔

رسالہ مئی ۱۸۹۹ء میں جو اعتراض ہیں لئے گئے تھے وہ سب ابھی تک قایم ہیں۔ آپ نے اُن سے مخلصی پانے کے لئے جبرائیل صاحب کی بابت بیان فرمائی۔ لیکن مندرجہ بالا اعتراض آپ پر سود در سود کے حساب سے اور بڑھ گئے۔

مولوی صاحب دریافت کرتے ہیں کہ وید پر لے میں فنا نہیں ہو جائے گا گو اس بات کو پہلے کافی طور پر واضح کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ یہ دقیق مسئلہ ہے اس لئے سرسری نظر سے پڑھنے والے کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ اگر مولوی صاحب

اُسی بیان کو دوبارہ سہ بارہ غور سے مطالعہ فرما لیتے تو شائد اُنہیں شک باقی نہ رہتا۔ اب لیجیے سوال یا شک کا جواب۔

یہ تو میں کئی بار بتلا چکا ہوں کہ وید الفاظ اور علم (معانی) کے باہمی سمبندھ (تعلق) کا نام ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ اس بات کو بخوبی ذہن نشین کرا سکتا ہے۔

(۱) علم } ان کے باہمی تعلق کا نام وید ہے۔
(۲) الفاظ }

علم ایشور کا وصف ہے جب خدا پرلے کی حالت میں فنا نہیں ہوتا تو آپ مان گئے کہ علم بھی فنا نہیں ہوگا۔ اب رہے الفاظ سو واضح ہو کہ (شبد) آکاش کا گن (وصف) ہے آپ نے تیرھویں سملاس (منڈرجہ ستیارتھ پرکاش) اور ساتویں سملاس میں مفصل طور پر پڑھا ہوگا۔ کہ آکاش کی پیدائش اور اُس کا ناش نہیں ہوتا۔ اور بارھویں سملاس میں بھی مہرشی دیانند جی نے اس بات کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۱۶ (مطبوعہ بار سوئم) پر یہ درج ہے۔ "کہ دو آکاش۔ کال۔ جیو اور پرماتو یہ نئے یا پرانے کبھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ اناد ی اور کارن روپ سے ونیاشی ہیں"

ان چار پدارتھوں کے علاوہ ایشور بھی اوِناشی ہے اور یہی بات علم و عقل سے بھی ثابت ہے۔ فلاسفی اور اُس کی تاریخ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ Time (کال) اور Space (آکاش) کے متعلق کتنی موشگافیاں فلاسفروں نے کیں۔ اور آخر کار اُن کو اَوِناشی یعنے فنا نہ ہونے والی اشیاء قرار دیا۔ شبد (الفاظ) چونکہ آکاش کا گن (وصف) ہے۔ اور آکاش جیسا کہ میں نے واضح کیا ہے۔ فنا ہونے والی شئے نہیں۔ اس لئے شبد بھی فنا نہیں ہوتے اور یہی بات مہرشی دیانند جی نے وید بھاشیہ بھومکا میں مفصل طور پر پاتنجلی۔ گوتم۔ کناد۔ آدی رشی منیوں کے پرمانوں (حوالجات) اور دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچائی ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وید نتیہ ہیں یعنے

کبھی فنا نہیں ہوتے ؟ وید علم اور الفاظ کے باہمی تعلق کا نام ہے اور علم اور الفاظ ایشور اور آکاش کے وصف ہیں۔ ایشور اور آکاش پرلے کی حالت میں فنا نہیں ہوتے پس علم اور الفاظ یا یوں کہو کہ وید پرلے کی حالت میں بھی فنا نہیں ہوتا۔

مئی ۱۸۹۹ء کے رسالہ میں صفحہ ۲۲ پر بندہ یہ عرض کر چکا ہے۔ کہ "ہم الہام کو علم اور ذریعہ جس سے ظاہر علم کیا جاتا ہے یعنے زبان کے معنوں میں لیتے ہیں ہمارے نزدیک وید علم اور زبان کے باہمی تعلقات کا نام ہے"

لیکن بجائے اس کے مولوی صاحب کوئی دلیل دیتے یا کسی قرآنی آیت کے معنوں میں ہی کھینچ تان کرتے میرے ہی الفاظ کو کھینچ تان کر کے پبلک کے سامنے پیش کرتے ہیں میں نے مندرجہ بالا سطور میں جو کہ مئی ۹۹ء کے رسالہ میں سے میں نے اخذ کی ہیں کہاں یہ لکھا ہے کہ وید الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے۔ اگر میں نے "مرکب" یا "ترکیب" یہ الفاظ نہیں لکھے تو آپ کو کیا انصاف اجازت دیتا ہے کہ تعلق کی جگہ اپنے گھر سے مرکب لکھ لیں۔ اور پھر وید کو مرکب مان کر حادث ٹھہرائیں۔ اور حادث کہتے ہوئے فنا کے نتیجہ پر جا نا چاہیں۔ بیشک جو اشیا مرکب ہیں وہ پرلے کے وقت ضرور فنا ہوں گی۔ لیکن وید کی نسبت یہ بات صادق نہیں آ سکتی کیونکہ وید علم اور الفاظ کے تعلق کا نام ہے۔ اور علم جیسا کہ ابھی لکھ چکا ہوں صفت ایزدی ہے۔

ایشور اپنی اس ازلی صفت کو ظاہر کرنے کے لئے ازلی ذریعہ یعنے الفاظ جو کہ آکاش کا گن ہے استعمال کرتا ہے۔ اور انسان کی روح کو جو علم پہنچتا ہے۔ وہ الفاظ کے ذریعہ پہونچتا ہے۔ پس علم اور اس کا ذریعہ زبان دونوں فنا ہونے والے نہیں۔ علم ایشور کا گن ہونے کی وجہ سے اور ذریعہ یعنے شبد آکاش کا گن ہونے کی وجہ سے اور اسی وجہ سے علم اور زبان کے ساتھ تعلق کا لفظ میں نے استعمال کیا تھا جو سنسکرت لفظ سمبندھ کا ترجمہ تھا۔

لیکن آپ نے اس کو سمجھنے کی تو کوشش نہ کی اور اعتراض خواہ مخواہ کر دیا ہے

مولوی صاحب آگے چلکر ابتدائے دنیا میں ویدوں کا پرکاش ہوا۔ اور کوئی الہام کسی پر نہیں کیا۔ اور نہ کرے گا۔ آپ اس اصول کو ثابت کریں گا

میں تو پہلے ہی اس پر کافی لکھ چکا ہوں۔ آپ نے میری کسی دلیل کو رد نہیں کیا۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ برابر کہے جاتے ہیں کہ آپ اس اصول کو ثابت کریں۔ لیجئے بندہ پھر حاضر ہے۔

(دلیل الف) جب ایک دانا اور مہربان باپ اپنی اولاد کو پردیس بھیجتا ہے۔ تو راستے کے کھان پان کا جہاں انتظام کرتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی اس کو اپنی نصیحت یا ہدایت بھی دیتا ہے۔ کہ بیٹا وہاں اس قسم کے آدمی ہیں اُن سے ایسا سلوک کرنا وغیرہ۔ کیا عالم اور مہربان ایشور نے جیوؤں کے کھان پان کے لئے اس دنیا میں سب انتظام کیا ہے اور اُن کی مادی آنکھوں کی رہبری اور مدد کے لئے سورج بنایا۔ لیکن ان کل چیزوں کے استعمال کے متعلق کوئی ہدایت نہ دی۔ یعنے روحانی آنکھوں کے لئے کوئی سورج نہ بنایا۔ اگر ایشور اُس قسم کا نہیں ہے جو کہ پیاس لگنے پر ہی کنواں کھودے۔ بلکہ دانا آدمیوں سے بڑھ کر بھی سب ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پہلے ہی سے انتظام کرتا ہے تو لازمی ہے کہ وہ روح کو اس دنیا میں قالب دینے کے ساتھ ہی دنیا روپی کارخانہ کے متعلق مکمل ہدایت دے۔

آپ ایک گھڑی خریدو اُس کے ساتھ یا گھڑی پر ہی ہدایت درج ہوتی ہے کہ چابی فلاں طرف کردو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سینکڑوں آدمی اُلٹی یا دوسری طرف کو چابی دینے سے گھڑی کے استعمال سے محروم رہ جاتے۔

اگر ہم کسی کارخانہ میں جائیں اور رہبری کے لئے گائیڈ (رہبر) وہاں نہ ہو اور ہم اپنے آپ مشین اور اُس کے کل پرزوں کی خاصیت اور

جس مدعا کے لئے وہ مشین ہے جاننا چاہیں تو ہم ہرگز جان نہیں سکتے۔ بلکہ ضروری ہے کہ کبھی بیلن یا بھٹی کو خفیف سمجھ کر ہاتھ سے چھوئیں اور چھوتے ہی اور سے لیو رہمارے سر پر گرے اور وہاں ہی ہمیں پیس ڈالے۔ کارخانہ سیر گاہ ہونے کی بجائے ہمارے لئے وبال ہی ہو جائے گا جس حالت میں کارخانہ کے حالات سے اطلاع دینے والا کوئی رہبر ہمارے ساتھ نہ ہو۔ کیا قدرت کا کارخانہ معمولی کپڑے کی مشین کے کارخانوں سے بڑھکر عجیب اور پیچیدہ نہیں ہے۔ کیا اس کے پرزوں سے کام لینے اور اسکی ماہیت جاننے کے لئے انسان کو اُس وقت جبکہ یہ آدی سرشٹی میں پیدا ہوا۔ کسی ہدایت یا علم کی ضرورت نہ تھی۔ اگر نہ تھی تو اب بھی تمام سکول کالج مدرسے مکتب بند کر دینے چاہئیں۔ اور مولوی ملاں واعظ پنڈت اپدیشک ماسٹر ٹیچر استاد پروفیسر وغیرہ وغیرہ ہدایت دینے والوں کے منہ سی دینے چاہیں۔ انسان خود بخود ہی بغیر سکھلائے کے عالم اور باخبر ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو سکھانیوالے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ یا کوئی کیونکر کہہ سکتا ہے کہ ابتدائے دنیا میں وید (علم) کا پرکاش نہیں ہوا۔

عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو پروردگار اُس کی ماں کے تھنوں میں دودھ کا انتظام بھی ساتھ ہی کر تا ہے۔ اور جب بچہ باہر نکل آتا ہے تو دودھ تیار ہوتا ہے۔ کیا وہ ایشور جو مادی خوراک اس عمدگی سے پہنچانے کا انتظام کرتا ہے اس نے وید یا علم انسان کو ابتدائے عالم کے موقعہ پر نہ دیا ہوگا۔ جو اُس وقت انسانی ضرورت تھی وہ علم تھی۔ اور وید جیسا کہ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں بجز علم ایزدی اور کچھ نہیں۔

(دلیل ب) علم حاصل کرنے کا ذریعہ زبان ہے۔ زبان اور علم انسان خود بخود ایجاد نہیں کر سکتا مصر کے بادشاہ سامی ٹی کس نے اس بات کے دریافت کرنے کے لئے کہ انسان کہاں تک زبان بنانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ دو شیر خوار بچوں کو ایک گڈریئے کے سپرد کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ ان کو صرف بکری کا دودھ پینے کو دیا جاوے اور ان کے سامنے کوئی لفظ کسی قسم کا زبان سے نہ نکالا جائے۔ گڈریئے نے اس فرمائش پر عمل کیا۔ اور جب بچے بڑے ہو گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی بھی زبان نہیں جانتے۔

سوا بین۔ فریڈرک دوئم جیمس چہارم اور اکبر سے بادشاہوں نے بھی انسان کی زبان دریافت کرنے کے لئے یہی تجربے کئے اور اُسی ناکامیابی کا مُنہ دیکھا۔ ان تجربوں نے فلاسفروں کو سکھلا دیا کہ زبان انسان کے لئے بنی بنائی طیار رہوتی ہے بچوں کا کام زبان بنانا نہیں۔ بلکہ بنی بنائی یا خدا کی عطیہ زبان کا استعمال سیکھنا ہے (مفصل دیکھو سائنیس آف لنگویج مصنفہ الف۔ میکس مولر صفحہ ۴۸۱)

اسی کتاب میں میکس مولر لکھتا ہے کہ "میرا خاص کام اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ زبان انسانی ایجاد نہیں۔ ہم افلاطون سے اتفاق کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ قدرت سے یتے بنائے ملتے ہیں اور افلاطون کے لفظوں میں ہمیں یہ یاد تی کر دینی چاہیئے کہ قدرت کے معنے خدا کی طرف کے ہیں"

آگے چلکر میکس مولر کہتا ہے کہ "انسان کو اپنی ابتدائی اور مکمل حالت میں وحشی جانور کی طرح محض خواہشات اور محسوسات کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ اس کو اپنے دل کے خیالات بذریعہ زبان ظاہر کرنے کی طاقت دی گئی تھی۔ زبان کا علم ہمیں اس بات کو ثابت کر کے دکھاتا ہے کہ تمام دُنیا بھر میں ایک ہی زبان بولی جاتی تھی" اس کتاب کے اندر بحث کرتے ہوئے آخر کار میکس ملر اس سوال کے جواب میں کہ ابتدائے دُنیا میں انسان کی ایک ہی زبان تھی یا نہیں جواب دیتا ہے۔ کہ

"بلاشبہ ایک تھی"

پھر اُسی کتاب کے اندر مختلف موجودہ زبانوں کے متعلق خیالات ظاہر کرتا ہُوا کھلے لفظوں میں لاطینی اور یونانی زبانوں سے زیادہ وسیع اور کامل سنسکرت زبان کو تبلاتا ہے اور اپنی دیگر تصنیفات میں ویدک سنسکرت کو دنیا کی زبانوں میں سے سب سے پہلے کی قرار دیتا ہے۔ صرف یہ بیان کافی ہے کہ اس وقت دنیا وید سنسکرت سے پہلے کی کوئی زبان پائی نہیں جاتی۔ لیجئے حوالہ پیش کرتا ہوں۔

کتاب بنام "فزیکل ریلیجن" کے صفحہ ۱۹ پر میکس مولر لکھتا ہے۔ کہ:۔

وہ کون انکار کر سکتا ہے کہ وید آرین زبان اور آرین علم کی سب سے پُرانی یادگار

نہیں ہے"۔ عیسائی میکس مولر کو اگر پتہ ہوتا کہ مولوی صاحب اس بات سے انکاری ہیں تو شاید اس زور سے یہ الفاظ نہ لکھتا کہ "کون انکار کر سکتا ہے"۔ لیکن میوکس مولر بھی آخر کار سچا ہے۔ اُس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون با دلیل انکار کر سکتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب تو بے دلیل انکار کرتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب اُس کے آگے انکار کرنے والوں میں شمار نہیں ہو سکتے۔

اب میوکس مولر کے مندرجہ بالا ان الفاظ پر غور کریئے کہ بلا شبہ دنیا بھر میں ایک ہی زبان بولی جاتی تھی۔ اور ساتھ ہی ان الفاظ کو ملایئے کہ وید آرین زبان کی سب سے پرانی یادگار ہے۔ جو چیز دنیا بھر میں سب سے پرانی ہے وہی ابتدائے عالم کے وقت کی ہو سکتی ہے۔ کیا اس بات کو سمجھنے کے لئے کسی دلیل خاص کی ضرورت ہے۔

ویدوں کو مغربی علماء سب سے پرانے گرنتھ مان چکے ہیں۔ اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ سب سے پرانے یا یوں کہو کہ ابتدائی ودیا پستک ہے۔

(دلیل ج) اب سوچنا یہ ہے کہ الہام ہر وقت بار بار ہوتا ہے یا صرف ایک بار آدی سرشٹی کے موقعہ پر۔ میں مانتا ہوں کہ الہام کلپ کے آغاز میں جبکہ ابتدائے سرشٹی ہوتی ہے ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا جس طرح صبح کے وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے اور دن بھر رہتا ہے۔ اسی طرح سرشٹی کی پیدائش کے موقعہ پر جبکہ سرشٹی کی صبح ہو رہی تھی۔ اُس وقت علم (وید) کا آفتاب نمودار ہوا۔ جو کہ پرلے کی شام ہونے تک برابر روشنی دیتا رہے گا۔ اگر اندھے آدمی کہیں کہ سورج نہیں اور اپنی لاٹھی کو سورج کہنے لگ جائیں تو ان کا یہ بیان درست نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر اگر بعض آدمی وید (علم) سے بے بہرہ ہوں۔ اور روحانی حس علم محسوس کرنے کی نہ رکھتے ہوں۔ اور نہ کسی مصنوعی لاٹھی سے ٹٹول کر چلیں تو ان کے ایسے عمل سے یہ کوئی نہیں مان سکتا کہ علم عالم سے غائب ہو گیا۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریکہ۔ ایشیا۔ جاپان۔ چین وغیرہ وغیرہ کل ممالک میں اب تک بھی برابر وید (علم) موجود ہے۔ کسی ملک میں وید کے دسشنوں کی تشریح پائی جاتی ہے۔ اور کسی میں نہیں کی۔ اگر لوگ کرسی یا میز استعمال کرتے

ہیں تو اس کے صاف معنے یہ ہیں کہ وہ لکڑی کا استعمال کر رہے ہیں +

(بقیہ فقرہ پنجم) مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اگر آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ الہام ابتدا دُنیا میں ہی ہوتا ہے تو وہ بیشک تمام دُنیا کی الہامی کتابیں، بجز وید کے غلط ہو جائینگی،،

فروری سنہ ۱۹۱۱ء کے رسالہ میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جس طرح ایشور نے آجتک دوبارہ سہ بارہ یا بار بار سورج کو نہیں بنایا۔ چاند جو کہ ابتدائے دنیا کے موقعہ پر بنایا گیا تھا وہی اب موجود ہے۔ اُسی طرح پر وید جو ابتدائے دنیا کے وقت دیا گیا تھا برابر قایم ہے۔ اور جبکہ کبھی تباہ نہیں ہوا تو پھر کیوں ضرورت خدا کو درمیان میں نئے الہام کی پڑی۔ اگر خدا سورج کی حفاظت کر سکتا ہے تو کیا وہ وید (الہام) کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ مولوی صاحب کے بیان سے صاف عیاں ہے کہ خدا سورج کی تو حفاظت کر سکتا ہے۔ لیکن الہام کی نہیں کیونکہ مولوی صاحب کے یہ الفاظ ہیں کہ ،،جس زمانہ اور جس مُلک میں خدا کی حکمت متقاضی ہوتی ہے۔ وہاں کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو راہ راست پر لاوے۔ اور پہلے الہام میں جو لوگوں نے کجروی اور غلط خیال ملائے ہیں اُن کو صاف کرے۔ پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ الہام سابقہ کی کتاب سے الگ ہی ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے۔ گو وہ اصل مطلب میں پہلی الہامی کتاب سے موافق ہو وغیرہ،،

پھر مولوی صاحب کی تحریر مبارک یہ ہے۔ کہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن ایسا محفوظ نہ ہوتا۔ کہ اس کے الفاظ کو بھی یاد رکھنے والے کروڑوں آدمی مل سکتے ہیں،،

مولوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے +

(اول) جس وقت اور جس جگہ خدا چاہے وہاں کوئی اللہ کا بندہ الہام پاتا ہے۔

(دوم) وہ ملہم لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ اور پہلے الہام میں جو غلط خیال ملائے گئے تھے اون کو صاف کرتا ہے۔

(سوم) کبھی کبھی الہام سابقہ کتاب سے الگ ہی ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے۔

(چہارم) قرآن محفوظ ہے کیونکہ اس کے الفاظ کو یاد رکھنے والے کروڑوں آدمی مل سکتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے یہ عبارت لکھی ہے یا منطق کے رو سے مباحثہ کرنے کی غرض سے ان چند باتوں پر ہمارے کئی اعتراض ہیں۔

(اعتراض نمبر ۱) اگر خدا کی مرضی پر ہی یہ امر انحصار رکھتا ہے یعنے جس وقت اور جس جگہ خدا کسی کو الہام دینا چاہے دے سکتا ہے اور دیتا ہے تو پھر اگر کہیں بیٹھی یہ کہیں کہ ہمارے کبیر صاحب کو الہام ہُوا ہے کیونکہ خدا کی مرضی ایسی تھی تو مولوی صاحب کے پاس کیا دلیل اُن کی تردید کے لئے ہے۔

(اعتراض نمبر ۲) مولوی صاحب جی کی یہ کلام اپنے اُس کلام کی تردید کر رہی ہے جس میں کہ وہ لکھ چکے ہیں کہ کوئی خاص اللہ کا بندہ مقرب ہونے کی وجہ سے الہام پاتا ہے وہاں خاص بندہ اور مقرب بندہ الہام کے لئے مولوی صاحب تلاش کرتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے لفظ اعتراضوں سے لاجواب ہو کر مولوی صاحب نے اپنے اصول کو بدل دیا اور اب صاف طور پر لکھتے ہیں کہ "وہاں کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے"

میں اس تبدیلی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ لیکن ناظرین کو واضح کر کے دکھاتا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے ماہ دسمبر ۱۸۹۹ء کے رسالہ میں کیا لکھا تھا۔ اور اب اکتوبر ۱۹۰۰ء کے رسالہ میں کس طرح تبدیلی کی ہے۔

**مولوی صاحب کا پہلا بیان**

"کسی کتاب کے الہامی کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اُس کا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا کہ جسکو خدا نے الہام کر کے تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی"

(رسالہ ماہ دسمبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۴)

**مولوی صاحب کا تبدیل شدہ تازہ بیان**

"جس زمانہ اور جس ملک میں خدا کی حکمت متقاضی ہوتی ہے وہاں کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے"

(رسالہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۷)

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے کتنا وقت صرف اس بات کی بحث میں ضایع کیا تھا کہ ملہم کے حالات معلوم ہونے چاہیئے اور میں نے ماہ فروری ۹۹ سنہء کے رسالہ میں اُن کی اس انوکھی دُھن کی تردید کی۔ تو اب دیکھئے کہ ملہم کے حالات غیر ضروری ہونا اُنہوں نے بخود تسلیم کر لیا۔ کیونکہ ماہ اکتوبر ۱۹۰۰ سنہء رسالہ کی تازہ تحریر میں اُنہوں نے الہام کا ذکر کرتے ہوئے ملہم کے حالات کا نام تک نہیں لیا۔

ماہ فروری ۱۹۰۰ سنہء کے رسالہ کے صفحہ ۷ پر میں نے مقرب بندہ کے متعلق چند اعتراض کئے تھے۔ ایک فقرہ یہاں ناظرین کی یادداشت کو تازہ کرنے کے لئے دوہراتا ہوں۔ مینے عرض کی تھی کہ "بغیر الہام کے کوئی بندہ بھی گمراہی سے نجات نہیں پاسکتا۔ پس الہام کے بعد ہی کوئی شخص خدا کا مقرب ہو سکتا ہے نہ کہ گمراہی کی حالت میں۔ کیونکہ مقرب عابد یا خدا رسیدہ اُسی شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی کو جانتا اور اُس پر عمل کرنے سے مقرب ہو رہا ہے۔ تو پھر خدا کا الہام ہی فضول ہے"

ساتھ ہی مینے لکھ دیا تھا کہ

"وہ کیا وجہ ہے کہ خدا کسی خاص بندہ کو الہام دیتا ہے۔ جبکہ گمراہی میں سب یکساں ہیں! اگر خدا مجسم انصاف ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ ہر ایک کو الہام دے۔ بجائے اس کے کہ کسی خاص بندہ کو اُن میں سے الہام دینے کے لئے چُننے! اور جبکہ مسلمان لوگ پچھلا جنم نہیں مانتے تو اُس وقت کیا وجہ تھی کہ عرب یا ایشیا یا امریکہ یورپ وغیرہ یعنی کل دنیا کے لوگوں کو الہام نہ ہوا۔ محمد صاحب میں خصوصیت کس شئے نے پیدا کر دی اگر کہو کہ خدا کی مرضی ہے جس کو چاہے خاص بندہ قریبی بناتا ہے۔ تو پھر خدا ایک بے انصاف حاکم ٹھہرا۔ ہر ایک انسان کا دل چاہتا ہے کہ جو الہام فلاں شخص کو ہوا ہے مجھے کیوں نہ ہوا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے لیکن پھر بھی بلا وجہ خدا کسی خاص آدمی کو اپنے الہام کے لئے منتخب کرتا ہے۔ اگر کہو کہ اسی جنم میں ملہم لوگ نیک اعمال کر کے خدا کے مقرب ہو جاتے ہیں تو پھر وہی سوال کسر متوالی طرح آ جاتا ہے۔ کہ الہام کی ضرورت ہی نہیں۔ جبکہ بغیر الہام کے انسان مقرب ہو سکتا

ہے۔ لیکن یہ اعتراض آریہ لوگوں پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ آریہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قایل ہیں جو کہ تبلاتا ہے کہ وہ بندے جنکو خدا الہام کے لئے منتخب کرتا ہے۔ وہ اپنے پچھلے جنموں کے افعال حسنہ کی بدولت دیگر بندوں سے برتر ہوتے ہیں اس سے خدا کے عمل میں بھی فرق نہیں آتا اور لوگوں پر ظلم بھی نہیں ہوتا" (دیکھو رسالہ بابت ماہ فروری ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۸)

جب مقرب بندہ پر ہمنے مندرجہ بالا اعتراض کئے اور مولوی صاحب جواب دے سکے۔ تو اب اُنہوں نے وہ کوئی اللہ کا بندہ" لکھدیا۔ لیکن "وہ کوئی اللہ کا بندہ" کہدینے سے بھی مولوی صاحب اعتراض سے بچ نہیں سکتے۔ اگر ہزاروں آدمی موجود ہیں تو اللہ کیوں کسی ایک غیر مقرب بندہ کو الہام کے لئے پسند کرتا ہے۔ اگر کہو کہ ایک ہی بندہ غیر مقرب یا معمولی ہوتا ہے۔ اور باقی سب مقرب ہوتے ہیں۔ تو میرا اعتراض یہ ہے کہ کس چیز نے اس ایک غیر معمولی یا غیر مقرب بندہ میں دیگر بندوں سے خصوصیّت یا تمیز کرا دی ہے۔ مولوی صاحب بجز اس کے کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کہ خدا کی مرضی اور یہی اُنہوں نے تازہ تحریر میں لکھا ہے۔ لیکن مرضی کہدینے سے بھی اُن کی مخلصی نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا بلاوجہ ایک غیر مقرب اور معمولی بندہ کو الہام کے لئے پسند کرتا ہے تو وہ بے انصاف ٹھہرتا ہے۔ سب بندے درحقیقت الہام کے نہ پانے کی وجہ اور پچھلے اعمال کے نہ ہونے کے باعث (بقول آپ کے) یکساں ہیں۔ اگر یکساں ہیں تو خدا کو چاہئے کہ سب کو الہام دے۔ اگر نہیں دیتا تو مولوی صاحب ملہم کی خصوصیّت کی وجہ تبلائیں۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہرگز وجہ نہیں بتلا سکتے جب تک کہ وہ آواگون اور کرم کے مسئلہ اور خدا کے عادل ہونے کو پہلے نہ مان لیں۔ اس لئے موجودہ صورت میں کہ "کوئی اللہ کا بندہ" ملہم بنایا جاتا ہے۔ مولوی صاحب پر تین اعتراض عاید ہوتے ہیں۔

(الف) سب بندوں پر کیوں الہام نہیں ہوتا۔ ملہم میں خصوصیّت کس شے نے پیدا کر دی۔

(ب) خدا ایسا کرنے سے عادل نہیں رہتا۔

(ج) سائنس اور عقل کے رُو سے اتفاق یا خدا کی مرضی ( کہنے والے کی لا علمی کو جتلاتا ہے۔

(اعتراض نمبر ۳) جس زمانہ اور جس ملک میں" خدا چاہتا ہے کسی بندہ کو الہام دیتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر مولوی صاحب کیوں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعد کبھی کوئی الہام ہرگز ہرگز نہیں ہوگا۔ اگر خدا اس زمانہ میں بغیر اُن کے چاہے گا۔ تو پھر مولوی صاحب کیا روک سکیں گے! اگر ہندوستان میں ہی خدا الہام دے تو پھر مسلمان صاحب کیوں کہتے ہیں کہ الہام عرب میں ہو چکا ہے اور پھر کہیں نہیں ہوگا۔ یہ دو باتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ اگر مولوی صاحب کی یہ تازہ بات سچ نہیں ہے تو مولوی صاحب کی تحریر غلط ثابت ہو جائیگی۔

"جس زمانہ اور جس ملک میں" خدا کی حکمت چاہتی ہے وہاں الہام دیا جاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو کیا اب خدا کی حکمت نہیں چاہتی۔ اور اُس وقت حضرت صاحب کے وقت میں کیوں چاہتی تھی؟

کیا کوئی وجہ یا دلیل بھی ہے۔ جس سے معلوم ہو سکے کہ خدا کی حکمت اب چاہتی ہے اور اب الہام ہوگا۔ جس طرح کہ جب بادل آجاتے ہیں۔ اور ہوا میں ٹھنڈک ہو جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ لو جی۔ اب بارش ہوگی۔ اسی طرح پر کیا کوئی طریق خدا کی مرضی یا حکمت کے تقاضا کو جاننے کے لئے ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو خدا نے اچھا نہ کیا۔ کہ لوگوں کو کوئی طریق نہ بتلایا۔ دیکھئے ایشور نے ویدوں میں بتلایا ہے۔ کہ ہر ایک کلپ کے آدمیں ویدوں کا الہام ہوا کرے گا۔ یعنے اُس زمانہ میں جبکہ سورج اور چاند نئے بنائے جائیں گے۔ اور کل دنیا کا ابتدائے زمانہ ہوگا۔ اور اُسکی وجہ بھی صاف ہے کہ ابتداء زمانہ میں سوائے ایشور کے کوئی انسان سکھانے والا علم کا نہیں ہو سکتا

اعتراض (۴) "پہلے الہام میں جو لوگوں نے گڑبڑ کر دی اور غلط خیال ملائے ہیں اُنکو صاف کرے"

مولوی صاحب کی اس تازہ تحریر کو اگر سچ فرض کر لیا جائے تو قرآن مجید بھی ماننے کے قابل نہیں رہا۔ وہ متبدل و منحرف ہے۔ ( دیکھو تحریف قرآن ) اس لئے موجودہ

قرآن مجید بالکل سچائی کا مخزن نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہے تو مولوی صاحب کی یہ تازہ تحریر غلط ثابت ہوئی۔ اگر بارہ سو برس سے آج تک قرآن مجید کے اندر کسی شخص نے کوئی کوئی بھی غلط خیال نہیں ملایا تو پھر ہم کیونکر مان لیں کہ پچھلے الہاموں میں آمیزش ہو چکی ہے۔ اگر یہ اصول درست ہے کہ پہلے لوگ مرتے تھے اور موجودہ لوگ بھی اُسی قسم کے ہیں تو منطق کے رو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ لوگ بھی ضرور مرینگے۔ اسی طرز پہ دلیل کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے کہ جب پہلے الہام لوگوں کی آمیزش سے نہ بچ سکے تو قران مجید بھی جس کو کہ مولوی صاحب الہام کہتے ہیں آمیزش سے نہیں بچ سکے گا۔ اگر بچ سکا ہے یا بچا رہے گا تو یہ الہام نہیں ہوگا۔ کیونکہ الہام کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی آمیزش سے بچا نہ رہے۔

جناب مولوی صاحب کے اس بیان سے خدا کی کمزوری بھی معلوم ہوتی ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے سورج کو کوئی آج تک بگاڑ نہیں سکا اور نہ آیندہ بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ خدا اپنی اشیاء کا پیدا کرنے والا ہی نہیں۔ بلکہ اُن کی حفاظت کرنے والا بھی ہے۔ اور اس میں طاقت ہے کہ وہ اپنی اشیاء کو محفوظ رکھ سکے۔ اس بارہ میں دیکھئے وید منتر کیا بتلاتا ہے۔

"प्रियो देवानां ..... भूयासमयं मे कामः
समृध्यतामुप मादो नमतु"

(یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲ آخری حصہ)

اینگ مے کام سمردھیتام۔ جس طرح ویدوں کا پرچار روپ میرا کام سنسار کے بیچ میں ہوتا رہتا ہے۔ اُسی طرح تم لوگ بھی پرچار کرتے ہو۔

اسی بات کی تائید میں ہم یجروید ادھیائے ۳۴ کا ۵۷ منتر پیش کرتے ہیں۔ وہ منتر یہ ہے

प्रनूनं ब्रह्मणस्पतिर्मन्त्रं वदत्युक्थ्यम्।
यस्मिन्निन्द्रो वरुणो मित्रो अर्यमा देवा
ओकांसि चक्रिरे ॥(यजु 34-57)

"(प्र)(नूनम्) निश्चितम्" بلاشبہ یا تحقیق
"(ब्रह्मणः) वेदविद्यायाः" وید وِدیا کا
"(पति) पालकः" حفاظت کرنے والا ایشور ہے۔

اور بلاشبہ اُس نے ہی وید منتروں کا اُپدیش کیا۔

(مطلب منتر کا) جس پرماتما کے آشرت سورج چاند اور کثیف و لطیف ہوا رہتی ہے۔ وہی ایشور تحقیق ویدوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہی تحقیق ویدوں کا اُپدیش کیا ہے۔ (دیکھو یجروید بھاشیہ مہرشی دیانند کرت

وہ پہلے الہام جس کا کہ مولوی صاحب ذکر کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے خراب ہو گئے۔ کہ اُن کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا جیسا کہ آج کل دہلی میں پُرانے شاہی مکان حفاظت نہ ہونے کے باعث خراب و خستہ ہو گئے ہیں۔ اگر یہ خدا اُن کی حفاظت کرنے والا ہوتا۔ تو پھر اُس کو نئے سرے سے قرآن مجید کے الہام دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس لیے قرآن شریف کو الہامی ماننے سے خدا کی کمزوری پائی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اپنے پہلے الہام کی حفاظت نہ کر سکا۔ تاریخ میں ذکر آتا ہے۔ کہ محمود بادشاہ کو ایک بڑھیا نے کہا تھا کہ جس جگہ کی تو حفاظت نہ کر سکا۔ اُس کو تو نے کیوں اپنی بادشاہت میں شامل کر رکھا ہے۔ بڑھیا کی اِس بات سے متاثر ہو کر محمود نے اُس خاص جگہ کی حفاظت کرنے کا کام اپنے اوپر لیا۔ لیکن افسوس کہ خدا کے پہلے دئے ہوئے الہام میں لوگوں نے گڑبڑ مچا دی۔ مگر خدا کو پھر بھی اپنے الہام کی حفاظت کرنے تک کا خیال نہ ہوا۔ لوگوں نے دوبارہ خدا کے الہام کو خراب کر دیا۔ اُس نے پھر نیا الہام بھیجا۔ اگر خدا اپنے الہام کی حفاظت کر سکتا۔ تو لوگوں کو یہ جُرات نہ ہوتی۔

وید منتروں کے مطابق آریہ لوگ مانتے ہیں کہ وید کبھی تباہ نہیں ہوتے۔ نہ اُن میں آمیزش کر کے کوئی اُن کو خراب کر سکتا ہے۔ بلکہ ویدوں کا پتی پرمیشور ہمیشہ اُنکی رکشا کرتا ہے۔ اور ویدوں کا پرچار ہمیشہ دنیا کے بیچ میں ہوتا رہتا ہے

اگر سورج دنیا سے غایب ہوجائے تو لوگ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اسی طرح پر
اگر وید کبھی دنیا سے غائب ہو جائیں تو دنیا کا کارخانہ بند ہو جائے۔ اس لئے وید ارتھ یعنے
علم دُنیا پر سے کبھی غائب نہیں ہُوا۔ اور نہ کبھی ہوگا۔ اس وقت ہندوستان میں چند وید
منتروں کے ارتھوں پر لوگ عمل کر رہے ہیں تو چند منتروں پر جرمنی۔ انگلینڈ۔ فرانس
امریکہ۔ جاپان۔ عرب وغیرہ وغیرہ جملہ ممالک میں عمل ہو رہا ہے۔ کل دنیا کی ترقی کے
اصول اور ہر قوم اور ہر ملک کے اُن اصولوں کو اکٹھا کریں۔ جو کہ علم کے سچے اصول
ہیں۔ تو اُنہیں کو وید کے اصول کہنا چاہئیے۔ مہرشی سوامی دیانند جی نے وید بھاشہ
کرنے سے اُن سچے اصولوں کو اپنے دماغ سے پیدا نہیں کر دیا۔ دنیا میں وہ اصول
وید سے نکل کر کسی نہ کسی شکل میں پھیل رہے ہیں۔ اگر پٹھان لوگ برہمچریہ کرنے یعنے
زیادہ عمر تک مجرد رہتے ہیں۔ تو جسمانی طاقت اُن کو حاصل ہے اور وہ وید کے اُس
منتر پر عمل کر رہے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ مجرد رہنے سے انسان کی طاقت بڑھتی ہے
اگر تبت والے زیادہ عمر تک مجرد رہتے ہیں تو وہ اُس درازعمری کو پاتے ہیں جس کا
ذکر وید منتروں میں ہے اور مجرد رہنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اگر امریکہ والے
بجلی کے گُن جانکر اُس سے کلیں بنا رہے ہیں تو وہ بھی رگوید اور یجروید کے اُن
منتروں کی تعمیل کر رہے ہیں جن میں کہ بجلی کے گن اور اوصاف ورنن کئے گئے
ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ چند ایسے دقیق منتر ہیں جن کو کہ بخوبی سمجھنے کی لیاقت موجودہ
لوگوں میں کم ہو تو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وید ہی نہیں رہے۔ یا اُن کا ارتھ
نشٹ ہو گیا۔ پس وید جیسا کہ ایشور تبلاتا ہے۔ کبھی آمیزش کو پراپت ہو کر ناکارہ نہیں
ہوتے۔ اور سورج کی طرح ہمیشہ نئے رہتے ہیں۔ ہاں جن انسانوں کی عقل کو خود
غرضی اور نفسانیت کے بادل ڈھانپ لیتے ہیں۔ وہ اپنے لئے کہہ سکتے ہیں کہ وید زمین
پر نہیں رہے۔ جس طرح کہ بادلوں کی حالت میں امرت سر کے لوگ غلطی سے کہیں
کہ سورج اس وقت نہیں رہا۔ حالانکہ اُن کی بینائی پر بادلوں کا پردہ چھا گیا ہے
وید رُوپی سورج کوئی بادل چھا نہیں سکتا۔ عقل کی آنکھ جب خودغرضی اور نفسانیت
کے بادلوں سے گھر جاتی ہے تو کہہ دیتی ہے کہ سورج نہیں رہا۔ لیکن یہ کہنا

دراصل ٹھیک نہیں۔ باوجودیکہ رشی دیانند کا بھاشیہ موجود ہے۔ لیکن لوگ اپنی خودغرضی کے بادلوں کی اوٹ کے باعث اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے اگر ایک پرائمری کلاس کا لڑکا یہ کہے کہ الجبرا کی تعلیم دنیا سے اُٹھ گئی۔ کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا اُس کے اس بیان کو عاقل کچھ وقعت نہیں دے سکتے۔ اگر موجودہ مادہ پرست لوگ یوگ سادھن نہ کرنے کے باعث چند دقیق منتروں کی ماہیت اور ارتھ سمجھنے میں اپنے آپ کو قاصر پائیں تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ اُن منتروں کے ارتھ اور وہ علوم جن کی کہ تعلیم اُن میں دی گئی ہے دُنیا سے غائب ہو گئے۔ پرائمری کے طالب علم کو چاہئے کہ وہ ترقی کرکے وہ قابلیت پیدا کرے جس سے الجبرا اُس کی سمجھ میں آسکے اس لئے وید ارتھ جاننے کے لئے بُدھی یوگ دوارہ نرمل کرنی چاہئے۔ پھر وہ ارتھ جو پہلے سمجھ میں نہیں آتے تھے آنے لگ جائیں گے۔ لہذا اس قسم کے اعتراض کہ ویدوں کی فلاں ودّیا لُپت ہو گئی۔ غلط ثابت ہونگے۔

تواریخی طور پر اگر ہم ویدوں کی رکشا کے سوال پر نظر ڈالیں تو موجودہ دنیا کو اس سے بڑھکر کوئی بات حیرانی میں ڈالنے والی معلوم نہیں ہوتی۔ جتنا کہ وہ مکمل طریق جس سے براہمن لوگ ویدوں کی رکشا آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔

میکس مولر لکھتا ہے کہ دوسکندر اور اُس کے ساتھیوں کو گو کہ وہ ہندوستان میں آئے لیکن ویدوں کی بابت کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ حالانکہ اُسی زمانہ میں چینی سیاحوں کو ویدوں کا پتہ ہی نہیں لگا۔ بلکہ اُنہوں نے سنسکرت سیکھ کر یہ بھی معلوم کر لیا کہ دنیوی سنسکرت اور ویدوں کی سنسکرت میں بڑا فرق ہے ۱۰۱۷ء میں محمود غزنوی نے جب جیوا فتح کیا تو اُس نے بہت سے آدمی قید کر لئے اُن میں ایک شخص البرونی تھا جو کہ علم نجوم میں ماہر تھا ۱۰۱۷ء سے ۱۰۳۰ء تک یعنی ۱۳ سال البرونی ہند میں رہا۔ اور سنسکرت کے علم ادب کا مطالعہ کرتا رہا اُس نے رگ۔ یجر۔ سام اور اتھرو چاروں ویدوں کا مطالعہ کیا۔ اور اُسکو اس بات کا علم تھا کہ اُس کے زمانہ یعنے گیارہویں صدی تک وید لکھے نہیں جاتے

تھے اور لوگ اُن کو زبانی یاد رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو سکھاتے پڑھاتے تھے اور یہ زبانی یاد رکھنے کا طریق لکھنے کی نسبت زیادہ عمدہ سمجھا جاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کو پتہ تھا کہ وید ہیں۔ اور وہ بہت خواہشمند تھا کہ اُس کو ترجمہ دستیاب ہو۔ لیکن اُس کی کوششیں رائگاں گئیں۔ اکبر کے سو سال بعد ویدوں نے دارا شکوہ کو کشش کیا جو شاہجہان کا لڑکا تھا۔ دارا شکوہ نے سنسکرت پڑھی تھی۔ تاکہ وہ اُپنشدوں کا فارسی ترجمہ کرے دارا شکوہ کے اس فارسی ترجمہ کا لاطینی زبان میں ڈوپرن صاحب نے ترجمہ کیا اور ڈوپرن صاحب کے اس ترجمہ کو پڑھکر شوپن ہارجیا جرمنی کا فلاسفر اُپنشدوں پر عاشق ہو گیا"۔ (دیکھو فزیکل ریلیجن لیکچر نمبر ۲)

میکس میولر صاحب کے اس بیان میں البرونی کی شہادت درج ہے جو کہ ہندوستان کا باشندہ نہ تھا۔ اور اُس نے خود اپنی آنکھوں سے برہمنوں کو وید حفظ کرتے ہوئے اور لوگوں کو پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ زبانی یاد کرنے سے وید کو محفوظ رکھنے کا یہ طریق ایسا اعلےٰ ہے کہ آج کل یوروپ کے عالم اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں جانتے۔ بلکہ جو سکول کہ اُن کے ہاں قوت حافظہ کو بڑھانے کے لئے قایم کئے جاتے ہیں۔ اُن میں براہمنوں کے اس طریقہ کے نقل کرنے کی سخت ہدایت کی جاتی ہے۔ چنانچہ کرسٹو فراوی پینیس صاحب اپنی قوت حافظہ کو بڑھانے والی کتابیں لکھتے ہیں۔ کہ

"ہماری عادت ہو گئی ہے کہ دوسری قوموں کو وحشی یا نیم وحشی پکاریں۔ لیکن ہمیں اپنی حالت پر شرم نہیں آتی۔ یہ ہمیں کبھی خیال تک نہیں آتا۔ کہ ہمارا طریقہ تعلیم بالکل غلط طریق پر چل رہا ہے۔ ہندوؤں کی مثال لو۔ اُن کے ہاں رگوید کی جلد ہے۔ لیکن چونکہ وہ ہیتی دیا گیتی کلام کی برکت سے واقف ہیں اسلئے کیا اُنہوں نے اصول باندھ رکھا ہے۔ کہ طالب علم اُستاد سے سن کر زبانی وید یاد کرے۔ اُنہوں نے اس اصول کو بھی بخوبی سمجھا ہوا تھا کہ کتاب پر دیکھ کر پڑھنے سے جلدی یاد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طریق سے جلدی کا سیکھا ہوا جلدی بھول بھی جاتا ہے۔ خلاف اس کے جو کان کے ذریعہ حاصل کر کے زبانی یاد کیا جاتا

ہے۔ وہ لکھی ہوئی کتاب کی نسبت زیادہ صیح ہوتا۔ اور بہت دیر تک حافظہ
میں قایم رہتا ہے"!
دُنیا کی تاریخ میں یہ فخر ہندؤں کے بزرگوں کو ہی حاصل ہُوا ہے کہ اُنہوں
نے قوت حافظہ کو بڑھانے اور علم او رزبان کو محفوظ رکھنے کے لئے زبانی یاد
کرنے کا طریق نکالا تھا۔ اور اس وقت اُن بڑی بڑی کتابوں میں جن کے نام
میموری لکچرز ہیں اور جن کی کہ قیمت سو سو روپیہ تک ہوتی ہے۔ انگلینڈ اور یورپ
کے علمار قوت حافظ کو بڑھانے والے طلبار کو یہی ہدایت کرتے ہیں کہ پرانے
براہمنوں کی طرح علمی کتابوں کو زبانی یاد کیا کرو۔
ویدوں کا نام ہی شرُتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جو سُننے سے حاصل ہو
پس وید کی کلام سننے سے حاصل ہوتی رہی اور اُس کو قدرتی طریق پر وید کے
احکام کے مطابق براہمن لوگ پاٹھ کرنے سے آج تک برابر بچاتے چلے آئے
اور آیندہ اُن کی حفاظت برابر اُسی طریق پر ہوتی رہے گی۔ آج تک ایک نقطہ
کی ملاوٹ بھی کوئی وید منتروں میں نہیں کر سکا! اور نہ کوئی کر سکے گا۔ کیونکہ جیسا کہ
میکس میولر سے عیسائی لکھتے ہیں کہ ویدوں کی سنسکرت دنیوی سنسکرت
سے انوکھی اور سراسر نرالی ہے۔
جہاں ایک ارب سے زیادہ برس ہو چکے کہ وید کی کلام اور اُس کے مضمون
میں کوئی انسان آمیزش نہیں کر سکا تو آیندہ بھی ہرگز نہیں کر سکے گا۔ لیکن مسلمانوں کی
مانی ہوئی الہامی کتابوں میں آمیزش ہوتی چلی آئی ہے! اور قرآن بھی اگر اُسی قسم
کی کتاب مسلمان مانتے ہیں تو اس آمیزش سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ
ہے۔ (دیکھو تحریف قرآن)

**اعتراض (۵)** مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ "وہ پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ الہام
سابقہ کی کتاب سے الگ ہی ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے گو وہ
اصل مطلب میں پہلی الہامی کتاب سے موافق ہو"!
اگر مولوی صاحب اپنے اس بیان کی تائید قرآن مجید سے کرتے تو ادُ

بھی بہتر ہوتا۔ لیکن خیر ہم سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب کی عبارت مستند ہے۔ مولوی صاحب
کو اردو بہت اعلےٰ اور با محاورہ لکھ سکتے ہیں۔ اور لکھتے بھی آئے ہیں۔ لیکن یہ فقرہ
ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ ہمیں آج ہی پتہ لگا کہ خدا بھی انسانوں کی طرح کمزور
اور کم علم ہے۔ ورنہ مکمل عالم کے لئے یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے پہلے الہام سے الگ
ایک نیا ہی مضمون بطور الہام نازل کرے۔ اگر مولوی صاحب کہیں کہ نہیں یہ
الگ نہیں ہوتا بلکہ

"گو وہ اصل مطلب میں پہلی الہامی کتاب سے موافق ہو"

مولوی صاحب کے ان الفاظ کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ وہ مطابق ہوتا
ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ الگ کس بات میں ہوتا ہے؟ کیا مولوی صاحب کا
اپنا ہی ایک بیان دوسرے کو رد نہیں کر رہا ہمیں معلوم ہوتا نہیں کہ مولوی صاحب
کی کونسی بات سچی اور کونسی غلط ہے؟

پھر یہ بات کہ "کبھی تو ایسا ہوتا ہے" بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ معلوم ہوتا
ہے کہ خدا کے گھر میں کوئی قاعدہ یا نیم نہیں کبھی ایسا ہوتا ہے تو کبھی ویسا بھی
ہوتا ہوگا۔ وید میں دیکھئے کس خوبی سے بتایا ہے کہ ہمیشہ باقاعدہ ہر کلپ
یعنی ابتدائے دنیا کے موقعہ پر چاروں ویدوں کا پرکاش ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا
اور ہمیشہ ہوتا چلا جائیگا۔ کبھی ترمیم تنسیخ کی ضرورت ہمہ دان مکمل ایشور کو نہیں
پڑے گی۔

**اعتراض نمبر ۶)** پھر مولوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں سچ کہتا ہوں
کہ اگر قرآن ایسا محفوظ نہ ہوتا کہ اس کے الفاظ کو بھی یاد رکھنے والے کروڑوں مل
سکتے ہیں"

مولوی صاحب اگر آپ کا یہ کہنا سچ ہے تو اس سے اوپر کا لکھا ہوا سچ نہیں
ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے جناب فرما چکے ہیں کہ "جس وقت اور جس جگہ خدا چاہے
وہاں کوئی خدا کا بندہ الہام پاتا ہے"

اگر خدا نے کسی کو اب الہام دینا چاہا تو پھر آپ کے کروڑوں حافظ خدا کو اس

زمانہ میں الہام دینے سے کیا روک سکیں گے! اگر روک سکیں گے تو خدا جس زمانہ میں جس جگہ چاہے کسی کو الہام دے سکتا ہے۔ یہ آپ کا اصول ہی غلط ہو گیا۔

کیا آگے مسلمانوں کے ماننے ہوئے پہلے الہاموں کے الفاظ کو یاد رکھنے والے کروڑوں آدمی نہیں ہوتے تھے۔ اگر ہوتے تھے تو پھر اُن الہاموں میں ملاوٹ اور غلط خیال کیسے مل گئے۔ جن کو درست کرنے یا منسوخ کرنے کے واسطے خدا نے عرب میں الہام کیا۔ کیا موسےٰ صاحب کو الہام ہؤا تھا۔ اُسکو یاد رکھنے والے بیشمار انسان نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ الہام کیوں ناقص ہو گیا۔ اگر قرآن مجید بھی اُسی قسم کا الہام ہے تو چاہے کروڑوں آدمی اس کو یاد رکھیں لیکن اس میں بھی آمیزش ضرور ہو جائیگی ہاں یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُس وقت جو الہام موسےٰ وغیرہ نبیوں کو خدا نے دیا تھا اُس میں اُس نے لوگوں کو یاد کرنے کا طریق نہیں بتلایا ہو گا۔ اس لئے اُن الہاموں میں نقص آگئے تو اس بیان سے یہ ثابت ہؤا کہ خدا بھولنے والا ہے۔ اور اُسکو مکمل طریق اپنی الہامی کتاب کے حفاظت کرنے یا کرانے کا نہیں آتا۔ تواریخ بتلاتی ہے کہ مسلمانوں نے تو کیا جملہ انسانوں نے یاد رکھنے سے علم اور کلام کی حفاظت کرنے کا یہ طریقہ براہمنوں سے جنہوں نے کہ ویدوں سے سیکھا تھا، سیکھا ہے۔ کسی قدر مفصل ہم اوپر میوکس میولر اور میموری لکچرز کے حوالجات سے ثابت کر آئے ہیں۔ اس لئے اگر براہمنوں سے کہے اس طریق کو اختیار کرنے سے موجودہ قرآن مجید کی حفاظت ہو سکتی ہے تو مولوی صاحب انصاف سے بتلایئے کہ جن سے یہ طریق یاد کرنے کا آپ نے سیکھا ہے۔ اُن کے وید کی حفاظت کیوں نہ ہو سکے گی؟

(فقرہ ششم) اس فقرہ میں مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ (۱) "کتاب کے مفہوم میں لکھا ہؤا ہونا داخل نہیں"۔ (۲) "صرف مضمون کا نام ہوتا ہے"۔ (۳) "کتاب تو فقط مضمون کا نام ہے جس کا لکھنا ممکن ہو"۔ (۴) "اس لئے کتاب کہتے ہیں یعنے قابل کتابت"۔

(اعتراض) "کتاب کے مفہوم میں لکھا ہؤا ہونا داخل نہیں" اس کی تائید

مولوی صاحب دلیل دیتے ہیں کہ یہ تمام چیزوں کا محاورہ ہے۔ روٹی پکاؤنگا۔ مکان بنواؤنگا۔ کنواں کھدواؤنگا۔ یہ سب نام بعد تیار ہونے چیزوں کے ہیں۔ مگر پہلے تیاری کے بولے جاتے ہیں ۔"

خوب ٹھیک۔ لفظوں کے معنوں کے لئے ڈکشنری یا لغات کے حوالے لوگ پیش کیا کرتے ہیں۔ یا دلائل ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ اگر آپ کی بات درست تھی تو جناب کو چاہئے تھا کہ کسی مستند۔ یا مشہور لغات۔ سے اُس کی عبارت نقل کر دیتے۔ نہ کہ اپنی دلائل لکھتے۔ اچھا اب آپ کی دلائل پر بھی غور کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کون آپ کو منع کرتا ہے کہ کسی چیز کی تیاری سے پہلے اُس کا نام نہ لو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب آپ ایک شخص کو کہتے ہیں۔ کہ میں روٹی بناؤں گا۔ تو وہ شخص جانتا ہے کہ روٹی اُس گول شے کا نام ہے۔ جو کہ آٹے سے بنائی جاتی ہے۔ اور روٹی کے ساتھ جب لفظ پکانا آپ استعمال کر رہے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ روٹی ابھی تیار نہیں ہوئی۔ لیکن جب آپ یہ کہیں کہ یہ روٹی ہے تو اُس حالت میں کیا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ آپ روٹی پکائیں گے۔ وہاں تو آپ کے یہی معنے لئے جائیں گے کہ آپ روٹی جو کہ پک چکی ہے لئے بیٹھے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں یہ درج ہوتا کہ ہم کتاب تیار کریں گے تو ہم سمجھتے کہ ابھی مضمون کی صورت ہے لکھی نہیں گئی۔ لیکن جب صاف بیسیوں جگہ لفظ کتاب آیا ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے وغیرہ وغیرہ تو کیا کوئی اُس سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں خدا کتاب تیار کرنے کا ذکر کر رہا ہے۔ نہیں وہاں تو لکھی ہوئی کتاب سے مراد لیجائیگی۔

اگر آپ کا یہ کہنا سچ ہے کہ کتاب تو مضمون کا نام ہے۔ جس کا لکھنا ممکن ہو تو پھر جو لکھا ہوا مضمون ہے اُس کو آپ دنیا میں اشتہار دے کر کتاب کہنا بند کرا دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کتاب کے معنے ہیں قابل کتابت تو آپ کے اس منطق کے مطابق روٹی کے معنے پکانے کے قابل کے ہوئے۔ مگر آپ اپنی کسی بات پر قایم نہیں رہتے۔ اگر آپ کا یہ خیال درست ہوتا کہ کتاب کے معنے لکھے ہوئے مضمون کے ہرگز نہیں۔ بلکہ اُس مضمون کے ہیں جو لکھنے کے قابل ہو۔ تو آپ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کے رسالہ کے صفحہ ۸ پر کتاب۔ کا لفظ لکھتے ہوئے مضمون کے معنوں میں ہرگز

ہرگز استعمال نہ کرتے لیکن آپ نے وہاں پر یہ لکھا ہے۔ کہ

"وید ایک کتاب کا نام ہے جو ایک خاص شکل اور مضمون کی کتاب ہے" مولویصاحب

بھلا بتلائیے کہ اگر کتاب کے معنے قابل کتابت ہوتے تو خاص شکل بدوں لکھے گئے

کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ کیا مضمون کی بھی کوئی شکل ہوا کرتی ہے۔ پس آپ کی ہی

عبارت سے پایا گیا کہ کتاب لکھے ہوئے مضمون کا نام ہے۔ نہ کہ اس مضمون کا جو کہ

ابھی لکھا نہیں گیا۔

اب جب کہ آپ کتاب کے معنی مضمون ثابت نہیں کر سکے تو میرے کل اعتراض

جو قرآن مجید پر اُسکے کتاب ہونے کی وجہ سے اور جو میں پہلے رسالوں میں عرض

کر چکا ہوں۔ آپ پر برابر قایم ہیں۔ اُن سے بچنے کے لئے آپ نے کتاب لفظ کے

معنے ہی بدلنے چاہے تھے۔ لیکن میں نے آپ کی ہی تحریر سے دکھا دیا کہ آپ

اسکو بدل نہیں سکتے۔

دیکھئے بندہ ماہ جون ۱۹۱۰ء کے رسالہ کے صفحہ ۲ پر غیاث اللغات کے

صفحہ ۲۹۵ کا حوالہ بھی دے چکا ہے۔ اور اب میں دوبارہ اُسی حوالہ کو دوہراتا ہوں

غیاث اللغات میں کتاب کے معنے کہیں بھی قابل کتابت مضمون کے نہیں دیئے

ہوئے۔ کیوں نہیں مولوی صاحب آپ تسلیم کرتے کہ قرآن مجید کتاب ہے نہ کہ

مضمون۔ قرآن مجید صاف لفظوں میں کتاب کے معنے ہی لے رہا ہے جو کہ دنیا لے

رہی ہے۔ چنانچہ دیکھئے۔

(۱) "خرابی ہے اُنکی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے اور پھر کہتے ہیں یہ خدا سے ہے"

(سورۃ بقر آیت ۷۳)

(۲) "اور ان سب نے کتاب پڑھی ہے" (سورۃ بقر آیت ۱۰۷)

(۳) "وہ جن کو ہم نے کتاب دی۔ اور اُسکو جیسے پڑھنا چاہیئے پڑھتے ہیں وہی اُسکے

مومن ہیں (بقر آیت ۱۱۵)

یعنی قرآن کے ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن ایک کتاب

ہے اور کتاب ایک لکھے ہوئے مضمون کا نام ہے اس کے مقابل پر وید علم کا

نام ہے۔ نہ کہ کتاب کا۔ کتاب اور علم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ عقلمند اس کو سوچیں۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب کا نام ہے۔ اور یہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ وید علم یا شبد (الفاظ) اور ارتھ (معانی) کے تعلق کا نام ہے الفاظ اور معانی کے تعلق کو ہی دراصل علم کہتے ہیں۔ اور وید منتروں میں جا بجا وید کے لئے "ورت" "وواچم" "سرسوتی" ایتادی شبد آتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ وید کتاب نہیں۔ بلکہ علم یا کلام ہے۔ ہندوستان کی جتنی بھی تاریخیں خواہ عیسائیوں یا مسلمانوں کی تالیف و تصنیف کردہ کیوں نہ ہوں اُن سب میں وید کے لئے شُرتی لفظ مخصوص کیا گیا ہے۔ اور وید کو چھوڑ کر باقی شاستروں کو سمرتی وغیرہ کے لفظ سے پکارا گیا ہے شُرتی کے معنے وہ تمام مورخ باتفاق رائے تیار رہے ہیں کہ کلام کے ہیں۔ یہاں پر ہم ایک مغربی شہادت اس بارہ میں پیش کرتے ہیں۔ کتاب فزیکل ری لی جن کے صفحہ ۵۶ پر میکس مولر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہ سچ ہے کہ ہندوستان میں زمانہ قدیم سے مندر نہ تھے بُدھ مذہب کے عروج سے پیشتر یہ مندر موجود نہ تھے۔ ہندوستانی دماغ مصریوں اور بابل والوں کی مانند چند روزہ غیر فانی ہونے کے خیال کو نہیں سوچتا تھا۔ اور پتھر کے مندر بنا کر اپنی یادگار قائم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ہندو لوگ ہمیشہ اپنے آپکو اس کُرّہ زمین پر مسافر سمجھتے رہے ہیں۔ اور پتھر کی عمارات بنا کر یادگار چھوڑنے کا خیال کبھی بھی ہندو دماغ میں داخل نہیں ہوا حتےٰ کہ اس نے باہر کے آدمیوں سے سیکھا۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ "اب سوال یہ ہے کہ پُرانے آریہ جو ہمارے لئے وید چھوڑ گئے ہیں اُس کے کیا معنے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وید کے معنے علم کے ہیں اور یونانی زبان میں بھی ہو بہو ایسا ہی لفظ ہے اُس کے معنے بھی علم کے ہی ہیں"

عیسائی میکس مُلر کی اس شہادت سے تین باتیں سِدھ ہوتی ہیں۔

(اوّل)، اُن متعصب لوگوں کی تردید جو کہا کرتے ہیں کہ ہندوستان ہمیشہ

سے اُتبحانہ چلا آیا ہے۔ پروفیسر میکس مُلر نے سوامی دیانند کے خیال کی زبردست تائید کی ہے کہ مندر بُودھ لوگوں یا جینیوں سے شروع ہوئے۔

(دوم) وید کے معنے علم کے ہیں۔

(سوئم) یونانیوں نے بھی علم کے لئے لفظ ویدہی اپنی زبان میں یہاں سے حاصل کرکے رائج کیا تھا۔

اب ہم خود وید سے اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ لفظ "وید" علم کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً

۱۔ वेदाहमेतं . . . . . . . . .

اس منتر میں جو وید شبد آیا ہے اُس کے معنے علم حاصل کرنے یا جاننے کے ہیں۔

(یجروید۔ ادھیائے ۳۱۔ منتر ۱۸)

वेदोऽसि येन त्वं वेद देव
देवेभ्यो वेदोऽभवस्तेन मह्यं वेदो भूयाः।

(یجروید ادھیائے ۲ منتر ۲۱)

اس منتر میں ایشور کو وید یعنے جاننے والا بتلایا گیا ہے۔ اور تین شبد سے وگیان یعنی وید یا علم کی طرف اشارہ ہے۔ چار دفعہ اس منتر میں لفظ وید مستعمل ہوا ہے۔ اور ان موقعوں پر اُس سے جاننا۔ یا علم کے معنے ہی لئے گئے ہیں۔

विद्यां चाविद्यां च यस्तद्वेदोभयं सह।....

(یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۴)

یہاں پر بھی وید کا لفظ علم حاصل کرنے کے معنوں میں ہی مستعمل ہوا ہے۔

**الہام سے پرکاش کا لفظ کیوں اچھا ہے۔**

اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ کیوں پرکاش کا لفظ الہام سے بہتر ہے۔ گو آگے بھی کافی طور پر لکھا جا چکا ہے لیکن بغیر دلیل دیتے

ہوئے مولوی صاحب اپنی بات لکھے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ پرکاش کے معنے ظاہر کرنے کے ہیں اور الہام کے معنے اُتارنے یا ڈالنے کے ہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب مانتے ہیں۔

چونکہ ایشور سرو ویاپک ہے اسلئے جو علم کہ اُس سے ظاہر ہو گا اس کو سنسکرت زبان میں کہیں گے اُس سے پرکاشت ہوا ہے۔ اور اس لئے اگر پرمیشور کو سرو ویاپک مانو گے تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ وہ علم بندوں کی ہدایت کے لئے ظاہر یا پرکاشت کرتا ہے۔ ہاں اگر جیسا کہ مسلمان صاحبان مانتے ہیں کہ خدا عرش معلےٰ پر یا ساتویں آسمان پر تخت نشین ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ محیط کل نہیں۔ تو بلاشبہ اُتارنا یا ڈالنا ہی موزون ہو گا۔ پس جس وقت مسلمان اصحاب مانیں گے کہ ایشور محیط کل ہے۔ اُس وقت خود ہی وہ لفظ الہام کو خیر باد کہکر اُس کی جگہ پرکاش یا ظاہر کرنا اختیار کرلیں گے بھلا مولوی صاحب سوچو تو سہی کہ جو خدا محیط کل ہے۔ وہ اپنے علم کو کیسے اُتارتا یا ڈالتا ہے۔ اُس کے لئے الہام کا لفظ استعمال کرنا کیا درحقیقت موزون ہو سکتا ہے؟

ایک دفعہ مان لو کہ خدا محیط کُل ہے پھر آپ کو ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرتا ہے۔ نہ کہ ڈالتا ہے۔ لہٰذا پرکاش کا لفظ خدا کو محیط کُل تبلاتا ہے جبکہ الہام کا ناقص لفظ اُسکو ایک جگہ مقیم ٹھہراتا ہے۔

اب رہا مولوی صاحب کا انوکھا منطق کہ ظاہر کرنے کا لفظ خدا کے علاوہ بندوں کے کاموں پر بھی بولا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کیا ضعف میری دلیل کو پہونچ سکتا ہے۔ کیا ہے کا لفظ خدا اور مولوی صاحب دونوں پر عائد نہیں ہوتا میں کہہ سکتا ہوں کہ خدا ہے۔ اور مولوی صاحب بھی ہے۔ تو کیا اس ہے کے استعمال سے خدا کی خدائی میں کچھ فرق آسکتا ہے۔ جب نہیں آسکتا تو مولوی صاحب کا یہ نیا منطق بے سود ہے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ پرکاش کا لفظ چونکہ اس کے محیط کُل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے بہ نسبت الہام کے جو کہ اُس کے مقامی ہونے کی وجہ سے مستعمل ہو سکتا ہے۔ لاکھ درجے بہتر ہے۔

## محمدؐ صاحب خدا کے خاص بندے کیوں ہیں

اور جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے تا
مولوی صاحب کی پیش کردہ اس عبارت پر

ہم نے اعتراض رسالہ بابت ماہ جولائی ۹۹؁ء کے صفحہ ۲۳۲ پر کئے تھے اور پوچھا تھا کہ مولوی صاحب تبلائیں۔ کہ حضرت صاحب میں کس شے نے خصوصیت پیدا کر دی۔ جس سے کہ وہ اپنے بندے کہلائے اور اُن پر کتاب اُتاری گئی۔

اس کا جواب مولوی صاحب تازہ تحریر میں یہ دیتے ہیں۔ کہ:۔

ذرا مجھے آپ معاف رکھیں۔ اگر میں کہوں کہ نہیں اور اگر ہیں تو اس درجہ کے نہیں۔ کیا باپ اپنے لایق بیٹے کو خصوصیت سے بیٹا کہے تو اُس کے یہ معنے ہیں کہ دوسرے بیٹے اُس کے نطفے سے ہی نہیں۔ بندے کے معنے تو فرمانبردار کے ہیں جو عربی لفظ عبد کا ترجمہ ہے سو فرمانبرداری میں حضرت محمدؐ رسول اللہ کے برابر کون ہے؟

حُسن یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بس یہ لکھ کر مولوی صاحب اس بیان کو ختم کرتے ہیں۔ اچھا اب ہم اس کی پڑتال کرتے ہیں۔

(الف) اس میں پہلے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ لایق بیٹے کو خصوصیت سے بیٹا کہا جاتا ہے۔

(آریہ) سوال یہ نہیں کہ لایق بیٹے کو خصوصیت سے بیٹا کہا جاوے۔ لایق بیٹا وہ ہوتا ہے جس کے اوصاف و اعمال بہ نسبت دیگر بیٹوں کے بہتر ہوں۔ اور یہ بہتر اوصاف اعلےٰ تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر محمدؐ صاحب لایق تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ ان کی یہ لیاقت اُن کو کس تعلیم سے حاصل ہوئی۔ اگر کہو کہ قرآن کی تعلیم سے تو سوال میرا یہ ہوگا کہ دیگر انسان بھی برابر ہی حقدار تھے۔ اُن کو خدا نے وہ تعلیم کیوں نہ دی اگر کہو کہ محمدؐ صاحب میں کچھ خصوصیت تھی۔ اس وجہ سے اُن کو قرآنی تعلیم دیکر

لایق بنایا گیا تو میرا سوال کسر سوالی کی طرح عائد ہوگا۔ کہ جناب محمد صاحب میں پہلے
خصوصیت کس شئے نے پیدا کردی۔ کیونکہ گمراہی میں تمام انسان برابر تھے۔ مولوی صاحب
کے پاس کوئی جواب اس کا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اوا گون سے تو اُن کو نفرت ہے
پچھلے اعمال کو اس خصوصیت پیدا کرنے کا باعث ماننا اُن کو منظور نہیں۔ اس لئے
سوائے چُپ کے اُن کے پاس کوئی جواب ہو نہیں سکتا۔ لیکن اگر ہم سے کوئی پوچھے
کہ رشی اگنی جی میں کس شئے نے خصوصیت پیدا کردی تھی کہ رگوید کا اُن پر پرکاش
ہُوا۔ تو ہم کہیں گے کہ اُن کے پچھلے جنم کے نیک اعمال نے۔ سوال میرا یہ نہیں کہ لایق
بیٹے کو خاص بیٹا کیوں کہا جاتا ہے۔ بلکہ لایق ہونے کی وجہ میں پوچھتا ہوں۔
الہام کے حقدار کس وجہ سے محمد صاحب ہیں۔ گمراہی میں جب کہ سب برابر
ہیں۔ تو کیوں ایک بیٹے کو بلا وجہ دوسروں پر فوقیت دیجائے۔ ؟

اب ہم مولوی صاحب کی دوسری بات کی پڑتال کرتے ہیں۔ جناب فرماتے
ہیں کہ بندے کے معنے فرمانبردار (آگیا کاری) کے ہیں۔ ہمیں منظور۔ اب جو سب
سے پہلے عبارت مولوی صاحب نے لکھی تھی۔ اُس کی شکل اس تعریف کے
رو سے یوں ہو جائیگی۔

"جو ہم نے اپنے بندے (فرمانبردار) پر اُتاری ہے"

(آریہ) مولوی صاحب آپ کی تعریف کے رو سے پایا گیا کہ قرآن کی کتاب
اُترنے سے پیشتر ضرور کوئی فرمان محمد صاحب کو خدا نے دیا ہوگا۔ اگر نہیں
دیا تو وہ فرمانبردار ہی نہیں ہو سکتے۔ اور فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اُن پر
قرآن یا فرمان اُتار اگیا۔ کیا معنے کہ جس پر آگے فرمان اُتارا جا چکا تھا اور
اُس پر وہ عمل کر رہا تھا اُس پر اس وجہ سے دوبارہ فرمان اُتار اگیا۔ جو کہ
سرا سر لاحاصل ہے۔ اس لئے اس سے تو صاف پایا گیا کہ قرآن اُن پر نہیں
اُترا۔ کیونکہ اُنہیں ضرورت نہ تھی۔ جبکہ وہ فرمانبردار ہیں تو پھر قرآن کے فرمان
کی دوبارہ اُنہیں کیا ضرورت۔ اگر کہو کہ نہیں قرآنی فرمان کی ضرورت تھی
تو آپ کی یہ بات غلط ہو جائیگی کہ وہ پہلے فرمانبردار تھے دونوں میں سے ایک

غلط ضرور ہے۔ اچھا اگر مان لیا جائے کہ وہ فرمانبردار تھے تو سوال وہی پھر پیدا ہوتا ہے کہ اُن کو فرمان کیوں دیا۔ اگر دوسروں کو اُن کی طرح دیا جاتا تو ہم کہہ سکتے کہ وہ بھی ویسے ہی فرمانبردار ہوتے۔ آپ کا یہ فرمودہ کہ رد فرمانبرداری میں حضرت محمدؐ رسول اللہ سے برابر کون ہے لا بے تُکیا ٹھہرتا ہے۔ جبکہ ایک باپ صرف ایک ہی لڑکے کو فرمان آگیا دیوے اور دس لڑکوں کو نہ دیوے۔ اور پھر کہے کہ یہی لڑکا فرمانبردار ہے تو لوگ کیا نہ کہیں گے کہ اگر دیگر لڑکوں کو فرمان ویسے ہی دیئے جاتے تو وہ بھی برابر فرمانبرداری کرتے۔ کیونکہ سب فرمان حاصل کرنے کے لئے یکساں قابلیت رکھتے تھے۔ پھر کیا وجہ کہ خدا نے دوسروں کو فرمان دیکر فرمانبردار نہ بنایا۔ اس سے خدا بے انصاف ٹھہرتا ہے۔ اب رہ گیا مولوی صاحب کا مرغوب شعر۔ مولوی صاحب تبلائیے گا۔ کہ کیوں یوسف صاحب کو حُسن عیسےٰ صاحب کو دم دیا گیا۔ اور محمد صاحب کو حسن اور دم دونوں کیوں دیئے گئے۔ کیا کسی کی وجہ بھی آپ تبلا سکتے ہیں؟

## الہام کا دعوےٰ اسے نہیں کہتے

”اور اگر تم کو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ“ اس عبارت کو مولوی صاحب نے دعوےٰ الہام ظاہر کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ اس پر مینے جولائی ۹۹ء کے رسالہ میں عرض کی تھی کہ شک پیدا ہونے کی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں۔ (الف) کسی کتاب کی تعلیم یعنے مسایل کا دقیق ہونا (ب) اُن کا ناقص اور علم و عقل کے خلاف ہونا صورت اوّل میں شک کرنے والوں کی ناقابلیت پائی جاتی ہے۔ اور صورت دوم میں تعلیم کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ آیت زیر بحث میں یا دیگر مقام پر یہ کہیں ظاہر نہیں کیا کہ قرآن مخزن العلوم ہے۔ لہذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ لوگوں کو شکوک اس کی ناقص تعلیم کی وجہ سے پیدا ہوئے ہونگے۔ اچھا اگر فرض کر لیا جائے کہ قرآن علم کی کتاب تھی۔ اور لوگوں کو شک پیدا ہوئی تو اُن کو دور کرنے کے لئے قدرتی تمثیلیں (دلائل) دینی چاہئیں تھیں۔ لیکن خدا تو کہتا ہے کہ اگر شک ہے تو کتاب کا ٹکڑہ لے آؤ۔

(مولوی صاحب نے کتاب کے معنی مضمون کرنے کے لئے کتنی بے سود کوشش کی تھی۔ لیکن اس آیت کو کیا کریں گے۔ یہاں تو کتاب کا ٹکڑا آ گیا ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ ہؤا) اچھا ہم کہتے ہیں کہ جب لوگ بغیر الہام کے خود کتاب نہیں بنا سکتے تھے تو خدا نے اُن کو کیوں جھٹلایا؟ کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ کیونکر کتاب کا جواب لا سکیں گے۔ ہاں اس سے یہ تو پایا گیا کہ اُس وقت اور کتابیں رائج تھیں۔ محمدؐ صاحب یہ دعوے کر بیٹھے ہوں گے۔ کہ اس جیسی کتاب لاؤ۔ لیکن کاش کہ وہ دعوے کرتے کہ اِس جیسی سچائی دکھاؤ۔ الہامی ہونے کا سب سے اعلےٰ دعوے جو کہ کبھی کوئی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے اور ہونا چاہئے۔ کہ یہ سچی تعلیم ہے اور یہ خصوصیت وید کی ہے جیسا کہ اس کا نام "رت"، یعنی سچا علم ہے۔

میری اس قسم کی تحریر کا جواب تازہ تحریر میں مولوی صاحب از حد مختصر یہ دیتے ہیں کہ

"اسپر آپکے جتنے اعتراض ہیں سب بیجا ہیں"۔ مولوی صاحب کی اس تحریر کا اس سے بھی مختصر الفاظ میں اب میرا جواب یہ ہے کہ۔ بے جا ثابت کرتے ہیچ ہے ابھی کچے ہیں۔ کون دانت کھٹے کرے۔ آپ کا بیجا کہدینا بات دیگر ہے اور بیجا ثابت کر دکھانا کچھ اور بات ہے۔

مولوی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ قرآن نہ صرف دعوے الہام کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو للکارتا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ دعوے الہام کی تائید میں جناب نے یہ آیات ڈھونڈ کر نکالی تھیں۔ جب دیکھا کہ دعوے الہام تو ان سے سیدھ نہیں ہوتا اب للکارنے کی سُنانے لگے۔ بھلا مولویصاحب یہاں منکروں کے للکارنے کی آیات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دعوے الہام کی آیات تو پیش کر لیتے۔ اچھا اب منکروں کے للکارنے کی کہانی ہی سہی۔ اس کی بھی پڑتال کرتا ہوں۔ جب انسان سورج کو دیکھتا ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ میری رہبری کرتا ہے۔ ہر روز اُسی سورج کو دیکھتا ہے۔ لیکن وہ کبھی انکار نہیں کرتا۔ کہ یہ سورج قدرتی نہیں اِسی طرح

سچی تعلیم انسان کی رہبری کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان ٹھوکریں
کھاتا ہے۔ لیکن سچی تعلیم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کبھی کوئی انسان اُس کے
قدرتی ہونے سے منکر ہو سکتا ہے۔ کیا قرآن میں کہا گیا ہے کہ اگر تم کو ہمارے بنائے
ہوئے سورج یا چاند پر شک ہے تو اُن جیسے سورج یا چاند لے آؤ۔ اگر نہیں تو
یہاں خدا نے کیوں کہا۔ جبکہ دنیا میں دوسرا سورج ہے نہیں تو پھر خدا کس طرح
کہہ سکتا ہے کہ اس جیسا سورج لے آؤ۔ جبکہ سچی تعلیم ایک ہی ہے تو پھر خدا کس طرح
کہہ سکتا تھا کہ اس جیسی تعلیم لے آؤ۔ محال بات کا مانگنا۔ مانگنے والے کی جہالت پر
دلالت کرتا ہے۔ خدا چونکہ جاہل نہیں اس لئے ایسا بے سود للکارنا اس کا کلام
نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو اشتہار بازوں اور کتاب فروشوں کا کام ہو سکتا ہے۔ معلوم
ہوتا ہے کہ وہ خدا جو اس قسم کا للکارتا ہے اُس کے خیال میں کوئی اور خدا بھی
موجود ہے۔ کیونکہ خدا کے مقابل پر دوسرے خدا کا ہی کام ہو سکتا ہے کہ ویسی
ہی تصنیف کر سکے اور اگر نہیں، اور وہ انسان ہیں جو بالکل تصنیف بلا مدد الہام کر
نہیں سکتے تو ان کو کہنا کہ تم ایسی تصنیف لے آؤ یہ سراسر لاحاصل ہے۔ البتہ اگر یہ
مان لیا جائے کہ محمد صاحب نے قرآن لکھا یا لکھایا ہوگا۔ تب تو یہ بات ان
ان کی للکارنے کی درست ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے بہتر یا برابر بنانے والے
کئی ہونگے اور محمد صاحب اس بات پر اڑتے ہونگے کہ اس جیسی کوئی آیت لاؤ
اس صورت میں قرآن الہامی ٹھیر نہیں سکتا۔

اُن شرائط کے مطابق جو کہ سچے الہام کی مقرر کی گئی تھیں۔ قرآن نے دعوے الہام
کبھی پر نہیں کیا۔ اور جو کچھ بنام نہاد الہام کا دعوے کیا ہے وہ تو جھوٹے
اشتہار بازوں کا سا ہے۔ مولوی صاحب نے خود ہی قلم مبارک سے قرآنی
لکھ کر اُس کا ترجمہ لکھا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن مکہ والوں کے ڈرانے
کے لئے آیا ہے۔ اس پر جب ہم نے اعتراض کئے تو اُس کا جواب اب یہ دینے
لگے کہ وہ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ قرآن مکہ والوں کے لئے آیا ہے۔ اس سوال کو
یہاں کوئی تعلق نہیں۔ آپ مجھ کو مکہ والوں کا ہی وکیل سمجھ لیتے یہ سوال

وارد کرتے جبکہ اس سلسلۂ گفتگو میں یہ کہنا کہ قرآن سب لوگوں کے لیئے ہے"!

مولوی صاحب آپ نے خود قرآنی آیت پیش کی اور مجھے تبلایا کہ قرآن مکہ والوں کے لئے ہے میں آپ کے حوالہ کی بناپر کہتا ہوں۔ آپ اس طرز پر لکھ رہے ہیں گویا لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ میں ہی کہتا ہوں! اچھا اب فرض کر لیا کہ آپ کو یاد نہیں رہتا۔ اور اگر بالفرض میں نے ہی ایسا کہا ہے تو آپ قرآنی آیت کا حوالہ دے کر اسکی تردید کر سکتے تھے۔ چونکہ آپ نہیں کر سکے۔ لہٰذا آپ کی خاموشی نے بھی تائید کی کہ قرآن دراصل اہل مکہ کے لیئے ہے کہ نہ کل روئے زمین کے لئے جب آپ نے پہلے لکھا اور اُس کا میں نے جواب دیا تو اب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس سوال کا یہاں کوئی تعلق نہیں۔ کوئی وجہ تو دیتے۔ میں آپکو مکہ والوں کا وکیل تو نہیں البتہ قرآن کا وکیل سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ دعوےٰ قرآن کا ہے کہ مکہ والوں کے لئے ہوں۔ نہ کہ مکہ والے لوگوں کا۔ اگر مکہ والے لوگوں کا ہے تو کل روئے زمین کے دیگر ممالک کے باشندوں کے دعاوی قرآن میں کیوں درج نہیں؟ اس لیے آپ کو میں مکہ والوں کا وکیل کس طرح محض آپکی درخواست پر بلا وجہ سمجھ لوں۔ آپ نے یہ خوب کہی کہ میں نے کب کہا تھا کہ قرآن سب لوگوں کے لیئے ہے! واقعی ہرگز نہیں۔ یعنے آپ پر یہ الزام تو نہیں لگایا کہ آپ قرآن کو سب کے لیئے مانتے ہیں۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ قرآن ایسا کہتا ہے کہ میں مکہ والوں کے لئے ہوں۔ جس سے منطقی نتیجہ ہر ایک ذی عقل نکال سکتا ہے کہ یہ کل دُنیا کے لئے نہیں ہے۔ جب میں کہوں کہ یہ صاحب امرتسر کے رئیس ہیں۔ یا یہ مولوی صاحب امرتسر کے باشندہ ہیں۔ تو کیا اس سے اگر کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ وہ رئیس یا مولوی محیط کل نہیں تو اُس کا یہ نتیجہ کیا غلط ہے؟ جب قرآن نے خود فرمادیا کہ میں مکہ والوں کے لئے ہوں تو یہ خود ہی ثابت ہو گیا اُسکی تعلیم محدود جگہ کے لئے ہے۔

جب میں نے یجروید کے منتر سے تبلایا کہ وید کی تعلیم جملہ مرد و عورت برہمن شودر سب کے لئے ہے اور جملہ انسانوں کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہے۔ تو اب مولوی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ "خدا فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے"!

اوّل تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ خدا قرآن کو فرماتا ہے یا محمد صاحب کو۔ اگر قرآن کو فرماتا ہے تو کیا یہ کتاب خدا کی بات سُن سکتی ہے۔ اور کیا وہ بھیجے ہوئے پارسل کی مانند ہے اگر مولوی صاحب کہیں کہ نہیں محمدؐ صاحب کو کہا ہے کہ میں نے تجھکو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے تو پھر جناب اس بات کا جواب دیں کہ محمدؐ صاحب۔ تو کل عرب کے باشندوں کو بھی اپنی حیات میں مسلمان نہ کر سکے۔ لہٰذا اُن کا وجود کل لوگوں کے لئے کیسے مانا جا سکتا ہے۔ پُرانوں میں ہندوؤں نے ایک کہانی لکھی ہے کہ فلاں راجہ اشومیدہ یگ کرنے لگا۔ اُس نے گھوڑے کو سب لوگوں کے لئے بھیجا۔ گھوڑا ایک گاؤں اور مقام سے گھومتا ہوا دوسرے ملک میں گیا۔ اور اُس ملک کے ہر ایک مقام سے ہوتا ہوا تیسرے میں گیا۔ یہاں تک کہ کل روئے زمین کے مقامات پر سے گزرا گو یہ محض گپ ہے کہ گھوڑا پہاڑ۔ دریا اور سمندر عبور کرتا ہوا کل دنیا کے مقامات پر پہونچ جائے۔ لیکن کہانی بنانے والے نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کاش کہ مولوی صاحب تاریخ کا حوالہ دیتے کہ چونکہ محمدؐ صاحب خدا کی طرف سے سب لوگوں کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے وہ چین۔ یونان۔ امریکہ وغیرہ وغیرہ ممالک میں اپنی زندگی میں پہونچے جب وہ پہونچے نہیں تو خدا کا یہ قول کہ ہم نے تجھکو سب کے لئے بھیجا ہے۔ غلط ثابت ہو گیا۔ شاید مولوی صاحب اس کی تازی تعبیر فرماویں۔ اور وہ بجز اس کے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جناب محمدؐ صاحب اہلِ مکہ کے لئے تھے۔ اور سب سے مراد ہرگز روئے زمین کے باشندگان نہیں ہو سکتے۔ اُس حالت میں بھی وہی بات پایۂ ثبوت کو پہونچے گی۔ جو پہلے ہم لکھ آئے ہیں۔

مولوی صاحب۔ آپ نے ثابت تو کرنا یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم جملہ انسانوں کے لئے جو روئے زمین پر ہیں دی گئی ہے۔ لیکن آپ بالکل ثابت نہیں کر سکے۔ خیر آگے چلکر جناب فرماتے ہیں کہ ”مسلمانوں کا عملدرآمد بھی اس کی شہادت دیتا ہے“! خوب شُد! مولوی صاحب آپ کے تو پڑوس میں ہی سکول ہے۔ وہاں ہی جا کر ذرا تاریخ ہند پڑھ دیکھ ڈالئے۔ کیا کہیں پر یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ فلاں مسلمان وعظ کرنے کی غرض سے ہندوستان میں کبھی عرب سے آیا۔ البتہ یہ تو برابر ملتا ہے کہ غازی محمود غزنوی نے

پہلا حملہ کیا۔ اور محمود نے بارہ۱۲ حملے کئے۔ اور بابر نے لڑائی ماری اور اورنگ زیب نے جینوں اُتارے۔ تاریخ فرشتہ میں یہ تو لکھا ہے کہ محمود اتنے من سونا اور جواہرات لُوٹ کر لے گیا۔ لیکن کہیں پر نہیں لکھا ہوا ملتا کہ محمود یا علاؤالدین نے۔ فلاں ہندو پنڈت کو مولوی ثناءاللہ کی طرح چیلنج دیا کہ آؤ عقل سے مباحثہ کر لو۔ اور اگر نہیں کیا تو مسلمانوں کے اس عملدار مدنے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن میں لوٹ مار کی تعلیم ہے! اچھا... برس مسلمانوں کو ہند میں آئے ہوئے ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کی کتنی زبانوں مثلاً بنگالی مرہٹی گورمکھی بھاشہ تامل وغیرہ میں قرآن کے ترجمے ہندوؤں کو عقل سے مسلمان بنانے کی خاطر کئے گئے۔ یہ مباحثہ جو آپ آریہ لوگوں سے کر رہے ہیں یہ تو آریہ لوگوں نے آپ کو کرنا سکھایا ہے۔ مسلمانوں نے حضرت صاحب کے وقت سے علم و عقل کے ذریعے سے اسلام پھیلانے کا کہیں پر کبھی نام تک نہیں لیا۔

مولوی صاحب کس فخر سے یہ کلمات لکھ رہے ہیں کہ "دیکھئے تو عرب سے نکلکر یہاں ہندوستان کو آدبوچا اُدھر چین میں جینیوں کو۔ خراسان میں افغانوں اور مغلوں کو وغیرہ"

خدا نہ کرے کہ یہ فخر کسی دیندار کو کبھی نصیب ہو۔ مولوی صاحب کے مُنہ سے دیکھئے صداقت کیسے پھُوٹ کر نکلی ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی فخر یہ تحریر میں یہ نہیں لکھا کہ ہم نے ہندوستان میں اتنے مُلا واعظ کے لئے بھیجے۔ اور چین میں اتنے لیکن برعکس اس کے لکھتے ہیں کہ ہندوستان کو آدبوچا۔ اور چین خراسان وغیرہ کو بھی۔ آدبوچا یہ الفاظ ہر ایک محقق کم از کم دس بار پڑھے پھر مولوی صاحب کے متبرک مذہبی خیالات کی گہرائی کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر قوموں کو لوٹنا اور دبوچنا مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے۔ تو آپ پھر کس مُنہ سے فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کی تعلیم جملہ انسانوں کے لئے ہے۔ کیا تعلیم تلوار کے ذریعہ سے پھیلنی ہے؟ کالج۔ مدرسے بیت العلوم وعظ۔ اُپدیش۔ شاسترارتھ۔ مباحثے ہر علم یا مذہب کے پھیلانے کے اعلےٰ اور قدرتی طریقے ہیں نہ کہ ان کُل طریقوں کو چھوڑ کر قوموں کو لوٹنا اور دبوچنا۔

آپ آگے چلکر ان ہندوؤں پر کچھ گُل افشانی کرتے ہیں۔ جو شودروں کو وید سُننے نہیں دیتے تھے واقعی یہ مولوی صاحب کا ایک معقول ہے۔ مگر ہندوؤں نے شائد کرتوت

مسلمانوں سے ہی سیکھی ہو۔ خیر ہمیں کیا مطلب۔ ہندو جانیں یا مولوی صاحب۔ آگے
ستیارتھ پرکاش کا نام لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ رشی دیانند جی نے شودر کے گھر سے پکا ہوا
ہوا کھانے سے منع کیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مہرشی دیانند جی نے کہاں شرابی و گوشت
نہ کھانے والے صاف ستھرے شودر کے گھر سے کھانے کی ممانعت کی ہے اور جو کی
ہے وہ گوشت خور غلیظ شودر کے میلے کچیلے برتنوں سے پکے ہوئے کھانے کی۔ کاش
مولوی صاحب کو اتنی جرأت ہوتی کہ مہرشی دیانند پر الزام دیتے وقت مہرشی دیانند
کے بیان کی چار سطور تو لکھ دیتے۔ لیکن یہاں تو مغالطہ دہی سے مطلب ہے سطور
کون لکھے۔ پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "ہر چند باوجود یکہ وید کو بنے ہوئے کروڑہا سال
ہو گئے۔ مگر سوائے ہند کی چار دیواری کے باہر اس کا اثر نہیں" معلوم ہوتا ہے کہ حجرے
کی چار دیواری کے اندر بیٹھ کر جناب نے یہ کلمات لکھ دیئے ہیں۔ مولوی صاحب تاریخ
دنیا کا مطالعہ کیجیے! اور اگر آپ کو انگریزی نہیں آتی۔ تو کسی دوست سے ہی کتابیں
سنیں۔ مجھے بتلایئے تو سہی۔ کہ کاشتکاری۔ تجارت۔ جہاز رانی۔ موسیقی۔ علم ہیئت
و ہندسہ اقلیدس۔ طبابت۔ الہیات وغیرہ وغیرہ جملہ علوم کے اول استاد دنیا پر
سوائے برہمنوں کے کون ہیں۔ اور برہمنوں نے وید سے جملہ علوم کے اصول حاصل
کئے تھے۔ اس وقت بھی یورپ میں جو علمی سوال حل نہیں ہوتے ان کو بھی یجروید کی
ست شاستروں کے کس نے حل کیا ہے۔ جناب لینگ صاحب فلاسفر نے ایک
کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "دی پروبلیمز آف دی فیوچر" یعنے آئندہ زمانے
کے سوالات ہے۔ اس کتاب میں مغربی فاضل نے تسلیم کیا ہے کہ دنیا کی پیدایش
کی علمی تاریخ اور مادہ کی ماہیت ہم کو اب تک بھی معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن آپ کو
معلوم ہو کہ شوریہ سدھانت۔ منوسمرتی۔ اور سانکھ شاستر نے وید کی مدد سے یہ
جملہ اصول حل کر چھوڑے ہیں اور ان کو پڑھتا ہے وہ جرمنی کے "جامع العلوم" فلاسفر
شوپن ہاور کی طرح بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ شاستروں کا مطالعہ روحانی تسکین
کا باعث ہے۔ انگریزوں نے شائستگی کے اصول اٹلی والوں سے سیکھے۔ انہوں نے
یونانیوں سے۔ انہوں نے مصریوں سے۔ مصریوں نے آریوں سے۔ آریوں نے

شاستروں سے۔ اور شاستروں نے وید سے۔ پس وید ہی دُنیا کا اُستاد تھا ہے اور ہوگا۔
اگر وید کا ترجمہ عربی میں ہو جائے۔ اور عرب میں ویدک اصول پھیل جائیں۔ تو کیا آپ وہ
مانیں گے کہ وید عرب کا اُستاد ہے۔ اس لئے ویدوں کے ترجمے اور تفسیریں جملہ ملکوں میں
پہونچ چکے ہیں۔ کولبروک۔ جونز۔ جیکالیٹ۔ گولڈسٹکر وغیرہ وغیرہ جملہ محقق ویدک اصولوں کے
عالمگیر پرچار کی گواہی دے رہے ہیں۔ لیکن آپ جھجرہ میں بغیر وجوہات دیئے لکھ رہے ہیں
کہ بجز ہند کے ویدک اصول دُنیا میں نہیں پھیلے ہیں۔ دیکھو۔ چاہئے تھا کہ ایسے اہم تاریخی مسئلہ پر
مولوی صاحب کتنی تاریخوں اور محققوں کے حوالجات دیتے ہیں۔ لیکن حیرانی سے اُن
سب کی جگہ میں صرف یہ پاتا ہوں ع ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی نہ کوئی دیتی
ہے شوخی نقش پا کی ۔۔ اس کو تاریخی حوالہ سمجھوں یا کسی لال بجھکڑ کا لطیفہ کہوں۔ علمی
مباحثہ ہو اور ثبوت میں اس قسم کے نمکین چٹکلے دینا مولوی صاحب کا ہی کام ہے۔ آگے
چلکر مولوی صاحب نے ہماری پیش کردہ الہام کی تعریف پر صاد کیا ہے۔ جس کے
صاف معنے یہ ہیں کہ اپنی پہلی پوزیشن سے کنارہ کش ہو گئے۔ جس میں کہ اُتارنا اور نزول
کرنا وغیرہ شامل تھا۔ خیر۔ مگر پھر ہیر پھیر سے اعتراض یہ کرتے ہیں کہ "وید بقول آپ کے لفظ
اور معنی سے مرکب ہے۔ خدا کی صفت کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرکب تو حادث ہوتا ہے"۔ مولوی صاحب
کبھی یہ اعتراض نہ کرتے اگر اُن کا حافظہ اُن کو غلطی میں نہ ڈالتا۔ جناب من میں نے کہاں وید کو
مرکب بتلایا ہے۔ میں نے کئی بار حدیث اعلےٰ میں عرض کی ہے۔ کہ الفاظ اور معانی کے باہمی
تعلق یا سمبندھ کو وید کہتے ہیں۔ سمبندھ یا تعلق کو اپنی طرف سے ہی مرکب کا خطاب دیکر
مولوی جی مجھ پر اعتراض کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب میں پھر پوچھتا ہوں کہ بتلائیے کہیئے کس
جگہ وید کو مرکب کہا ہے؟ اب میں بتلانا چاہتا ہوں کہ وید جو کہ الفاظ اور معانی کے
باہمی تعلق کا نام ہے۔ وہ قدیم ہے نہ کہ حادث۔ کیونکہ معانی یا علم تو خدا کی صفت
ہونے سے قدیم ہے۔ کیونکہ واضح ہو کہ وید آدی ست شاستروں اور سائنس کی
کتابوں میں آکاش کو پیدا شدہ مانا جاتا۔ آکاش خلا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور اس کا ایک
ایک ہی وصف شبد ہے۔ پس خدا اپنے قدیمی علم یعنی معانی کے ظاہر یا پرکاش کرنے کا
ذریعہ شبد کو جو کہ انادی آکاش کا گُن ہے بناتا ہے۔ اور دونو ہی قدیمی ہیں۔ لہٰذا وید معانی

اور شبد کے باہمی تعلق کا نام ہے۔ اور تعلق کبھی ہی سے پایا جاتا ہے۔ کہ یہ مرکب نہیں۔ مثلاً
دیر سین گھوڑے پر سوار ہے۔ گویا دیر سین کا گھوڑے سے سمبندھ (تعلق) ہے۔ اسی طرح
پر علم (معانی) شبدوں کے گھوڑے پر سوار ہے۔ روح۔ مادہ اور خدا تینوں ابدی ازلی ہے
خدا کی صفت علم ہے۔ اور جو آکاش ہے۔ وہ ہمیشہ مفرد اور ازلی رہتا ہے۔ لہذا اُس کا گن
بھی اُسی حالت میں رہتا ہے۔ اس لئے ہم آریوں پر مولوی صاحب کا اعتراض عائد ہو نہیں
سکتا۔ لیکن ہمارے الہام کی تو لیف مان کر مولوی صاحب کو قرآن کو جواب دینا ہوگا۔
جیسا کہ اوپر کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ آگے چل کر مولوی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ وہ آپ کے بیان
میں چند غلطیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے وید کو لفظی معنی میں لیا ہے۔ یعنے علم حالانکہ وید ایک
کتاب ہے " میرے بیان میں خباب من کوئی غلطی نہیں۔ صرف آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ میں
نے وید کو لفظی معنوں میں اپنی طرف سے نہیں لیا۔ بلکہ کئی حوالجات وید منتروں کے آپ
کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ مگر آپ نے ان کو کیوں پڑھنا تھا۔ اگر آپ ان جمیع حوالجات
میں ایک حرف بھی ایسا نکال دیں۔ جس سے پایا جائے کہ وید کے معنے کتاب کے ہیں تو
آپ کو سو روپیہ انعام دوں گا۔ یا آپ چاروں ویدوں میں سے ایک بھی منتر اسبات کی
تائید کا وید در اصل کتاب کا نام ہے۔ پیش کریں۔ تو بھی آپ کو سو روپیہ انعام دوں۔ آپ
نے تو وہ بات کی کہ لکھا نہ پڑھا نام محمد فاضل۔ آپ: سنسکرت دانوں سے پوچھیں۔
لیکن دلیرانہ کہ لکھ مارا۔ وید ایک کتاب ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ اتنی بڑی گھمنڈ۔ آپ
کے پاس کوئی بھی ثبوت شاستر کا ہے۔ پکا عیسائی میکس مولر تو مانتا ہے۔ کہ وید علم کے
معنوں میں ہی آتا ہے۔ (دیکھو فزیکل ریلیجن) لیکن حضرت صاحب تو مرغی کی ایک ٹانگ
ہی ہانکے جائیں گے۔ اور آگے چل کر آپ اس بے بنیاد اور سراسر لغو بیان کی تائید میں
فرضی دلیل یہ لکھتے ہیں۔ کہ " آتمارام کا ترجمہ (خدا کی روح) لے کریں آتمارام نہیں ہو سکتا
مولوی صاحب اُردو لکھتے لکھتے سنسکرت میں بھی ہاتھ مارنے لگے۔ آتمارام کا ترجمہ خباب
من خدا کی روح نہیں ہوتا۔ بلکہ عابد ہے۔ لیکن آپ کو کیا غرض کہ صحت اور درستگی کا
خیال کریں۔ آپ نے تو کچھ اعتراض کرنا ہے۔ مگر یہ مثال ویدکی بنسبت آپ کی گھٹ نہیں
سکتی۔ آتمارام تو ڑھی نام ہو سکتا ہے۔ در انحالیکہ وید یوگک نام ہے۔ آپ اتنا ہی سنکر

نہ سمجھ کر وید کے شاستروں نے لفظی معنے لئے ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتانا چھوڑتا ہوں، کہ وید کے جملہ شبدوں کے معنے لفظی ہی لئے جاتے ہیں۔ یاسک وغیرہ رشی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا یہ سُرالاپنا کہ وید کے معنے کتاب کے ہیں سراسر بے بنیاد اور بے دلیل بات ہے۔

پھر مولوی صاحب وید کو سائنس کے معنوں میں لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جیسا سائنس میں کہانیاں اور جغرافیہ نہیں ہوتا ایسا ہی خدا کی حمد وثنا بھی نہیں ہوتی۔ پھر تبلاویں کہ وید میں پرمیشور کی سُتتی اُپاسنا کیوں ہے؟"

یہاں پر مولوی صاحب نے لفظ سائنس کے معنے سمجھے ہی نہیں شائد کسی مڈل یا انٹرنس کلاس کے طالب علم سے مدرسہ جاتے ہوئے پوچھا ہوگا۔ کہ بیٹا سائنس میں کیا کیا ہوتا ہے۔ اُس نے جو کچھ تبلا دیا سو مولوی صاحب مان بیٹھے لیکن کسی بی اے صاحب سے پوچھیں کہ سائنس آف ریلیجن کے کیا معنے ہیں تو وہ تبلا دے گا کہ مذہب کا سائنس۔ پس سائنس کے معنے علم کے ہیں نہ کہ اور کسی چیز کے۔ اب سوال یہ ہے کہ علم کیا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب بھی مانیں گے کہ موجودات کے خواص افعال وغیرہ جاننے کا نام علم ہے۔ کیا خدا ایک ہستی نہیں؟ اگر ہے تو اُس کے صفات کو بیان کرنا جسکو اِصلاحاً ستوتی کہتے ہیں کبھی احاطہ سائنس سے باہر ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم رہے کہ [illegible]

کے معنے فنون وعلم وحرکات وغیرہ کے لئے جاتے ہیں۔ اور جس طرح خواص کا سائنس ہوتا ہے اُسی طرح افعال وحرکات کا بھی سائنس ہوتا ہے۔ پس اُپاسنا بھی سائنس آف ورشپ ہے اسی طرح قصے کہانیاں چھوڑکر باقی کل قدرتی اشیا کے بیانات سائنس کے احاطہ کے اندر آتے ہیں آگے چلکر مولوی صاحب یوں فلاسفی چھانٹتے ہیں۔ "رگوید اشٹک میں جو یہ لکھا ہے کہ "جس طرح زمانہ قدیم کے تمہارے بزرگ گزرے ہیں" ویسا ہی تم دھرم کو پالو اِس سے تو وید تاریخ بن جائینگے" مولوی صاحب یہاں پر کیا کسی بزرگ کا نام آیا ہے۔ جبکہ نام نہیں آیا تو یہاں سائنس آف سوشیالوجی (علم مدن

دعلم مجلس) کا ذکر ہے اگر وید میں لکھا ہے کہ تم اپنے والدین کی خدمت کرو تو کیا اس سے وید تاریخی کتاب ہو سکتی ہے۔ وید میں کسی خاص شخص کے لئے خاص والدین کی خدمت کرنے کا فرمان نہیں دیا گیا۔ بلکہ جملہ انسانوں کو ایک مجلسی اصول تبلایا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کی نیک باتوں میں پیروی کرو۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کس کا قصہ یا کہانی درج ہے جس پر مولوی صاحب نے اعتراض کرنے کی جرأت کی ہے۔ اس منتر میں جو لفظ پورو مستعمل ہوا ہے۔ اُس کے دوسرے معنے پہلے کلپ کے بھی ہیں۔ اُس حالت میں بھی کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ یہ حالت ہے تو پھر آپ کا اعتراض بے بنیاد یا یوں کہو کہ اصلیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ویدوں میں ہرگز کرشن چندر جو کہ مہابھارت میں لڑا۔ یا رام کا جو کہ لنکا گیا تھا۔ یا ابراہیم موسےٰ وغیرہ بزرگ لوگوں کے ذکر یا قصے کہانیاں نہیں۔ لہذا وید یا کوئی سائنس کی کتاب کبھی تاریخی کتاب نہیں ہو سکتی۔

## جواب آخری منجانب آریہ

پس مولوی صاحب آپ نے دیکھ لیا کہ ویدوں میں قصے کہانیاں اور تاریخی بیانات نہیں ہیں۔ آپ کا اعتراض یہ ہے کہ یہ بزرگ جن کی اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے کون ہیں وید سے بننے سے پہلے کے ہیں یا پیچھے کے؟

آدی سرشٹی کے رشیوں کے لئے یہ بزرگ پچھلے کلپ رزمانہ کے ہیں اور ہمارے تمہارے لئے ہمارے دادا پردادا وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ اگر وید میں لکھا ہے کہ تم عورت کی عزت کرو تو بس آپ بغلیں بجانے لگ جائیں اور کہیں کہ لو وید میں تاریخی بیان نہیں آیا مولوی صاحب عورت سے مراد کسی خاص مرد کی خاص عورت سے نہیں۔ بلکہ یہ عام حکم ہے۔ ہرگز وید میں کسی خاص آپ کے یا میرے بزرگ کا حوالہ نہیں۔ بلکہ ہر ایک انسان کو ہدایت دی گئی ہے کہ تم اپنے بزرگوں کی اطاعت کرو۔

ضابطہ فوجداری میں درج ہے کہ جو شخص پڑوسی کو ایذا رسانی کی نیت کریگا اُسکو سزا دیجائیگی۔ کیا اس قانون میں کسی خاص شخص اور اُس کے خاص پڑوسی کا ذکر ہے ہرگز نہیں اسی طرح پر آپ وید کے عام فرمان کو سمجھئے گا۔

یہ آپ کبھی خیال ست کیجئے کہ میں کھینچ تان سے کام لے رہا ہوں۔ بلکہ برخلاف
آپ کے امر واقع بیان کر رہا ہوں۔ میرے بیان کی تائید مہرشی جیمنی کے اس وچن مندرجہ
پُورو میمانسا سے ہو رہی ہے۔ جن کو گذرے پانچہزار برس ہو گئے۔

"श्रुति सामान्य मात्रम्"
पूर्व मीमांसा अ. १ पाद, सू. ३१

یہ سُوتر " انتیہ ورشنا چہ " اس اعتراض کے جواب میں ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ ویدمیں
حادث چیزوں کا ذکر ہوگا۔ جیمنی رشی جواب دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔

## شروتی یعنی وید عام حکم دیتا ہے

" ورشاسنر یلونی توات " اس ویدانت درشن کے سوتر کی تشریح کرتے ہوئے شنکراچاریہ
مشہور پنڈت لکھتے ہیں کہ وید سب ودیاؤں کا مول بھنڈار ہے۔

نروکت (جو کہ وید کی لغات ہے) اس میں اس سوال پر بحث کی گئی ہے۔ کہ آیا وید
میں الفاظ مشتق ہیں یا جامد۔ یاسک۔ گارگ۔ شاکٹاین اور جملہ صرف اور نحو کے جاننے
والے رشی اتفاق رائے سے وہاں اظہار رائے کرتے ہیں۔ کہ وید کے الفاظ مشتق ہیں۔
اور اسی رائے کو مہرشی پتنجلی مہابھاشیہ نامی کتاب میں دوہراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " وید
کے الفاظ مشتق یعنے بامعنی ہیں۔ اب ذرا مولوی صاحب غور سے سوچئے کہ اگر کسی کلام یا
کتاب کے تمام الفاظ بامعنے ہوں اور فرضی یا کسی خاص مقررہ نام کو ظاہر کرنے والا کوئی
نہ ہو تو وہ کلام یا کتاب کبھی تاریخی بن سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس آو ہٹ کو چھوڑو اور اس
صداقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ " 

(۲) آریہ سماج الہام          کی تعریف میں یہ قید لگا دیا کرتا ہے۔ کہ اس میں کسی زمانہ
کا حال اور ذکر نہ ہو۔

مولوی صاحب آپ مباحثہ مجھ سے کر رہے ہیں یا جملہ ممبران آریہ سماج سے
دکھائیے کہاں اور کس آریہ سماج نے یہ کہا ہے کہ وید تینوں زمانوں پر حاوی ہونے والے
اصول نہیں ہیں۔ ہاں ہم کہتے ہیں۔ اور کہیں گے۔ کہ وید میں کسی زمانہ کے اشخاص کے قصے یا بیانات

نہیں ہوسکتے اس کو آپ غلط بیانی کی مدد سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گویا ہم لکھتے ہیں کہ ویدوں میں کسی زمانہ کا ہی ذکر نہیں۔ اس فقرہ کو ختم کرتے ہوئے آپ نے ذوق کے یہ شعر لکھے ہیں۔

(۳) سمجھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری اُنکی شیخی جھڑ گئی گھڑی کے بعد

میں آپکے اس شعر کو معہ شکریہ کے آپ کے لئے ہی واپس لوٹاتا ہوں۔

(چہارم) مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "اُن معنوں سے جو آپ یا آجکل کے سائنس داں مراد لیتے ہیں قرآن شریف سائنس کی کتاب نہیں۔ قرآن تو ہدایت کی کتاب ہے کیا معنے؟ گمراہ بندوں کو جو خدا سے تعلق توڑ کر دوسروں سے وہی تعلیم کم و بیش جوڑتے ہیں اُنکو خدا کے ساتھ ملاتی ہے احکام خداوندی متعلق عبادت و معاشرت بتلاتی ہے اور نیک باتوں کا وعظ کرتی ہے اس وعظ میں اگر زمانہ ماضی کے کسی قصّہ کو بطور نصیحت بیان کرنا مناسب ہو تو اسے بھی بطور نظیر پیش کرکے نتیجہ پر اطلاع دیتی ہے"

کسی نے سچ کہا ہے "جادو وہ جو سر چڑھ بولے" خود مولوی صاحب کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن کا خدا سائنس سے بے بہرہ ہے شکر ہے کہ مولوی صاحب نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ "وہ قرآن شریف سائنس کی کتاب نہیں" اور ہو کیونکر سکتی ہے جو کتاب گوشت خوری اور مرد، و نساء نے اور خون کے رشتوں کے ساتھ شادی کرنے۔ ایک وقت میں چار بیویاں بیاہنے وغیرہ جہالت سے پُر مسایل کی تعلیم دے۔ اُسکو کون شخص سائنس کی کتاب کہہ سکتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ قرآن ہے کیا۔ اس کا جواب جناب دیتے ہیں کہ "گمراہ بندوں کا خدا سے تعلق جوڑتی ہے" میں کہوں گا یہ بھی غلط ہے جب قرآن کی رو سے ادا کون ہے نہیں تو گمراہ کس لئے کئے اور کیسے ہوئے اور بفرض محال یہ خیال بھی لیا جائے تو بھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیا قرآن میں سمادھی یا مراقبہ یوگ ابھیاس ریاضت روحانی کا کہیں اشارہ بھی ہے پھر معلوم کہ خدا سے تعلق کیسے جوڑ سکتی ہے؟ "وہ عبادت و معاشرت بتلاتی اور نیک باتوں کا وعظ کرتی ہے"

قرآن کی عبادت کی ذرا تشریح تو کرتے۔ کیا دعا مانگ لینے کو آپ عبادت کہتے ہیں۔ کیا نہ بانی جمع خرچ کی تمام متعلقہ عبادت قرآن سکھلاتا ہے معاشرت

کی تعلیم کیا ہی دہ کتاب دے سکتی ہے۔ جو سائنس کی کتاب ہی نہیں۔ آپ مولوی صاحب گھبرا گئے ہیں اور پھر تو ابھی لکھتے ہیں کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں۔ پھر اُسکو معاشرت کی تعلیم دینے والے کہنے لگ گئے۔ کچھ تو ہوش کیجئے۔

ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ بنیا۔ باتوں کا وعظ کرتی ہے۔ کیوں نہ ساتھ جہاد اور قربانی حیوانات کی تعلیمات دی ہیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ اگر زمانہ ماضی کے کسی قصے کو بیان کرنا مناسب ہو تو اسے بھی بیان کرتی ہے۔ گویا آپ صاف طور پر اقبال کرتے ہیں کہ

# قرآن میں قصّے کہانیاں ہیں

بھلا مولوی صاحب خدا کو کیا ضرورت پڑی کہ موسےٰ ابراہیم کے ہی قصّے گھڑتا جو سائنس اور علم و عقل وغیرہ نہیں رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ موسےٰ وغیرہ خدا کو پیارے ہیں۔ دیرہا کرشن۔ ویاس وغیرہ نہیں۔ اگر خدا قصّے ہی لکھتا ہے تو کُل دُنیا کے مذہبی دیوتاؤں کے تو لکھتا۔ بس ہم پیسے کو پینا نہیں چاہتے۔ آپ جبکہ اقراری ہیں کہ اس میں قصّے کہانیاں ہیں تو ہم اور کیا کہیں۔

(۵) معلوم شرینا۔

آپ دوہراتے ہیں کہ وید کی تعلیم کے مطابق اگر کُل دنیا عمل پیرا ہو تو ایک دن ایسا آ دے گا۔ کہ نہ سواری کے لئے گھوڑا اور شہد کو مکھی ملے گی" اور وجہ یہ دیتے ہیں کہ وہ سب روحیں اپنی بداعمالی کی سزا بھگت کر آخر انسانی جون (قالب) میں آجائیں گی اور انسانی جون کی روحیں بوجہ نیک عملی کے اُدھر نہیں جائینگی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دل میں بھی دخل ہے۔ ورنہ اُن کو کیسے جرات ہوتی کہ اس بات کو ہماری طرف سے فرض کر لیتے کہ جو روحیں انسانی قالب میں آتی ہیں وہ حیوانی قالب میں بوجہ پاپ کرنے کے بھی نہیں جاتیں۔

مولوی صاحب آپ کو پتہ نہیں کہ وید کی تعلیم اس مضمون کے متعلق کیا ہے۔ لیجئے غور سے پڑھئے۔ یجر وید ادھیائے ۴ میں انسانی قالب میں جیو آتما کو [illegible] یعنے نفل جنت رکھا گیا ہے۔ اور اسی ادھیائے میں بتلایا گیا ہے کہ جو انسان بدکردار اور نفس کے غلام موذی وغیرہ ہوتے ہیں۔ وہ انسانی قالب چھوڑنے کے بعد نیچ یونیوں یعنے

حیوانات کے قالب میں جاتے ہیں۔

(دیکھو یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۳)

جملہ حیوانات کے قالب مثل ہسپتال یا حوالات کے ہیں اور انسانی قالب مثل گھر کے سمجھ لیجئے۔ جو شخص گھر میں رہتا ہوا چوری وغیرہ جرائم کا مرتکب ہوتا ہے وہ عادل حاکم کے حکم سے جیلخانہ میں بھیجا جاتا ہے جب تک یہ جیلخانہ میں رہتا ہے۔ تب تک اور گنہگار یا مجرم برابر جیلخانہ میں جاتے رہتے ہیں جن کی میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ وہ گھر کو لوٹ آتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ایک دفعہ جیلخانہ سے لوٹ کر آیا ہوا پھر کوئی خرابی گھر میں آنکر کرے تو کیا وہ دوبارہ جیلخانہ میں نہیں بھیجا جاتا۔ ضرور بھیجا جاتا ہے۔ اسیطرح سے حیوانات کے قالب سے انسانی قالب میں روحیں آتی رہتی اور انسانی قالب سے حیوانات کے قالب میں جاتی رہتی ہیں۔ البتہ روحیں اُس حالت میں انسانی قالب میں داخل ہو کر حیوانی قالب میں نہیں جاسکتی تھیں۔ جبکہ یہ فعل مختار نہ ہوتیں۔ لیکن چونکہ وید کی تعلیم اور عقل سلیم کی رائے کے مطابق انسان ~~آتما~~ یعنے فعل مختار ہے۔ اس لئے جہاں یہ اس انسانی قالب سے ترقی کر کے نجات کا درجہ حاصل کر سکتا ہے وہاں اسی قالب میں گناہ کبیرہ کرتا ہوا تنزل کر جاتا۔ اور حیوانی قالب شدہی کے لئے داخل ہوتا ہے۔ پس وہ زمانہ اُس حالت میں تو آسکتا تھا کہ مولوی صاحب کو سواری کے لئے گھوڑا نہ ملتا جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسانی قالب سے تو کوئی روح حیوانی قالب میں بد اعمالی کی سزا بھگتنے کے لئے نہیں جاتی۔ لیکن چونکہ ہم انسانی قالب میں روح کو فعل مختار مانتے ہیں۔ اس لئے ایسا فرض نہیں کر سکتے۔

مولوی صاحب بجائے اس کے کہ اس بات کو پوچھتے اور یہ جواب پاتے جو کہ میں نے ابھی اوپر درج کیا ہے! ایسے گھمنڈ میں آگئے کہ انہوں نے سمجھا کہ خبر نہیں اس کا جواب کوئی دے ہی نہیں سکے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مولوی صاحب نے تو پیشین گوئی کی ہے۔ ذرا مولوی صاحب کے الفاظ تو دیکھئے۔

"میں تجربے سے پیشین گوئی کرتا ہوں کہ آپ اس کا جواب نہ دیں گے اور یونہی ٹال ٹول بتلا دینگے۔"

زاہد نداشت تابِ جمالِ پری رخاں — کنجِ گرفت ترسِ خدا را بہانہ ساخت

میں نے چونکہ جواب دیدیا ہے اس لئے مولوی صاحب آپ بتلایئے کہ آپ کی پیشین گوئی غلط ہوئی یا نہیں۔ آپ کے اس تکبر پر افسوس ہے!

تکبر تو مانا جو نقص یعنے مولوی صاحب کے قایم کردہ اصولوں میں (دیکھو پرچہ ماہ نومبر ۱۸۹۸ء) نکالے تھے اُن کو ساتھ ہی اس تازہ تحریر میں ترمیم کے نام سے قبول بھی کرتے ہیں جس کے معنے صاف یہ ہیں کہ نومبر ۱۸۹۸ء کے پرچہ میں جو خیالات مولوی صاحب نے ظاہر کئے تھے اُن کو وہ درست ثابت نہیں کر سکے۔ مثلاً آپ نے نومبر ۱۸۹۸ء کے پرچہ میں لکھا تھا کہ "جو امراور کام ایک فردِ انسان کرتا ہے۔ دوسروں سے بھی ممکن ہے" (اصول نمبر ۲) جون ۱۹۰۰ء کے رسالہ میں میں نے لکھا تھا کہ "آپ کی یہ عبارت ناقص ہے اس میں یہ الفاظ جب تک درج نہ کئے جائیں۔ تب تک آپ کا اصول پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتا۔ الفاظ یہ ہیں۔ جن حالات کے اندر جو امر اور کام ایک فردِ انسان کرتا ہے اُنہی حالات کے اندر وہی دوسروں سے بھی ممکن ہے"

پھر میں نے آپ کے اصول نمبر ۱ کی غلطی اس طور پر جون ۱۹۰۰ء کے رسالہ میں بتلائی تھی کہ "خدائی مذہب یا تعلیم" چاہئے نہ کہ "پھر میں نے لکھا تھا کہ" آپ کا اصول نمبر ۳ یہ خود اصول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھیر سکتا ہے۔ ضمنی بات کو اصول قرار دینا غلطی ہے"

صاحبان! دیکھئے کہ مولوی صاحب نے نومبر ۱۸۹۸ء کے پرچہ میں تین اصول بطور امرِ مسلمہ لکھے تھے میں نے تینوں غلطیاں اور نقص جون ۱۹۰۰ء کے رسالہ میں دکھائے اگر مولوی صاحب کو منطق میں اچھا دخل ہوتا تو ضرور ہی میری تحریر میں نقص ثابت کر کے اپنے اصولوں کو درست کرنے کی کوشش کرتے لیکن منطق اور دلیل جھوٹھ کو سچ کہاں بنا سکتا ہے اس لئے کسی منطق اور دلیل نے مولوی صاحب کی مدد نہ کی! ور اُن کو تازہ تحریر میں ہماری تحریر کے خلاف ایک لفظ بھی لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ البتہ رمالوں کی طرح پیشین گوئی کرنے لگ گئے۔ کہ ماسٹر صاحب جواب نہ دینگے وغیرہ۔

اب میں اس آخری تحریر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب میرے

ترمیم شدہ اصول نمبر ۲ کو بھی مان لیں۔ جیسا کہ انہوں نے صاف طور پر ثابت تو وہ
مطلب جس کے لئے وہ ہاتھ پاؤں مارنا چاہتے ہیں۔ کبھی بھی برآمد نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے
اصول نمبر ۲ یہ ہے کہ وہ جن حالات کے اندر جو امر اور کام ایک فرد انسان کرتا ہے۔ انہیں
حالات کے اندر وہی دوسروں سے بھی ممکن ہے!!

مولوی صاحب ممکن کے معنے لازمی کے لے رہے ہیں جس وجہ سے وہ غلطی کے چکر میں
آکر پیشین گوئی پر آن اُترے دیکھئے جناب ممکن ہونے سے کوئی امر لازمی نہیں بن سکتا
آپ کا یہ فرض کرنا اور مان لینا کہ تمام بنی نوع انسان ہزار سال تک نیک ہو جائینگے۔ بہر
حال فرض سے بڑھکر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور سیان فرضی ہوائی قلعوں کی بنا پر یہ
لکھ رہے ہیں کہ ویدک تعلیم کی اشاعت سے نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ کیا انسان
کو فعل مختار مانتے ہوئے آپ کبھی ایسے لایعنی قیاسات دل میں لا سکتے ہیں۔ ہر زمانہ میں
نیک و بد رہینگے۔ سورج خواہ نکلا ہوا ہو لیکن جو کور چشم ہیں وہ اُس سے فایدہ اُٹھا ہی
نہیں سکتے۔ ویدک تعلیم ہر زمانہ میں رہتی ہے۔ وید کا سورج ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔ کیونکہ
جہاں جہاں سچائی ہے۔ وہ ویدک تعلیم ہے۔ پھر کیوں نہیں کل لوگ نیک ہو گئے
اس کی وجہ آپ نہیں بتلا سکتے۔ کیونکہ آپ انسان کو فعل مختار نہیں مانتے۔
ہر ایک چیز پر سورج چمکتا ہے۔ لیکن بجز شیشہ کے دیگر اشیاء اُس کی روشنی کو جذب
کرتی ہیں اسی طرح سے ہزار برس کو تو کیا اب بھی وید کی تعلیم بشکل سچائی کل دنیا میں
پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اُس سے فایدہ وہی اُٹھا رہے ہیں جن کے باطن تعصبات اور
جہالت سے بری ہیں۔ پس آپ اس فکر کو چھوڑیئے کہ اگر آپ وید کے مطابق چلن
اختیار کرینگے۔ تو آپ کو گھوڑا اور دودھ نہ ملے گا۔ ضرور ملے گا کیونکہ جو بداشخاص
ہیں وہ ان قالبوں میں جا کر آپ کی خدمت کرنے کو تیار رہینگے۔

(۴) شرط چہارم۔ ماہ اگست ۱۸۹۶ء کے رسالہ میں جو ہم نے لکھا تھا اُس کے
ایک اصول کی بھی آپ تردید نہیں کر سکے۔ صرف یہ لکھتے ہیں کہ کیا وید منتر مذکور
کو پڑھکر بھی آپ یہ کہیں گے کہ الہام ابتدا میں ہی ہوتا ہے۔ کیا کہنے کہ دلیل تو
کوئی بھی مولوی صاحب کے پاس نہیں۔ صرف ایک وید منتر کا ترجمہ جس کو وہ

سمجھ نہیں سکے اور جس کی تشریح میں نے کافی طور پر کر دی ہے۔ اُس کی بنا پر خیال کرتے ہیں کہ وید ابتدائی الہام نہیں ہو سکتا۔ منتر میں یہ تھا کہ تم اپنے بزرگوں کی پیروی کرو مولوی صاحب نے یعنی کا دلی اعتراض کیا ہے کہ آدی سرشٹی کے رشیوں کے بزرگ کون تھے میں کہوں گا جس طرح ہمارے بزرگ ہم سے پہلے تمام اشخاص ہو سکتے ہیں۔ اُسی طرح سے آدی سرشٹی کے رشیوں کے بزرگ پہلے کلپ کے رشی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ پہلے کلپ کی مراد ہم کیسے لیں تو اُس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ رگوید کے اخیر پر سم گچھدھوم سم ودھدھوم ۔ ۔ ۔ ۔ دیوابھاگم یتھاپوروے آتا ہے۔ اور اُسی مقام پر وہ مشہور منتر درج ہے۔ جو سندھیا میں سرشٹی ورشے کے متعلق درج ہے۔ اور جس میں یتھاپوروم کلپیت کے الفاظ آتے ہیں۔ تمام ودوان جانتے ہیں کہ اس منتر میں بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ سرشٹی پچھلے کلپ کے مطابق بنائی گئی ہے۔ اور یہی بات وہاں سمجھ لیجئے کہ آدی رشیوں کو پچھلے کلپ کے رشیوں کی پیروی کرنے کی ہدایت ہے۔ اور ہم لوگوں کو آدی سرشٹی کے رشیوں کی کیونکر بزرگ اپنے سے پیشتر ہوتا ہے۔ پس اس حالت میں بجائے اس کے کہ وید کے ابتدا میں ہونے پر کوئی حرف آئے۔ اُلٹی مضبوطی ہوتی ہے۔ یہانتک کہ وید پچھلے کلپ میں بھی تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آریہ لوگ وید کو ازلی مانتے ہیں۔

(۵) شرط پنجم۔ اس کو مولوی صاحب قبول کرتے ہیں۔ لیکن پوچھتے ہیں کہ یہ کیونکر نتیجہ نکالیں کہ وید میں ترمیم تنسیخ ایزادی کمی وغیرہ نہیں ہوئی۔ مولوی صاحب ذرا میکس ملر کی کتاب فزیکل ریلجن کا مطالعہ کریں۔ یا جملہ آریوں اور سناتنی پنڈتوں کی بات کو مانیں یا خود ثابت کریں۔ کہ وید میں فلاں منتر فلاں کی ترمیم تنسیخ کرتا ہے۔ لیکن کیا بقول مسلمانوں کے یہ بات درست نہیں۔ کہ قرآن سے پیشتر عیسےٰ صاحب پر الہام اُترا تھا۔ اگر وہ قایم تھا تو قرآن کے الہام کی ضرورت کیا پڑی؟ کیا آپ سینہ پر ہاتھ رکھکر کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں اجتماع ضدین نہیں ہے؟ یا ایک آیت کو دوسری جگہ پر رد نہیں کیا گیا۔ جب یہ بات ہے تو آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن میں ترمیم تنسیخ نہیں ہے۔

آپ ثبوت میں قرآن کی یہ آیت دیتے ہیں کہ

"ہم نے تیری طرف اے محمد سچی کتاب اُتاری ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اُن پر محافظ ہے"

خوب! ہم کس طرح جانیں کہ قرآن سچی کتاب ہے۔ خدا نے تو یہ کہہ دیا کہ یہ سچی ہے۔ لیکن سچائی کے پہچاننے کی کسوٹی کیوں نہ بتلائی۔ یہ خدا نے کہیں بتلایا ہے کہ جو کتاب عقل کے مطابق تعلیم دے وہ سچی ہوتی ہے۔ اور قرآن اس لئے سچی کتاب ہے۔ کہ یہ عقل کے مطابق ہے۔ چونکہ قرآن کے مسائل زیادہ تر عقل کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم کس طرح مان لیں کہ خدا کی یہ بات سچی ہے۔ کہ قرآن سچی کتاب ہے۔ خدا کیوں سچی کتاب کی کسوٹی بتلانی بھول گیا۔

اب رہی یہ بات کہ "قرآن کی کتاب اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ یہ بات کس طرح سے ثابت ہو۔ قرآن سے جو پہلے کی کتابیں ہیں۔ اُن کے ساتھ جب قرآن کو ملاتے ہیں۔ تو نہ ہی اُس کی عبارت مطابقت کھاتی ہے۔ نہ ہی اُس کا مطلب۔ گیتا۔ مہابھارت۔ ژند۔ اوستھا۔ بائیبل سب قرآن سے پہلی کی کتابیں ہیں۔ ان کی قرآن سے تصدیق کیوں نہیں ہوتی۔ اگر وہ کتابیں کوئی اور ہیں۔ تو خدا نے بڑا غضب ڈھایا جو اُن کا نام تک نہیں بتلایا۔ خدا کی اس بات کی تصدیق تب ہی ہو سکتی ہے جب ہم قرآن کو اُن کتابوں سے ملا لیں۔ خدا نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ وہ کتابیں دُنیا میں گم ہو گئیں ہیں۔ یا موجود ہیں۔ اگر گم ہو گئی ہیں۔ تو خدا کی بات کی تصدیق ہم کر ہی نہیں سکتے۔ یہ خدا کا کہنا ہی فضول ہوا۔ اگر قائم ہیں اور یہ کتاب اُن کی ترمیم تنسیخ نہیں کرتی۔ بلکہ تصدیق کرتی ہے۔ تو اُن کی موجودگی میں اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور وہ ضرورت خدا نے کیوں نہیں بتلائی؟۔ قرآن کے خدا کی یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن کی کتاب اُن کی محافظ کیسے ہے؟ بیجان کتاب ایک اور بیجان کتاب کی محافظ کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہاں مُراد تعلیم سے ہے۔ تو ہم حیران ہیں کہ خدا کو تعلیم کا لفظ آتا نہیں تھا یا معلوم نہ تھا۔ وہ کیوں قرآن کو بار بار کتاب پکارتا ہے۔ اور اس سے پہلے کا نام ولی کو کہیں [illegible] کہتا ہے۔ مولوی صاحب [illegible] آیت سے تو کچھ معقول مطلب نہیں نکلتا۔ اس آیت کی غلطیت [illegible] تو [illegible]

کرتے۔ بس لکھ کر ہی اس فقرہ کو ختم کر بیٹھے۔

(۶) **شرط ششم۔** ہم نے لکھا تھا۔ کہ قدرتی اشیاء کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا
آپ لکھتے ہیں۔ کہ بگاڑ تو سکتا ہے۔ اور مثال خربوزہ کی آپ دے سکتے ہیں۔ آپ کی
اس مثال سے یہ ثابت ہوا۔ کہ انسان قدرتی اشیاء کے ایک جزو کو بگاڑ سکتا ہے۔
نہ کہ کل قدرتی اشیاء کو۔ اور یہ میں بھی مانتا ہوں۔ کہ ویدوں کے چند منتروں کا الٹا ارتھ
کرنے سے موجودہ پوران مت اور دین اسلام کی شکل دنیا میں قائم ہوئی۔ لیکن یہ یاد
رہے۔ کہ اگر ایک شخص چند وید منتروں کے الٹے ارتھ کر سکتا ہے۔ تو مقابلہ پر سینکڑوں
شخص وید منتروں کے صحیح ارتھ کرنیوالے بھی کبھی معدوم نہیں ہونگے۔ اگر دنیا میں سو آدمی
خربوزوں کے سڑانے کا فکر کریں۔ تو لاکھ آدمی ان کو بلوچی پٹھانوں کی طرح جان سے عزیز
جان کر حفاظت بھی کرینگے۔ لیکن یاد رکھیئے۔ کہ انسان کا قدرتی اشیاء کی کسی قدر شکل
پلٹنا اور اپنے حالات کے مطابق ان کو بہتر یا بدتر بنانا۔ انسان کے فعل مختار (کرتو) ہونے
پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ انسان کو فعل مختار نہیں مانتے۔ لہذا آپ کو یہ ثابت
کرنا مشکل ہو جائیگا۔ کہ انسان ایک حد تک کیوں قدرتی اشیاء کی شکل تبدیل کر سکتا۔
یا بقول آپ۔ کے بگاڑ سکتا ہے؟ ساتھ ہی میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اصول مادی اشیاء کی
نسبت درست ہے۔ غیر مادی اشیاء کی نسبت مسلم نہیں۔ لیکن دلیل آپ نے اس کے
لئے ایک بھی نہیں دی۔

ہم کیونکر محض آپ کے کہنے پر مان لیں کہ غیر مادی اشیاء میں یہ اصول نہیں گھٹتا۔ جبکہ ہم
روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک بچے کو سکھایا جاتا ہے۔ کہ تو روٹی کہو۔ وہ اپنی کمزوری یا آزادی
طبع کی وجہ سے "چوچی" کہتا ہے۔ کیا معنی کہ کلام کو بگاڑ دیتا ہے۔ لیکن اس کے والدین
اس کے مقابلہ پر اصل کلام کی حفاظت کرتے ہوئے روٹی ہی کہتے رہتے ہیں۔ لہذا آپ کا
یہ کہنا کہ غیر مادی حالت میں یہ اصول نہیں گھٹتا غلط ثابت ہوگیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ کہ
**الہامی کتاب غیر مادی ہے۔** افسوس صد افسوس کہ آپ کتاب کو جو شکل و صورت
رکھتی ہے۔ غیر مادی پکار رہے ہیں۔ کیا کسی لغات یا قرآن شریف میں کہیں یہ ذکر آیا ہے
کہ کتاب غیر مادی شے ہوا کرتی ہے۔ یا آپ کوئی دلیل دے سکتے ہیں۔؟ آگے چلکر کہتے ہیں

کہ وہ الہامی کتاب اُس مضمون کا نام ہے"۔ جناب من میں تو حوالہ چاہتا ہوں۔ کس لغات میں
لکھا ہے۔ کہ قرآن کی کتاب سے مراد قرآن کے مضمون سے ہے۔ یا یہ کہ کتاب کے معنے مضمون کے
ہیں۔ اچھا آپ فرماتے ہیں :-

" اس مضمون کا تلف ہو جانا یہ ہے کہ لوگوں کو وہ مضمون بھول جائے خصوصاً اُس
زمانہ میں جبکہ نوشت وخواند کا دستور ہی نہیں تھا۔ سب یاد پر ہی مدار تھا"

ابھی دو سطر پہلے آپ لکھ رہے تھے کہ الہامی کتاب غیر مادی ہے اور غیر مادی کی نسبت بگاڑ وغیرہ کا
اصول گھٹ نہیں سکتا۔ اور پھر خود ہی فرمانے لگے کہ الہامی مضمون تلف ہو سکتا ہے۔ اور تلف ہونے
سے مراد لوگوں کا بھول جانا ہے۔ پس مولویصاحب اگر قرآن سے پیشتر بقول آپکے الہام موجود تھے
تو بقول آپکے اتنے ہی تلف ہو سکتے تھے۔ لوگ اُنکو بھول جائیں۔ اسلئے خدا کو لوگوں کے حافظہ درست
کرنیکا فکر کرنا چاہیئے تھا نہ کہ نئے الہام کو اتارنے کا۔ اگر میرے پاس ایک کتاب ہے۔ اور میں اسکو یاد
نہیں کر سکتا۔ تو مجھے اُسکے یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ نہ کہ ایک نئی کتاب ویسی ہی روز خرید
لاؤں۔ ہاں اگر مولویصاحب کہیں کہ پہلے الہام مشکل زبان میں تھے۔ اسلئے لوگ بھول جاتے تھے
قرآن کا الہام آسان زبان میں اتارا تو اُسوقت ہم کہینگے کہ کیا حضرت الانسان کی طاقت کا اندازہ
خدا کو پہلے معلوم نہ تھا۔ اُس نے پہلے ہی کیوں آسان اور مناسب زبان میں الہام نہ کیا۔ بار بار ترمیم
و تنسیخ کیوں کی۔ مولویصاحب کی تحریر قدم قدم پر اجتماع ضدین کا مجموعہ ہے۔ ادھر کہے جا رہے
ہیں کہ الہامی کتاب غیر مادی ہوتی ہے۔ اور اُسکا تعلق یاد کرنے سے ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اُسکو مادی
قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ " اس زمانہ میں جبکہ نوشت وخواند کا دستور نہیں تھا۔ لوگ بھول جاتے
تھے" کیا معنے کہ نوشت وخواند قوت حافظہ کو بڑھانیکا نسخہ ہے۔ اچھا یہ اگر درست ہے تو خدا نے
اُسی پہلے الہام میں نوشت وخواند کی بھی تعلیم دی ہوتی۔ اُسکو نئے الہام کے جاری کرنے کی ضرورت
کیا پڑی۔ آگے چلکر مولویصاحب نے وہ بے تکی ہانکی ہے کہ کوئی نہ ہانک سکے۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ اگر
وہ حافظ لوگ ویدوں کو حفظ کرنا چھوڑ دیتے۔ تو آج وید آپ کو کیسے ملتے۔ جناب من! یہ تو وہ
بات ہے۔ جیسا کوئی کہے اگر لوگ شادی نہ کرتے تو آج نسل کا خاتمہ ہو جاتا۔ یا اگر لوگ روٹی نہ کھاتے
تو زندہ کیسے رہ سکتے۔ بھلا مولویصاحب کیا انسان کے فطرتی فعل کبھی بند ہو سکتے ہیں۔ اگر انسان
کی زبان اور قوت حافظہ تھی اور رہیگی۔ تو وہ ضرور بولا کرینگے۔ اور یاد کیا کرینگے۔ اور ساتھ ہی وید

کیے کلام کی بھی حفاظت کرتے جائینگے۔ یہ خدائی قاعدہ ہے اس کو کون بند کر سکتا ہے۔ پھر آپ کا یہ ارشاد عجیب ہے کہ قرآن کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔ خدا کے واسطے ایک دلیل تو دیتے۔ کہ کیوں قرآن سے خدا کو اتنا پیار ہے۔ اور اسمیں کیا خصوصیت ہے۔ اور دوسری الہامی کتابوں کی جو قرآن سے پہلے تھیں وہ کیوں حفاظت نہ کر سکا۔ ہم تو قرآنی خدا کی عادت سے واقف ہیں۔ وہ پہلے الہاموں کو تلف سے نہ روک سکا۔ تو اب قرآن کی حفاظت کیسے کر سکتا۔

دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کی حفاظت اب خدا کو منظور نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو کیوں دنیا کا رُخ اس طرف ہوتا کہ الہامی تعلیم وہی ہو سکتی ہے جو معقول ہو۔ اور کیوں دن بدن سائنس داں مُردے جلانے کی معقول رسم کو مغرب میں جاری کرتے ہوئے عمل اور عقل سے قرآنی تعلیم کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ خدا لوگوں کو شیطان سے نہیں بچا سکا۔ قرآن کی تعلیم کو عقل کی چوٹوں سے نہیں بچا سکیگا۔

(۷) ہشتم۔ آپ ہر دل عزیز کی طرح دلیل نہ رکھتے ہوئے ہماری ہر ایک بات پر صاد کئے جاتے ہیں۔ گو ہمیں اس سے خوشی ہوتی ہے۔ لیکن آپ اپنے گھر کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص کو کوئی کہے کہ مجھے روپیہ ضرور دو گے اور وہ وعدہ کرے کہ ہاں ضرور دونگا لیکن گھر میں سَو روپیہ بھی نہ ہو۔ تو اُس کے اس وعدہ سے کیا فائدہ؟ ہم نے لکھا تھا کہ ہر کلپ کے بعد اسی الہام کا ہونا ضروری ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمیں کسی طرح مضر نہیں"۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ "اگر کلپ یعنی دوسری بار دنیا کا پیدا ہونا ہے۔ تو یہی قرآن پھر نازل ہوگا"۔

جناب مولوی صاحب ذرا ہوش کیجئے۔ کلپ کے معنی تو سمجھ لیتے۔ پیشتر اس کے اسی قرآن کو دوبارہ نازل کراتے۔ کیا دوزخ و بہشت سے لوٹ کر قرآن کے ماننے والے پھر اس روئے زمین پر پیدا ہونگے۔ اور اُنہیں ضرورت قرآن کی رہیگی۔ کیا آپ جو ابدی بہشت اور ابدی دوزخ کے ماننے والے ہیں۔ اگر مگر کی شرط کے ساتھ کبھی کلپ کے مسئلہ کو مان سکتے ہیں۔ اگر آپ نے مان لیا تو قرآنی بہشت و دوزخ کے مسئلہ پر پانی پھر گیا۔ نہ صرف یہی بلکہ کلپ کے بعد سے مراد ہمیشہ ہم لوگ یہی لیا کرتے ہیں کہ سرشٹی کی ابتدا یعنی جب دُنیا

کی پیدائش شروع ہوتی ہے۔ اُس کو کلپ کے ابد کا زمانہ کہتے ہیں۔ کیا معنی کہ کلپ کے بعد کے معنی آدی سرشٹی کے ہیں۔

اب تک تو آپ یہ لکھے جارہے تھے۔ کہ قرآن کا ابتدائے آفرینش کے زمانہ میں الہام نہیں ہوا۔ لیکن میری ہاں میں ہاں ملانے کی خاطر بے سوچے آپ نے لکھ دیا کہ قرآن کا الہام دوسرے کلپ کے بعد ہوگا۔ کیا معنی کہ آیندہ کے لئے آپ نے الہام کا ہونا دنیا کی ابتدا میں منظور فرما لیا ہے۔

(۸) شرط ہشتم۔ کو آپ نے بالکل تسلیم کیا ہے۔ اور مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں وید کے رو سے ایشور کی صفات بتلاؤں۔ سو اس مضمون کے خاتمہ پر وید کی تعلیم کا قرآن کی تعلیم سے جہاں موازنہ کرونگا۔ وہاں پر آپ براہ مہربانی غور سے پڑھیئے گا۔

(۹) شرط نہم۔ آپ نے میری اس شرط کو بھی منظور کر لیا ہے۔ اور پھر آپ لکھ رہے ہیں کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ "جو سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے" اگر یہ سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے۔ تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سائنس کی کتاب ہوگی۔ لیکن اگر کوئی ایسا کہے۔ تو میں مولویصاحب کی پہلی بات کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا کہ یہ سائنس کی کتاب نہیں ہے۔ اور دلیل میں مولویصاحب کے الفاظ پیش کرونگا۔ اور اس کو سمجھاؤنگا کہ بھائی سائنس کی کتاب وہ ہوتی ہے۔ جو

(حسب ضروری چیزوں کو مطابق عقل بیان کرتی ہے)

مولویصاحب نے کہاں لکھا ہے کہ قرآن سب ضروری چیزوں کو صحیح طور پر یا عقل کے مطابق بیان کرتا ہے۔ اُنہوں نے جو لکھا ہے کہ "یہ سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے" سو محض بیان کرنے والی کتاب کبھی صحیح علم یا سائنس یا معقولیت کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ ہم نے ثابت کیا تھا کہ قدرتی الہام کی خصوصیت اُس کا عالمگیر ہونا ہے۔ اس کے جواب میں جناب لکھتے ہیں کہ "خدا فرماتا ہے۔ ہم نے تیری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے۔ جو سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے۔ سراسر ہدایت اور رحمت اور فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے" خدا کی یہ بات ہمیں تو خالی از نقص نہیں معلوم ہوتی۔ دیکھئے اوّل تو خدا کو لکھنا چاہیئے تھا کہ ایسی کا نام دی ہے نہ کہ کتاب

بھیجی ہے۔ کتاب اور کلام کا فرق خدا کو کرنا لازمی تھا۔

(۲) - جہاں لکھا ہے کہ "جو سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے" وہاں اُس کا مطلب اگر اِس کو الہامی قرار دینے کا تھا تو ایک لفظ یہ لکھ دیتا کہ سچائی کے ساتھ معقولیت کے ساتھ سب ضروری چیزوں کو بیان کرتی ہے۔ یہ بڑی بھاری غلطی کیوں اُس نے کر دی۔

(۳) اِس قرآن کی نسبت متکلم کا یہ قول کبھی درست ثابت نہیں ہو سکتا امر واقعہ کے خلاف ہے۔ مولویصاحب تو لکھ رہے ہیں۔ کہ قرآن سائینس کی کتاب نہیں اور خدا لکھ رہا ہے۔ کہ اس میں سب ضروری چیزوں کا بیان ہے۔ حالانکہ روح۔ مادہ کی ازلیت کا ذکر تک نہیں اور جو قواعد زندگی وغیرہ لکھے ہیں وہ سراسر غلط اور خلافِ عقل ہیں۔

(۴) خدا محمد صاحب کو کہہ رہا ہے۔ کہ ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ اِس میں سب لوگوں سے مراد خدا کی کیا ہے۔ کیا مولویصاحب کسی تاریخ کے حوالا سے خدا کے اِس کلام کی تائید کر کے دکھلا سکتے ہیں۔ کہ محمد صاحب درحقیقت سب لوگوں کو وعظ کر سکے۔ اگر نہیں تو خدا کا یہ کہنا غلط ہوا۔

(۵) اگر خدا قرآن کی کتاب کو کہہ رہا ہے۔ کہ ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ تو بھی سراسر غلط ہے۔ کیونکہ مولویصاحب فرماتے ہیں کہ قرآن سے پیشتر کئی الہامی کتابیں تھیں۔ اگر قرآن سب لوگوں کے لئے تھا تو وہ محمد صاحب سے پہلے کے لوگ کیا سب لوگوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو خدا کا یہ کہنا کہ محمد صاحب یا قرآن شریف سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ سراسر غلط ثابت ہوا۔ ویدہی سب لوگوں کے لئے رہا ہے۔ جو تسلسل سورج کی شروع سے آج تک برابر قایم رہا اور آیندہ رہیگا۔

مولویصاحب قرآن کو عالمگیر یعنی سب لوگوں اور ملکوں کے لئے لکھ رہے ہیں۔ لیکن اِس بات کا جواب آپوں نے یاد سکو دکھوں نہ کیا۔ جو پہلے یہ لکھ چکے تھے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ الہام کیا ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُس کے گرد والوں کو ڈرائے۔

(۱۰) شرط دہم۔ اسکو منظور کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ اِس کا مضمون اور شرط سوم کا مضمون ایک ہی ہے۔ صرف تعداد بڑھانے کو آپ نے لکھا ہے۔ ہرگز نہیں

مولویصاحب شرط سوئم کو سمجھے نہیں ورنہ ایسا کیوں لکھتے۔ میں نے شرط سوئم میں عرض کی تھی۔ کہ "خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے" (دیکھو رسالہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء) اور اُس کی اس جگہ پر شرح کرتے ہوئے تبلایا تھا کہ الہام کا مضمون قدرت یا قدرتی اشیا کی تشریح کرنا۔ اور اُن کے متعلق علم مہیا کرنا ہے۔ نہ کہ تاریخی کتاب کیطرح قصّے کہانیاں بیان کرنا۔ گویا شرط سوئم میں میں نے دے دیا الہام کے مضمون کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر شرط دہم میں لکھا تھا کہ "وہ الہام کے پرکھنے کی کسوٹی اور دلیل بھی ہے" (دیکھو رسالہ مذکور ۱۸۹۹ء)

اس شرط دہم میں یہ ذکر کرنا مطلوب تھا کہ یہ جانتے ہوئے کہ قدرتی اشیا و یا قدرت کی تشریح کرنا ہی الہامی تعلیم کا مدعا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر فرضاً الہامی تعلیم میں چند باتیں غلط اور چند درست ہوں۔ تو غلط کو کیونکر جان سکیں۔ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ "اگر الہام کا کوئی حصہ قدرتی قوانین کے مطابق نہ پایا جاوے۔ تو وہ حصّہ سچا نہیں ہو سکیگا" (دیکھو رسالہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء)

پھر میں نے تبلایا تھا کہ قدرت اور الہام کی مطابقت جانچنے والی طاقت یا آلہ ہر ایک انسان کے پاس دلیل ہی ہے۔ اور اسبات کو رسالہ مذکور میں اسطور پر لکھا تھا۔ کہ "روشنی اچھی ہے۔ یا بُری اُسکی شہادت آنکھ دیسکتی ہے۔ ذائقہ اچھا ہے۔ یا خراب اسکی شاہد زبان ہے۔ علم سچا ہے۔ یا جھوٹا اُسکی گواہی عقل یعنی دلیل ہی دے سکتی ہے" پس آپ کا یہ لکھنا کہ شرط سوئم اور دہم کا مضمون ایک ہی ہے۔ درست نہیں۔ کیا اگر کوئی شخص کہے کہ تھیلی میں کیا ہونا چاہیئے۔ اور اُسکا جواب دیا جائے کہ اشرفیاں۔ پھر کہا جاوے کہ اشرفیاں کس طرح پرکھی جا سکتی ہیں۔ تو اُس کا جواب ہو کہ دیگر اشرفیاں کے ساتھ تولنے سے یا کسوٹی پر کس لگانے سے تو کیا یہ دونوں جواب ایک ہی ہیں! جب نہیں تو ہماری بھی شرط سوئم اور دہم کا مضمون ہرگز ایک نہیں سمجھنا چاہیئے۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "شرط دہم کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے۔ جو شرط سوئم کا" یہ کہہ کر آپ نے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم نے دوبارہ آپ کے جواب متعلقہ شرط سوئم کو پڑھا جس میں سوائے اس کے کہ آپ کو گھوڑا اور دودھ نہ ملنے کی شکایت ہے۔ یا یہ زعم

ہے کہ ہم جواب نہ دے سکیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین آپ کا تازہ جواب متعلقہ شرط سویم رسالہ نومبر ۱۹۰۰ء میں لفظ بلفظ پڑھ جائیں۔ تاکہ اُن کو پتہ لگ سکے کہ آپ نے قرآن کی تعلیم پرکھنے کی کسوٹی ہماری دلیل اور قوانین قدرت کے مقابلہ پر کیا تبلائی ہے۔ مولوی صاحب نے ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ جس سے ظاہر ہو کہ قرآن کو ہم دلیل سے پرکھ سکتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ شرط کا جواب دیتے ہوئے جہاں قرآن کو سچی کتاب ظاہر کیا۔ وہاں بھی کہیں بھول سے سچی کتاب کو پرکھنے کی کسوٹی دلیل کا نام نہیں لیا۔ سچ ہے۔ مولوی صاحب خوب جانتے ہیں۔ کہ اگر دلیل کو کسوٹی مان لیا۔ تو پھر ابدی دوزخ اور بہشت اور تمام تعلیم کو جو عقل کے خلاف ہے۔ خیرباد کہنا پڑیگا۔ اس لئے دیکھئے کیسی چالاکی سے کام لیا ہے۔ یہ کہ کر اُس کا جواب نمبر ۳ میں آگیا ہے۔ واہ صاحب واہ۔

**(۱۱) شرط گیارہویں۔** اُس کو آپ نے منظور نہیں کیا۔ ہم نے لکھا تھا کہ "الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہیئے" اس کا آپ جواب دیتے ہیں کہ آپ نے کوئی دلیل نہیں دی۔ مولوی صاحب آپ نے وہ بات کی ساری رات پڑھتے رہے زلیخا صبح اُٹھ کر پوچھنے لگے۔ کہ زلیخا مرد تھا یا عورت اور ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ اُس کا جواب ہماری تقریر سابق میں آگیا ہے۔ عجب حیرانی کی بات ہے۔ کہ میرے سوال سے جواب آپ نے اُس کا پہلے ہی دے دیا۔ کیوں نہیں چالاکی چھوڑ کر صاف لکھتے کہ اُس کے متعلق آپ پہلے کافی دلائل دے چکے ہیں اور بندہ بھی کافی دلائل دے چکا ہے۔ اب نئے جواب کی ضرورت نہیں۔ بجائے اس قسم کی عبارت لکھنے کے پبلک پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ شرط گیارھویں کا جواب تو ہم اُس شرط کے سُننے سے گویا سابق میں ہی دے چکے ہیں۔ لیکن ماسٹر صاحب نے گویا شرط گیارھویں کے متعلق دلائل نہیں دیئے۔ کیا مولوی صاحب یہ غلط بیانی نہیں ہے۔ پس اس کے یہ معنی ہیں کہ مولوی صاحب کے پاس ہماری اُن دلائل کا جو کہ ویدک سنسکرت کو ابتدائی مکمل فصیح اور دنیا بھر کی زبانوں کی مادر مہربان تبلانے کے لئے دی تھیں۔ کوئی جواب نہیں اور نہ ہے۔ کیا اُن دلائل کا جواب دینے کے لئے آپ کے پاس اپنی یا بیگانی کوئی دلیل ہے جو کہ ہم نے عربی زبان کو بالکل تبلانے کے لئے دی تھیں۔

**(۱۲) شرط بارہویں۔** ہماری اس شرط کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ و منو شاستری

ہی کوئی مانیگا۔ بہت خوب ہمیں منظور ہے،" مولوی صاحب کسی منطقی سے پوچھیئے گا۔ کہ
آپ خوشامدی ہوتے ہیں۔ یا نہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ "الہامی کتاب وہ ہے جسمیں
الہامی تعلیم درج ہو۔"

اس پر آپ کہتے ہیں کہ منطق کی رو سے تعریفوں میں دور جائز نہیں "دوسرے
منطقی..... آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے ماسٹر جی نے سب کچھ حلال کردیا۔"

جہاں مولویصاحب نے لکھا تھا کہ دور جائز نہیں وہاں مثال بھی دے دیتے کہ پہلے کہاں
الہامی کتاب کی ہی یا کچھ اور تعریف کر آئے ہیں۔ مولوی صاحب الہام اور الہامی کتاب
میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اگر کر سکتے تو منطقی صاحبان کو دوسرے کے الفاظ سے کیوں
یاد کرتے۔؟

شرط اول میں ہم نے الہام کو علم کا مترادف کہا تھا۔ شرط دویم میں لکھا تھا کہ الہام
یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرفی کی باتیں یا قصے کہانیاں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ شرط سویم میں
خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری لکھی تھی۔ شرط چہارم میں لکھا تھا کہ الہام دنیا کی
پیدائش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے۔

نمبر ۵ میں ترمیم تنسیخ ایزادی کمی نہیں ہو سکتی۔ یہ لکھا تھا۔ نمبر ۶ کا عنوان یہ تھا کہ قدرتی
شئے کو کوئی انسان کبھی تباہ نہیں کرسکتا۔ نمبر ۷ کا یہ عنوان تھا کہ ہر ایک کلپ کے بعد
اُسی الہام کا ہونا ضروری ہے۔ نمبر ۸ کا عنوان یہ تھا کہ ایشور کا کلام صفات ایزدی کے
مطابق ہونا چاہیئے۔ نمبر ۹ میں قدرتی اشیاء کی خصوصیتیں (الف) اُس کا عالمگیر ہونا (ب)
مکمل ہونا (ج) مفید ہونا بتلائیں تھیں۔ نمبر ۱۰ میں الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور
دلیل بتلائی تھی۔ نمبر ۱۱ میں الہامی زبان کی تعریف کی تھی۔ اور بارھویں نمبر میں الہامی کتاب
کی تعریف تھی۔ جس پر مولویصاحب تعریفوں میں دور جائز کرنے کا الزام مجھ پر دینے لگے
مولویصاحب نیک بخت منطقی صاحبان کو بلالیں اور پوچھیں کہ کہاں ہم نے پہلے الہامی
کتاب کی تعریف کردی تھی اور کس طرح سے ہم پر سب کچھ حلال کرنے کا الزام آسکتا ہے۔

اگر مولویصاحب کو منطق سے پیار ہوتا۔ تو ہرگز بیجا نکتہ چینی ہماری تحریر کی نہ کرتے لیکن
انکو تو منطق سے نفرت ہے۔ اگر نہ ہوتی تو شرط دہم کا جواب دیتے۔ وقت دلیل کا ذکر کرنا

کیوں چیٹ کر جاتے۔ اور منطقی صاحبان کو "مسخرے" کی گالی نہ دیتے۔
پنڈت۔ مولوی۔ فلاسفر۔ منطقی۔ مدرس۔ واعظ اور سب علماء فخر سے یاد کرنے کے لائق ہیں نہ کہ گالیاں دینے کے۔

(۱۳) شرط تیرہویں:۔ اس شرط میں ہم نے دو باتیں لکھی تھیں۔ (۱) الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعوے الہام ہو (۲) اور ملہم کے حالات وغیرہ کا اس کتاب میں ہونے ضرور ہیں۔

ہمیں نہایت خوشی ہوئی کہ جناب مولوی صاحب نے ہمارے دونوں دعاوی کو منظور فرمالیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے الفاظ منظوری یہ ہیں۔ "جزاول مسلم... مگر جزو دوم سے مراد اگر یہ ہے کہ اس الہامی کتاب میں ملہم کے حالات زندگی کا مندرج ہونا ضروری نہیں تو صحیح ہے"

بیشک ہماری یہ مراد ہے۔ کہ الہامی کتاب میں (ہمیں اور کتابوں سے کیا مطلب ہے) ملہم کے حالات ہونے ضروری نہیں ہیں۔ اور شکر ہے کہ آپ نے ہماری اس شرط کو آخر کار منظور فرمالیا۔ آگے چل کر مولوی صاحب وہی پرانی دہنا سری پھیلا رہے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ قرآن شریف منکروں کو للکارتا ہے۔ یہ کہتا ہوا کہ "اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شک ہے تو مجھ جیسا کلام لے آؤ"

قرآن کے اس للکارنے سے پایا گیا کہ منکر صرف عربی لوگ ہی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ وہی عربی زبان میں ملکہ رکھتے ہیں اور وہی عربی کلام تیار کرکے اگر اُن کو شک ہو تو لے جاسکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ انگریزی داں ہیں وہ تو اس چیلنج سے فائدہ اُٹھا ہی نہیں سکتے۔ اچھا ہم کسی عربی داں کو تیار کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن جیسی عربی لکھے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُس شخص کو بھیجیں کس جگہ۔ کیا قرآن کی کتاب جو بے جان ہے۔ اُس کے پاس وہ عبارت لے کر جائے یا حضرت محمد صاحب کے پاس جو اس وقت فوت ہوچکے یا خدا کے پاس اس کا پورا پتہ قرآن میں خدا نے کیوں نہیں دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک چیز کے تین درجہ ہوتے ہیں۔ ابتر۔ برابر۔ بہتر۔ اگر کوئی عربی داں کوشش کرے اور کسی صاحب کی کوشش سے قرآن سے بہتر عبارت تیار کرے۔ تو اُس کا فیصلہ کون دیگا۔ قرآن خود حضرت صاحب مرحوم

یا خدا۔ آپ کے اصول متعارفہ کے روسے جو ایک خاص حالات میں کرسکتا ہے۔ دوسرے سے بھی ممکن ہے۔ اور یہ اصول آپ کا پیش کردہ ہے۔ کیا اُسکی روسے اگر کسی نے عربی میں لکھا ہے۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی اور نہ لکھ سکے؟۔

ہے کہیں پر متکلم قرآن نے یہ کہا کہ اگر تم کو شک ہو۔ تو اور سچائی تو دکھاؤ۔ یا اگر تم کو شک ہو۔ تو عقل سے جانچو اور پھر کہو۔ مولوی صاحب بھلا یہ دعوئے الہام ہے۔ یا تجارتی آدمیوں کی اشتہار بازی۔

**ویدمنتروں کی پڑتال اور ہمارا جواب**:۔ آگے چل کر مولوی صاحب ویدمنتروں کی پڑتال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میں نہیں سمجھتا کہ اُس میں وید کے الہام کا کیا ذکر ہے"، مولوی صاحب آپ میری شرط اوّل کو بھول گئے۔ ورنہ ہرگز ایسا نہ لکھتے میں نے تو شرط اوّل میں الہام کو علم کے معنوں میں لیا ہے۔ اور یہ ہی آپ منظور کرچکے ہیں۔ (دیکھئے رسالہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء صفحہ ۳۹) آپ وید منتر کے اِن الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔ "علم مجسم پرمیشور ہم کو مبارک علم بخشتا ہے"۔ کیا میری اُس شرط کے مطابق اس کے یہ معنی آپ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ "علم مجسم خدا ہم کو مبارک الہام دیتا ہے"۔ اور لفظ وید کے معنے میں دس دفعہ عرض کرچکا ہوں کہ علم کے سوائے اور کچھ نہیں۔ لیکن نامعلوم کہ جناب یاد کیوں نہیں رکھتے۔ لہٰذا آپ کا یہ اعتراض کہ اِس منتر میں وید کے الہام کا ذکر کیا ہے۔ سراسر ردّ ہوا۔

آپ کا یہ کہنا خالی از لطف نہیں کہ جیسا کہ اللہ والے لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ کل دنیا کی راحتوں اور تکلیفوں کو خدا سے منسوب کرتے ہیں" جناب مولوی صاحب بھلا اس منتر کے کلام کو اس عبارت سے آپ ملاتے ہیں؟ خدا کے واسطے تبلائیے گا کہ منتر میں کہاں لکھا ہے کہ ایشور راحتوں اور تکلیفوں کا دینے والا ہے۔ آپ سعدی صاحب کی کمزوری وید کے گلے عجب چالاکی سے مڑھنا چاہتے ہیں۔ وید تو جیو کو فعل مختار مانتا ہے۔ قرآن کیطرح شیطان اور سعدی کی طرح خدا کو بدی یا تکلیف کا باعث نہیں گردانتا۔ اور نہ کہیں منتر میں لکھا ہے۔ پھر آپ نے اپنے گھر سے عبارت گھڑ کر اعتراض قائم کردیا۔ خوب حق پسندی ہو تو ایسی ہی ہو۔

ہمارے اِس اعتراض کا جواب کہ کہیں قرآن میں خدا کو مثل باپ کہا گیا ہے۔ مولویصاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں اس لئے قرآن میں خدا کی باپ نہیں کہا گیا۔ خوب شد! مولویصاحب اب آپ ہی تبلائیے کہ کہ قرآن کا خدا انسانی تجربوں سے سبق سیکھتا ہے یا نہیں۔ ایسے خدا کو ہمارا اسلام۔ آگے آپ لکھتے ہیں کہ اِس مضمون کو یہ آیت ظاہر کرتی ہے۔

"خدا نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ اُن میں نبی بھیجا جو خدا کے
حکم اُن کو سناتا ہے اور اپنی محبت سے پاکیزہ بناتا ہے۔"

اِس آیت پر ہمارے بہت سے اعتراض ہیں (۱) خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا ہے نہ کہ کُل انسانوں پر لہٰذا قرآن کی تعلیم عالمگیر نہیں ہو سکتی۔ (۲) نبی مسلمانوں میں بھیجا۔ کیوں نہیں اُس نے اپنے نبی کی بڑی عمر کر دی تاکہ وہی سب انسانوں کے پاس جاتا۔ مسلمانوں کے لئے خاص نبی بھیجا ہے۔ اوروں کے لئے کیوں نہیں۔ پس خدا ہرگز عادل نہیں ہو سکتا۔ (۳) معلوم ہوا کہ قرآن کا مذہب شخصی مذہب ہے۔ خدائی نہیں۔ نبی اگر نہ ہوتا تو کون حکم سُناتا۔ نبی ہی سُناتا ہے۔ گویا نبی کے کام کا ذکر قرآن میں درج ہے۔ اور ابھی مولویصاحب بیان کر چکے ہیں کہ الہامی کتاب میں مُلہم کے حالات زندگی کے درج ہونے ضروری نہیں۔ اب تبلائیے مولوی صاحب کہ قرآن میں تو آپ کے مانے ہوئے مُلہم صاحب کے حالات زندگی یعنے اُسکے اپدیش کے دورہ کا ذکر نکل آیا اب بھی آپ اس کو الہامی کتاب مانوگے (۴) وہی نبی اپنی محبت سے پاکیزہ بناتا ہے۔ اب چونکہ نبی رہا نہیں۔ اس لئے لوگ اب بغیر اُس کی محبت کے پاکیزہ بن نہیں سکتے۔ لہٰذا افسوس کہ خدا نے لوگوں کو پاکیزہ بنانے کا ایک ذریعہ تجربہ کے بعد نکالا تھا۔ لیکن وہ بھی نہ رہا۔ کیا محمد صاحب کے لیکچروں کی رپورٹ خدا نے قرآن میں لکھ دی یا کسی اور نے اور یہ الہامی کتاب جس میں مُلہم کے لیکچروں کے اثر اور رپورٹ کا ذکر ہے کبھی الہامی ہو سکتی ہے۔

آگے چل کر مولویصاحب نے سنسکرت دانی میں پگ اڑایا ہے۔ اور ہندوؤں کے شرک کی وجہ پاپ۔ اگنی وغیرہ الفاظ ہی تبلائے ہیں۔ مولوی صاحب جس بات میں دخل نہ ہو۔ اُس پر رائے دینا عاقلوں کا شیوہ نہیں۔ یہ تو آپ مانیں گے کہ میکس مُلر آپ سے ہزارہا

درجہ سنسکرت بڑھیا جانتا ہے۔ اور متعصب عیسائی بھی ہے۔ لیکن وہ "فزیکل ریلجن" نامی کتاب میں ویدک دیوتاؤں کے عنوان سے لکھتا ہوا دنیا کو بتلا رہا ہے۔ کہ آریہ لوگ قدرت کے پدارتھوں کو خدا نہیں مانتے تھے۔ مثل یونانیوں کے اور نہ وہ شرک کے مرض میں مبتلا تھے۔ لیکن افسوس کہ آپ سنسکرت کا ایک حرف بھی نہ جانیں اور دعاوی وہ کریں کہ میکس مولر کے بھی کان کتریں۔ ذرا ہوش کیجئے کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں۔ جناب من ہندوؤں کے شرک میں مبتلا ہونے کا باعث پران ہیں اگر آپ کو نہیں معلوم تو آج سُن رکھیئے جس دن ہندو پرانوں کو خیرباد کہیں گے۔ اُس دن اگر شرک نام کو رہے تو ہم ذمہ دار۔

آگے چل کر آپ نے وہ گھوڑا ہانکا ہے۔ کہ الف لیلا میں بھی مُشکل ملے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "آخر کئی کروڑ سال بعد پنڈت دیانند جی اور اُن کے ہم خیالوں نے بدقت سمجھایا۔ کہ ان الفاظ سے مراد خدا کی ذات ہے"

مولویصاحب آریوں کے متعلق تین ہی تاریخیں ہو سکتی ہیں۔ اول وہ جو آریہ مصنفان نے بنائی ہیں۔ دویم جو انگریزوں نے۔ سویم منشی ذکاء اللہ صاحب وغیرہ مسلمانی مترجموں نے لکھی ہیں۔

آپ کسی بھی تاریخ سے یہ بتلائیں کہ چھ درشن شاستروں کے وقت میں یا منوسمرتی کے زمانہ میں آریہ لوگ بُت پرست تھے۔ اگر نہیں تو آپ کو خلاف واقعات لکھتے ہوئے سوچنا تھا۔ اور کسی تاریخ سے آپ یہ ثابت کر دیں کہ ویاس رشی کو جو ویدانت شاستر کا مصنف ہے۔ اور جس شاستر کا اصلی مدعا ویدک توحید کی منادی کرنا اور شرک اور شخصی مذہب کی بوٹی تک اڑانا ہے۔ اور جس کے زمانہ میں آریہ لوگ مردم پرستی اور بُت پرستی کو گناہِ عظیم سمجھتے تھے۔ گذرے ہوئے کروڑ برس ہو چکا ہے۔ یا پنڈت دیانند جی اور پنڈت ویاس جی کا درمیانی زمانہ چھ ہزار برس سے زیادہ کا ہے۔ تو ہم آپ کی تاریخ دانی پر بخش تحسین کرینگے۔ ورنہ اس حالت میں تو یہی کہینگے کہ آپ تاریخ سے محض اُمی ہیں۔ جو کہ مان رہے ہیں۔ کہ ہندو لوگ کروڑہا سال سے بُت پرستی میں مبتلا تھے۔ اور وہ کئی کروڑ سال بعد پنڈت دیانند جی نے بدقت سمجھایا"

**منتر نمبر دوم**:- اس کی پڑتال کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ "یہیں الہام اور وید

کے الہامی ہونے کا ذکر نہیں۔ صرف وید کو جملہ انسانوں کی عزت کرنے کے لائق کہا گیا ہے مولوی صاحب صد افسوس کہ اس منتر کے ترجمے اور تشریح میں اکیس سطروں کا پورا صفحہ لکھا ہے۔ اور چند باتیں صرف آپ کی خاطر نمبر وار خطوط وحدانی میں سلسلہ وار لکھ دیں۔ تاکہ آپ کی نظر کو دقت نہ ہو۔ لیکن میری بدبختی یا آپ کی نظر کا قصور کہ آپ کو صرف ایک ہی بات نظر آئی۔ مہربانی کر کے پھر رسالہ اگست ۱۸۹۹ء کا صفحہ ۱۳ ملاحظہ فرمالیں اور اگر یہ رسالہ گم ہو گیا ہو تو فوراً میرے منتر سنتریان مہاشہ وزیر چند جی سے طلب کریں وہ آپ کو ضرور بھیج دینگے۔

ناظرین اس منتر میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ویدکی کلام (۱) مکمل ہے۔ (۲) سب کی بھلائی کے لئے ہے۔ (۳) سچائی سے پر ہے۔ (۴) مخزن العلوم ہے۔ (۵) جملہ انسان کے عزت کرنے کے لائق ہے۔ (۶) جو غور سے وید منتروں کو سوچتا ہے۔ وہی علمی خزانہ پاتا ہے۔
اگر اس ایک منتر کے دعویٰ الہام کے برابر مولوی صاحب کُل قرآن کی آیتوں سے یہی دعوے موجودہ ترجموں کی مدد سے نکال سکیں تو ہم ضرور قرآن کو داد دینگے۔
آپ کا یہ کہنا کہ وہ منتر ۳ میں وید کے الہامی ہونے کا کوئی ذکر نہیں " مجھ کو حیرت میں ڈال رہا ہے۔ یونان کے ایک فلاسفر کی بابت پڑھنے میں آیا کہ وہ ریاضی کی شکل حل کرنے میں محو تھا۔ اور فوج اس کے پاس سے گذر گئی۔ اور اس کو خبر تک نہ ہوئی۔ انگلینڈ کے حساب دان سر دبزرگ نیوٹن صاحب کی بابت بھی ایسا ہی سننے میں آیا ہے۔ کیا مولوی صاحب بھی جس وقت منتروں کے ترجمہ کو پڑھنے بیٹھتے ہیں۔ آپ کا خیال کسی اور طرف تو نہیں ہوتا۔ کیا وجہ کہ آپ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس منتر میں کوئی ذکر نہیں۔ جناب من پھر دوبارہ پڑھیئے۔ لیجیئے عرض کرتا ہوں منتر نمبر ۳ تبلاتا ہے کہ :-

(۱) وید کی کلام پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرتی ہے۔

(۲) اسکا وصف علم ہے۔

(۳) جملہ فنون کے اصولوں سے انسانوں کو باخبر کرتی ہے۔

کیا آپ کے خیال شریف میں یہ دعاوی الہامی کتاب یا الہام کے نہیں ہیں۔ اگر نہیں تو کوئی دلیل دیں۔ کیا اس کے برخلاف جو کتاب یہ کہے کہ میں ناپاک کرنے والے اعمال کو

ظاہر کرتی ہوں۔ میرا وصف جہالت ہے۔ جملہ فنون کے اصولوں کا مجھ میں ذکر نہیں۔ اُس کو آپ الہامی مانتے ہیں۔ یا کیا؟

پھر مولویصاحب فرماتے ہیں کہ دو منتر بمبر ۳ میں بھی کوئی دعویٰ الہامی ہونے کا نہیں۔ ہاں وید کو سچائی کے ظاہر کرنے والی کتاب جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنے کی محرک کہا گیا ہے۔ جو الہام کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ آپ" اِس کے ذیل میں مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا قرآن کے متعلق آپ یہی دعوے پیش کر سکتے ہیں۔ بہت خوشی سے سنیئے""

صاحبان! مولویصاحب کے مُنہ سے خود میرے بیان کی تائید ہوگئی اور جس بات کو وہ غلط کہنا چاہتے تھے۔ اُسی کو اُنہیں ماننا پڑا ہے۔ سچ ہے۔ سچائی عجب شے ہے۔

صاحبان! مولویصاحب کی مندرجہ بالا عبارت کی ذرا پڑتال تو کیجیئے۔

(۱) منتر بمبر ۳ میں دعوے الہامی ہونے کا نہیں۔

(۲) ہاں وید کو سچائی کے ظاہر کرنے والی کتاب جملہ انسانوں کو نیک اوصاف حاصل کرنے کی محرک کہا گیا ہے۔

(۳) لیکن یہ بات الہام کے دعوی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی۔

(۴) آپ جو مجھ سے یہی دعوے قرآن سے چاہتے ہیں بہت خوشی سے سنیئے۔

مولویصاحب نے اِس فقرہ میں تمہید اُٹھائی کہ منتر بمبر ۳ میں دعویٰ الہامی ہونے کا نہیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ وید سچائی کی کتاب اور جملہ انسانوں کو نیک اوصاف حاصل کرانے والی منتر میں بیان کی گئی ہے۔ تو کہنے لگے کہ یہ کوئی دعوی الہام تھوڑا ہی ہے۔ اچھا ہم مولوی صاحب کی خاطر ایک منٹ کے لئے فرض کر لیتے ہیں۔ کہ یہ دعویٰ الہام نہیں۔ لیکن جب ہم نے اِس دعوے الہام کو جو کہ اِس منتر نے کیا۔ اور جو بقول جناب مولویصاحب دعویٰ الہام نہیں تھا۔ مولویصاحب سے قرآن میں سے طلب کیا تھا۔ تو مولویصاحب کو کہنا چاہیئے تھا کہ میں کیوں قرآن میں سے آپ کا پیش کردہ یا منتر بمبر ۳ کا فرمودہ دعوی الہام دوں۔ کیونکہ وہ تو اُس کو دعوی الہام نہیں کہتے تھے۔ لیکن دل میں اُن کے ویدک سچائی جادو کا اثر کر گئی تھی۔ اِس لئے اُن کے قلم سے نکل گیا۔ کہ قرآن سے یہی دعوی وہ بہت خوشی

سے تسیلئے ،،

جناب من جناب مولویصاحب! اگر میرا پیش کردہ یا منتر کا فرمودہ دعویٰ الہام نہیں تھا۔ اور یہی میں نے طلب کیا تھا۔ تو کیا آپ کا فرض جو چیز نہیں ہے۔ اُسے قرآن سے نکال دینے کا کبھی ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں مگر چونکہ آپ "وہ بہت خوشی سے" میرے دعوے کے برابر قرآن سے نکالتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ میرا دعویٰ دراصل دعویٰ الہام ہے۔ جب ہی تو آپ تیاری کرتے ہیں۔

اگر یہ بات نہیں تو آپ کو دلیل دیتے ہوئے کیا دقت محسوس ہوئی جو آپ نے منتر نمبر ۹ کے پیش کردہ بیان کی تردید نہ کی۔ صاحبان! اس کے برخلاف جو کتاب ہو سکتی ہے۔ اُس کی بھی صورت سوچ لیجئے۔ منتر کہتا ہے کہ وید سچائی کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اسکے خلاف مولوی صاحب الہام اُسکو مانتے ہونگے۔ جو جھوٹ کو ظاہر کرنیوالا ہو۔ پھر منتر بتلاتا ہے۔ کہ وید جملہ انسانوں کو نیک اُوصاف حاصل کرانے والے ہیں۔ کیا اِس کے برخلاف مولوی صاحب اُس کو الہامی کتاب مانینگے۔ جو جملہ انسانوں کو بد اوصاف حاصل کرانے والی ہو۔ گو مولوی صاحب نے دلیل نہیں دی۔ لیکن اگر دیتے تو بجز اُس کے کیا ثابت کر سکتے۔ پس ایسے الہام کو جو جھوٹ کو ظاہر کرنے والا اور بد اخلاقی کا مُعلّم ہو۔ ہمارا سو کوس سے سلام ہے۔

اب جو آپ نے ہمارے دعوے کے مقابل قرآن شریف سے بہت خوشی کے ساتھ دعویٰ نکالا ہے۔ ہم اُسکی پڑتال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل تمہارے پاس آ چکی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور قرآن اُتارا ہے۔ بیشک یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے" بس یہ لکھ کر آپ نے فقرہ ہی ختم کر ڈالا۔ کچھ تو تشریح کی ہوتی۔ لیکن کرتا کون؟ اس پر ہمارے چند اعتراضات ہیں:۔

(الف) دلیل جیسا کہ کل منطق دان مانتے ہیں انسانی خاصہ ہے اور دلیل راستہ علم کے جاننے کا ذریعہ ہے۔ اور دلیل رکھنے والا علم خارجی طور پر حاصل کر سکتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ بھی طاقت رکھنے والوں کے دلیل رکھنے والا ہے۔ اگر ہے تو تو [illegible] بھی [illegible]

اگر رکھتا ہوگا۔ تو وہ کس سے علم حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ جو دلیل (ذریعہ علم حاصل کرنے کا) رکھتا ہے۔ وہ اپنے اندر علم نہیں رکھتا۔ پس اگر دلیل رب کی ہے۔ تو رب متلاشیٔ علم ٹھہرا۔

(ب) اور یہ دلیل رب کی سب لوگوں کے پاس آئی ہے یا صرف غریبوں کے پاس۔

(ج) اگر رب نے دلیل اپنی بانٹ دی ہے تو کیا اُسکی دلیل اپنے پاس کُل ہے یا جزو۔

(د) اُس نے روشن نور قرآن اُتارا ہے۔ کہاں سے اُتارا ہے۔ اور تمہاری طرف سے مراد اگر سب لوگوں سے ہے تو خدا کا اُس سے پیشتر یہ کہنا کہ اے محمد صاحب الہام کیا میں نے تیری طرف غلط ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ وید چار رشیوں کے گیان میں پرکاش ہوئے۔ تو ہم یہ نہیں کہتے کہ سب لوگوں میں ظاہر ہوئے۔ اس آیت میں رب کا یہ کہنا کہ "اے لوگو تمہاری طرف قرآن اُتارا ہے" بلا شبہ اس آیت کی تردید کر رہا ہے کہ قرآن حضرت صاحب پر اُتارا گیا تھا اب مولوی صاحب بتلائیں کہ کونسی رب کی بات سچی ہے۔

(ہ) ابھی مولوی صاحب کہتے تھے کہ قرآن میں استعاروں سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ کہ قرآن میں خدا کو اس خیال سے باپ نہیں کہا گیا کہ کہیں لوگ اُلٹا نہ سمجھ لیں۔ اب مولوی صاحب بتلائیے کہ قرآن کو نور روشن کہا گیا ہے کیا یہ روشنی ہے شعلہ ہے یا یہاں پر استعارہ ہے اگر استعارہ ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن جب اس قسم کا استعارہ آپ ویدوں میں دیکھتے ہیں تو کیوں خواہ مخواہ اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔

(و) یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ کیا اس میں پختہ سڑک کا ذکر ہے۔ اگر یہاں استعارہ ہے تو پھر مولوی صاحب آپ کے خدا نے وید منتروں کی نقل پر استعارہ سے کیوں کام لیا اور آپ کی اُس تقریر کی کہ کہیں لوگ خدا کو باپ سمجھ کر شرک میں نہ پڑ جائیں قرآن میں باپ کا لفظ ہی نہیں آیا۔ لیکن یہاں بڑی مضبوط راہ کیوں لکھ دی۔

(ز) بڑی مضبوط ہر ایک چیز ہو سکتی ہے بھلی یا بُری۔ راہ سیدھا اور ٹیڑھا دونوں ہو سکتے ہیں۔ پس کیوں نہ کہا کہ بڑے مضبوط نیک راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ یہ مبہم عبارت کیا کافی ہے۔

آپ نے نمبر ۵ کے متعلق کچھ لکھا ہی نہیں۔ اگر اس میں سے بھی دعوئے الہام نہیں نکل

سکتا تھا - تو حسب معمول لکھ دیتے - اور اگر دعوے الہام نکلتا تھا - تو مہربانی فرما کر کہہ دیتے کہ صرف اسی منتر سے دعوے الہام نکلتا ہے - اور اس حالت میں بندہ آپ کی ہدایت کو یاد کراتا کہ خواہ ایک ہی منتر سے دعویٰ الہام نکل آئے کافی ہو سکتا ہے - آپ کا منتر نمبر ۹ کے مضمون کو چھوڑ جانا اور اُس پر کچھ بھی نہ لکھنا صاف ظاہر کرتا ہے - کہ اس کے متعلق لکھنے کے لئے آپ کو کچھ بھی نہ سوجھا - لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ناظرین کو یاد دلاویں کہ اس منتر کے متعلق ہم نے رسالہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰ پر جو لکھا تھا - اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ وید ملفوظات کا بہت گہرا سمندر ہے جُملہ ملفوظات اپنی اصلی حالت میں پائے جاتے ہیں - اور انسان اعلےٰ عقل کے ذریعے وید سے علمی خزاین پا سکتا ہے - اور آخر میں ہم نے لکھا تھا کہ " اِس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈنا سراسر لاحاصل ہے - وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصّے کہانیاں بھری پڑی ہیں " اگر ہمارے وید منتر کے فرمودہ اصول کی مولوی صاحب تردید نہیں کر سکتے تھے - تو اس آخری حصّہ کا ہی کچھ تو جواب دینے کی کوشش کرتے -

منتر نمبر ۹ کے متعلق آپ اور تو کچھ لکھ نہیں سکے صرف یہ لکھ دیا کہ پرکاش کا لفظ الہام کے معنوں میں نہیں آسکتا -

جناب من میرا تو دعوے ہی نہیں کہ پرکاش الہام کا ٹھیک مترادف ہے - بلکہ میں پہلے مفصل طور پر لکھ چکا ہوں کہ پرکاش کا لفظ الہام جیسے ناقص لفظ سے بدرجہا بہتر ہے - آگے آپ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا دیگر اشیاء کو پرکاش کرتا ہے - اس لئے وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہو گیا - حالانکہ آپ کو تبلایا جا چکا ہے - کہ اگر ہم کہیں کہ گدھا ہے اور ساتھ ہی کہیں کہ انسان ہے تو کیا چونکہ ہے کا لفظ گدھا اور انسان دونوں کے ساتھ لگتا ہے - اس لئے انسان بھی گدھا ہو گیا یا گدھا انسان ہو گیا - مجھے آپ کا یہ منطق سمجھ میں نہیں آتا - خدا ہے اور میں ہوں - کیا میں خدا ہو گیا - یہ کیا اعتراض ہے آخر میں آپ کہتے ہیں کہ الہام کا کوئی لفظ ان میں نہیں - واہ مولوی صاحب واہ ! کبھی سنسکرت کے وید میں بھی الہام کا لفظ آپ کو مل سکتا ہے - شاید اسی دُھن میں پڑ کر آپ غلطی کھاتے رہیں - اگر میں کہوں کہ قرآن میں پرکاش کا لفظ نہیں - اس لئے قرآن الہامی نہیں - تو مجھے ہر ایک پاگل ہی کہے گا - کہ عربی

کی کتاب سے سنسکرت کا لفظ ڈھونڈھتا ہے۔ سوچئے تو سہی کہ آپ لکھ کیا رہے ہیں؟

منتر نمبر ۷ کا چونکہ آپ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس لئے اُس کے متعلق آپ نے نہیں لکھا۔

منتر نمبر ۸۔ یہاں پر آپ وہی غلطی پھر کرتے ہیں۔ جو سنسکرت میں عربی کا لفظ ڈھونڈھتے ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ کونسی چیز ہے کہ جس کا مالک خدا نہیں۔ ہمارے دعوے کو مضبوط کرتا ہے۔ اور آپ کا سنسکرت دانی میں ٹانگ اڑانا سراسر دخل در معقولات کا معاملہ ہے:

منتر نمبر ۹ و ۱۰۔ وہی سخت غلطی آپ نے کھائی ہے کہ سنسکرت سے عربی کی امید کرتے ہیں۔

منتر نمبر ۱۱ کے متعلق کسر متوالی کی طرح وہی غلطی عائد ہو رہی ہے۔

منتر نمبر ۱۲ کے متعلق بھی آپ کا یہ وہم کہ عربی کا لفظ الہام وید سے نکل آئے۔ سراسر بے سود ہے آگے چل کر آپ نے وہی کانٹر راگ الاپ دیا کہ چونکہ وید میں بزرگوں کی اطاعت کرنی لکھی ہے اس سے یہ ابتدائی دنیا میں نہ تھے۔ لیکن اس کا جواب منتر نمبر ۷ میں آچکا تھا۔ اور اس سے پہلے بھی مفصل ذکر کر چکا ہوں شاید یہی وجہ کہ منتر نمبر ۷ پر آپ نے خیال تک نہیں کیا۔ خیر۔ آگے خود ہی جج بن کر فیصلہ دیتے ہیں۔ کہ وید کو الہامی دعوی کرنے کا حق حاصل نہیں۔ شکر ہے کہ آپ قرآن کو حق تو ثابت کر چکے۔ آگے آپ نے میرا شکریہ ادا کیا ہے۔ جس کے لئے میں تہ دل سے آپ کی مہربانی کا مشکور ہوں اور سچے دل سے آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پھر آپ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے۔ آپ وہاں وید لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ وید کے معنے بھی گو علم کے ہیں۔ مگر وید کتاب کا نام ہے چونکہ شرط نمبر ۱ میں آپ مان چکے ہیں کہ الہام علم کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ساتھ ہی چونکہ آپ نے وید سے نکال کر کوئی حوالہ اسبات کی تائید میں نہیں دیا کہ وید کتاب کا نام ہے۔ لہذا آپ کا دعوے داخل دفتر کیا جاتا ہے۔

پھر آپ طویل مگر بے معنی تحریر کے بعد لکھتے ہیں کہ ناموں میں اصل ترجمہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اُس کا جواب کافی دے چکا ہوں کہ وید کے جملہ الفاظ مشتق یا با معنی ہیں اور رشی منیوں تک کے پرمان دے چکا ہوں۔ لہذا آپ کی عبارت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

(فقرہ ہفتم) میرے اس سوال کا جواب کہ غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا آپ یہ دیتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں ضرورت نہ تھی۔ اگر ابراہیم اور لوط

وغیرہ کی فہرست دینے کی ضرورت تھی تو کان فیوشس وغیرہ کے نام کی ضرورت کیوں نہ تھی۔ مناسب تو یہ تھا کہ قرآن کی فہرست کی ضرور بُرہان سے ثابت کرتے۔ اور دیگر ملکوں کی عدم ضرورت میں دلایل دیتے۔ لیکن یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ضرورت نہ تھی۔ خوب شد امیں نے کہا تھا کہ خدا کے ساتھ محض لفظ ایک کے لگا دینے سے اُس کی بزرگی ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر اوصاف نیک بھی ساتھ نہ ہوں اور مثال دے کر بیان کیا تھا کہ کیا ہم چور کو ایک چور نہیں کہہ سکتے۔ اِس کا جواب بھی تھا کہ آپ دیتے سو نہیں دیا۔ لیکن یہ کہنے لگے کہ "مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کریں۔ میدان مناظرہ میں ذرا چُست و چالاک ہو کر آنا چاہیئے"۔

یہ کونسا منطق ہے جو آپ نے لکھا ہے۔ آپ وکیل کی مدد سے میرے اِس اعتراض کو معمولی ہی ثابت کر دیتے۔ لیکن معمولی ثابت ہو جانے سے بھی آپ اپنا پلّہ نہیں چھڑا سکتے تھے۔ آپکو غلط ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ منطق میں اعتراض معمولی کے لئے اُس کا غلط ہونا ضروری نہیں میں آپ کی خاطر مان لوں کہ یہ معمولی اعتراض ہے۔ لیکن مولوی صاحب غلط تو نہیں۔ اِس اعتراض کو معمولی ثابت کرنے کے لئے ہی یہ شعر آپ نے لکھا ہے۔ سو اہل عقل غور سے سوچیں کہ اِس میں کیا لکھا ہے؟ ع ۔

"سمجھ کر پاؤں رکھنا میکدہ میں ماسٹر صاحب یہاں پگڑی اُچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں"

اگر واقعی آپ علمی اور منطقی مباحثہ کو شراب خانہ یا جلئے بیہودہ بکواس سمجھتے تھے۔ تو مجھے پہلے ہی مطلع کر دیتے۔ مجھے بیہودہ بکواس سے سخت نفرت ہے۔ پگڑی اُچھلتی ہے کیا معنے کہ عزت اُتاری جاتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ جیسے شراب سے متنفر شخص نے یہ شعر کیا سمجھ کر لکھ دیا۔ شعر جس کا چورایا تھا اُس کی بھی پوری نقل نہ کر سکے۔ ماسٹر صاحب کا لفظ گھر سے گھڑ کر لگا دیا۔ تاکہ ہم بھی شاعروں میں گنے جائیں۔ مباحثہ تھا یا مشاعرہ؟ اِس تمسخر کے بعد جناب لکھتے ہیں۔ "کہ وہ ہمہ صفات کمال موصوف ایک خدا ہے"۔

شکر ہے کہ سچائی آپ کے قلم سے نکل گئی۔ ابھی تو معمولی اعتراض کہتے تھے۔ اب اُس کے جواب دینے کا فکر پڑا۔ لیکن ہمہ ذات موصوف کی تعریف تک نہیں۔ اور کہتے ہیں رسالہ جنوری ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲۰ پر درج ہے۔ اور اُس تبلائے ہوئے کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور اِس کا کیا ہوگا اور

دل کا غبار اس شعر سے نکالا کہ ؎ اگر صد باب حکمت پیش ناداں ۔ وغیرہ ۔ پھر بہت سے چٹکلے اور مذاق لکھنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "خدا کی ذات کی نسبت قرآن اعلیٰ درجہ کی محبت کا حکم دیتا ہے" یعنی

"مسلمان ایمانداروں کو خدا کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت رکھنی چاہئیے"

جناب من یہ تو ٹھیک لیکن یہ کہاں پر ہے کہ خدا بھی ہمیں محبت کرتا ہے ۔ سچ ہے وہ تو ہے ہی نہیں کیونکہ خدا کو ڈر تھا کہ اگر میں نے اپنے آپ کو باپ کی مانند محبت کرنے والا ظاہر کیا تو کہیں خرابی نہ ہو جائے ۔ بس جو کچھ آپ نے خدا کی محبت کے متعلق تبلایا وہ آدھا ہی تبلایا ۔ خیر آپ کا بھی قصور کیا ہے ۔ اگر قرآن میں ہو نہیں تو آپ گھر سے لائینگے ۔

پھر عربی کا شعر لکھا ہے اور ترجمہ نہیں دیا اس لئے میرے لئے اُسکا عدم وجود برابر ہے ۔ لیکن جناب تبلائیے تو کہ صرف مسلمانوں کو خدا سے محبت کرنی چاہئیے ۔ یا جُملہ انسانوں کو گویا خدا مسلمانوں کا ہے ۔ بنی نوع انسان کا نہیں ۔ عالمگیر محبت تو اس آپکی پیش کردہ آیت سے نہ نکلی ۔

پھر آپ لطیفہ بازی پر اُتر آئے ہیں ۔ مجھے فرصت کم ہے ۔ ورنہ بیربل کی کتاب کے صفحے نقل کر دیتا ۔ اور مولویصاحب کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی ۔ پھر پسے ہوئے کو پیسنے لگ گئے ہیں ۔ آگے مجھے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری تبلاتے ہیں لیکن نام تک نہیں بتایا کہ کونسی پڑھوں ۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ منطق کے اصول سنسکرت عربی اور انگریزی فلاسفی میں یکساں ہیں ۔ لیکن اب مولویصاحب کی تحریر سے پتہ لگ گیا ۔ کہ عربی کا منطق ناقص ہے ۔ کہ جس کو پڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے شاید درست طریق پر منطق کی رو سے دلیل نہیں کر سکتے ۔ پھر آپ ویدک تعلیم مقابلہ پر چاہتے ہیں ۔ سو اس جواب کے آخر میں وہ بھی عرض کر دونگا لیکن اب عربی منطق سے جو نام دیا ہے وہ بھی دیکھئے گا ۔ آپ لکھتے ہیں کہ "اس درخواست اور دعوے کے مقابلہ میں ویدک تعلیم کا ایک حرف بھی نہ لکھنا قرآن کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے ۔"

کیا مولوی صاحب یہی عربی منطق ہے جس کے پڑھنے کی ہدایت خاکسار کو کر رہے ہیں مجھے پتہ نہ تھا کہ عربی منطق کی تحصیل آپ یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں ۔ ایسی عربی منطق کو ہمارا اسلام ،

آگے سوامی جی پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ لیکن رگوید آدی بھومکا کا سمجھنا عربی منطق کی مدد سے میرے مہربان محال ہے۔ رسالہ آریہ مسافر میگزین میں تار برقی کے متعلق میرا ایک مضمون آپ نے پڑھا ہوگا۔ اُس کے مقابلہ پر قرآن شریف سے ایک مضمون تو لکھ کر چھپنے کے لئے ہردواڑ بھیجدیں یہ مضمون اِس تحریر کے خاتمہ پر بطور ضمیمہ شرمیان مہاشے وزیرچند جی شائع کرا دیں گے۔ تار برقی اور غبارہ بازی پر تمسخر تو آپ نے کر لیا۔ اُس کی تردید میں کوئی ایک کتاب لکھئے گا۔

آخر میں آپ کرشن جی کو سب کے مسلمہ گرو بتلاتے ہیں۔ کیا وہ آپ کے بھی گرو ہیں۔ اگر نہیں تو سب کے مسلمہ گرو آپ نے کیسے لکھ دیا۔ جناب من ہم وید کے مقابلہ پر گیتا کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن قرآن کے مقابلہ پر گیتا کو بہت بڑھ کر پاتے ہیں۔

پھر آپ نے اپنی بھول جانے کی عادت کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ گواہ سوشیل لائف ملہم ہو حالانکہ شرائط پیش کردہ میں آپ مان چکے ہیں کہ سوشیل لائف ملہم کا الہامی کتاب میں ہونا ضروری نہیں۔ مگر یاد رکھنا بھی آپ کو مشکل ہے خیر۔ آخری فقرہ آپ کا لطیفہ کا خوب کام دیتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ اگر وید میں دعوےٰ الہام ہو۔ یہی تو چونکہ دعوےٰ ہی دعویٰ ہے۔ گواہ معدوم لہذا نتیجہ معلوم"۔ لیکن مولوی صاحب! جائے استاد خالیست۔

لیجئے ہم آپ کی غلطی بتلاتے ہیں۔ آپ کے لطیفہ میں تجّ کا لفظ نہیں آیا۔ اِس لئے گواہ کس کو گواہی سُنائینگے۔ پس مدعا ثابت۔ خاتمہ پر آپنے یہ شعر لکھے ہیں۔

جمالِ حُسن قرآن نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے　　قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اُسکی نہیں ملتی نظر میں غور کر دیکھا　　بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

آپکے اِن اشعار پر میں مختصر سے چند اعتراضات کرتا ہوں۔

(۱) قرآن کا حُسن بقول آپ کے ہر مسلمان کا نورِ جان ہے۔ لیکن اگر اُسکو آپ الہامی مانتے ہو تو کہتے کہ ہر ایک بشر جو روئے زمین پر ہے۔ اُس کا نورِ جان ہے۔ مگر چونکہ اُسکی تعلیم عالمگیر نہیں اِس لیئے آپ کا ہی لکھنا درست ہوا۔

(۲) آپ کا چاند قرآن ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ کُل دنیا کے لئے چاند ہے۔

(۳) درحقیقت قرآن چاند ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ لیکن آپ کو واضح رہے کہ چاند میں مثل زمین کے اپنی ذاتی روشنی نہیں ہے۔ جو کچھ چمک دمک ہے۔ وہ سب یہ آفتاب سے حاصل

کرتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن میں اگر سچائی کہیں کہیں پر ہے۔ تو وہ نور اس چاند کا اپنا ہو نہیں سکتا وہ اُس نے وید کے آفتاب سے لیا ہے۔

(۴) نظیر اُس کی نہیں جمتی۔ جناب من جب آفتاب کو دیکھینگے تو یہ کسوف و خسوف والی چاندنی مات ہو جائیگی۔ کیا مجال چاند کی کہ آفتاب کا مقابلہ کر سکے :-

(۵) جس کے آگے چاند نہیں ٹھہر سکتا وہی آفتاب وید یکتا اور کلام پاک ایشور کا ہو سکتا ہے۔ نہ کہ چاند۔

(نوٹ نمبر ۱) میں آپ کا اور آپ کے منشی حبیب اللہ صاحب کا جنہوں نے میرا شکریہ آپ کے رسالہ میں ادا کیا ہے۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں فقط

(خاکسار آتما رام امرتسری)

(نوٹ نمبر ۲) وید اور قرآن کی تعلیم کے مقابلہ میں ضمیمہ ۱ نیچے ملاحظہ فرمائیے گا۔ اور تار برقی کا مضمون رسالہ ہذا میں نکل چکا ہے۔ اُس کو بھی ملاحظہ میں لائیگا۔

# ضمیمہ نمبر ۱

## ویدک تعلیم اور قرآنی تعلیم کا مقابلہ

(۱) دہریوں کے جواب میں قرآنی آیات مولوی صاحب نے جو پیش کی ہیں (دیکھو رسالہ دسمبر و جنوری ۱۸۹۸ء) یہ ہیں "وہ ہماری قدرت کاملہ کی نشانی رات کا وقت ہے جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے وغیرہ"

مولوی صاحب عربی دہریوں کو متکلم قرآن نے اس جواب سے چپ کرا دیا ہو تو کچھ عجب نہیں لیکن انیسویں صدی کے سائنس دان دہریوں کو یہ سائنس کے خلاف کبھی تسلی نہیں کرا سکتا سائنس دان اُن کے ساتھ ہم بھی آپ سے پوچھینگے۔ کہ رات کے وقت سے دن کی روشنی کو نکالنے کا کام اندھیرا ہے۔ وقت کیا چیز ہے۔ جس سے روشنی کو نکالا جاتا ہے۔ اور "وہ رات کے وقت" سے کیا مراد ہے؟ سورج اپنے وقت تک چلتا ہے۔ کیوں نہیں لکھا کہ اپنے محور کے گرد اپنی ہی جگہ پر گھومتا رہتا ہے۔ اگر سورج چلتا ہے۔ تو وقت کے بعد ٹھہر بھی جاتا ہوگا۔ نہیں

غلط باتوں سے جن کی تردید مڈل کے طلبا بھی کر سکتے ہیں۔ آپ بار بار مجھے قرآنی تعلیم اور ویدک تعلیم کے مقابلہ کی درخواست کرتے تھے:۔

(۲) "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے"

مولوی صاحب اِس کے بعد ٹھہر جاتا ہوگا۔ یہ کیا خلاف عقل بات آپ نے پیش کر دی۔

(۳) "وہ ہماری ہستی کی نشانی زمین ہے۔ جس کو بارش سے سرسبز کر دیتے ہیں۔ وغیرہ"

بس یہی دلیل ہے۔ جس سے آپ دہریوں کو قرآن کے خدا کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ یہ دلائیل سُن کر تو لوگ زیادہ دہریہ بنیں گے۔ دہریہ لوگ اِس سے کب انکار کرتے ہیں کہ خشک زمین کو بارش سرسبز کر دیتی ہے اور یہی دلیل قرآن دیتا ہے۔ دہریہ تو کہتے ہیں کہ زمین پر بارش کے پڑنے سے قدرتاً اور فطرتاً ہی روئیدگی ہو جاتی ہے۔ اللہ یا خدا کی بیچ میں ضرورت کیا ہے۔ اور مثال کے طور پر وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح لوہے کو ایک پتھر کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح پر بارش کا مٹی سے میل سبزی پیدا کرتا ہے۔ کیا اُن کی اس بات کا جواب قرآن شریف میں کہیں پر ہے۔ اسی دلیل کو لے کر یورپ کے سائنس دان دہریہ بن رہے ہیں۔ لیکن یجروید ادھیائے ۴۰ میں وید نے اُسکا جواب دیا ہے کہ:۔

ایشور ہی حرکتِ مجسم ہے۔ مادہ میں حرکت نہیں یہ جڑ پدارتھ ہے۔ اور اُس کو سائنس کے محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ کہ میٹر انرٹ ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ وید کے مفسر رشی بھی کہتے ہیں کہ "سبھاوکی گیان بل کریہ چہ"

یعنی ایشور طبعاً ہی علم۔ طاقت اور حرکت کا منبع ہے۔ اِسوقت مغرب کے دہریہ لوگ مادہ اور حرکت دو چیزوں کو مان رہے ہیں۔ لیکن اُن کو پتہ نہیں کہ حرکت کہاں سے آتی ہے۔ اُس کا جواب وید دے رہا ہے۔ نہ کہ آپ کا قرآن۔ پس دہریوں کو تسلی دینا قرآن کا کام نہیں:۔

(۴) "خدا نے زمین کو پھیلایا اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے"

واہ مولوی صاحب واہ سائنس کے زمانہ میں آپ یہ دلائیل لکھ رہے ہیں۔ خدا نے زمین کو کہاں پر پھیلایا۔ اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے کیسے ڈھانپتا ہے۔ رات دن میں کیا کہ ان کی اصلیت تو بتائی ہوتی۔ کیا ان کو سرپوش مان رہے ہو۔

(۵) "وہ جسکو ہم عمر دراز کرتے ہیں۔ اُسکی پیدائش اُلٹی کر دیتے ہیں"
میڈیکل کالج لاہور میں اسکی تشریح چھاپ کر بھیج دینی چاہیئے۔ کیا پیدائش کا طریق کسی کا کبھی اُلٹا ہوا ہے؟ اور دراز عمری خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ یا لوگوں کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس سے تو پایا گیا کہ خدا جس کی چاہے۔ عمر دراز کر دے۔ واہ خوب اندھیر ہے:۔

(۶) "کوئی شک نہیں اے رسول تیرے رب کی طرف ہی سب چیزوں کی انتہا ہے"
خوب! رسول کا رب ہے۔ دنیا اور کُل لوگوں کا نہیں سب چیزیں خدا میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں تو خدا سے ہی نکلی ہونگی۔ تو خدا مثل روئی اور چیزیں مثل کپڑے کے ہوئیں۔ دہریہ لوگ کہتے ہیں کہ مادہ میں ہی سب کچھ ہے۔ قرآن بھی دوسری قسم کا دہریہ پن سکھلاتا ہے۔ جو بتلاتا ہے کہ سب چیزیں خدا کا ہی جزو ہیں۔

(۷) "میرے سوا کوئی معبود برحق مالک انصاف نہیں۔ اور اُس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں"
خدا کے برحق ہونے کے دو گواہ ہیں ایک عالم دوسرے فرشتے۔ عالموں سے تو ہم گواہی پوچھ سکتے ہیں۔ لیکن فرشتے کون ہیں۔ اور کہاں ہیں؟ جن سے گواہوں کا کام لیا جاوے۔ اگر فرشتے فرضی ہیں۔ تو فرضیات کا الہامی کتاب میں ذکر ہونا کیا درست ہے؟ مولوی صاحب آپنے بیان تو کیا ہوتا کہ فرشتے کہاں ہیں۔ جن سے بات چیت کی جاوے:۔

(۸) "اے رسول اگر تو بھی شرک کریگا۔ تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جائیں گے"
واہ یہ خوب انصاف پسند خدا ہے۔ ایک آیندہ کی جانے والی بدی کی سزا دینے کے بجائے پچھلے بھی نیک عمل ضائع کر دیتا ہے۔ رسول کو خصوصیت سے کیوں کہا جب کہ وہ سب پر برابر نظر عنایت رکھنے والا ہے۔ انصاف کے تو یہ معنی ہیں کہ جتنا کوئی کرے اُتنا بھرے نہ کہ ایک بُرے کام کی سزا میں سب نیک کام ضائع کر دیئے جائیں۔

(۹) "خدا مشرک کو ہرگز نہ بخشیگا"
لیکن خون ریزی تو بخش دیگا۔ ایک ذہنی غلطی کو بخش نہیں سکتا اور خون ریزی بخش دیتا ہے۔ سلام ہے ایسے خدا کو:۔

(۱۰) "مکہ کے مشرکوں سے جو کعبہ میں بُت پرستی کرتے تھے۔ فرمایا کہ اُس گھر کے مالک یعنی

صرف خدا کی عبادت کریں":-

قرآن میں، ہمیں کہیں یہ تو نظر نہ آیا۔ کہ خدا محیط کُل ہے ایک بُت خانہ کا مالک اُسے کیٹرا یا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خدا مثل خدا بخش سا ہو کا رکسے ہوگا۔ ورنہ کیا یہ ہنسی کی بات نہیں کہ جب ہم شہنشاہ کو جھونپڑی کا مالک نہیں کہہ سکتے تو خدا کو ایک گھر کا مالک کہنا کیا اُس کی خدائی کو بٹہ لگانا نہیں ہے۔

(۱۱) "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی بڑھوتری دی ہوئی ہے":-

کیا یہ خدا کے ظلم کی بات نہیں کہ جس کو چاہے وہ امیر اور جس کو چاہے بلا وجہ غریب اور غلام بنا کر اذیت دیتا رہے؟

(۱۲) "جو اُس کے نزدیکی مقرب بندے ہیں۔ اُس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تو کہہ دے اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے سے اولاد بنائی ہے۔ وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے"

اس کے نزدیکی مقرب بندے کون ہیں؟ اُن کی پہچان کیا ہے۔ خدا دوسرے آدمیوں یعنی مخالفوں سے تو دلیل مانگتا ہے۔ لیکن خود دلیل سے گریز کرتا ہے۔ کیا خدا نے مباحثہ جاری کر رکھا ہے۔ اور لوگوں کی تردید میں یہ مضمون لکھ رہا ہے۔ کہ میں بیہودہ گویوں کا جواب نہیں دونگا۔ اب بھی خدا مباحثہ کیوں نہیں کرتا؟

(۱۳) "خدا اوپر سے بارش اُتارتا ہے۔ اُسے تم پیتے ہو اور اُس سے درخت پیدا ہوتے ہیں..... اُن سے سمندر کو قابو کر رکھا ہے۔ تا تم اُس سے گوشت تر و تازہ یعنی مچھلیاں کھاؤ اور زیور موتی نکالو۔ اور زمین میں پہاڑ بنا دئے۔ تاکہ یہ بسبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے"

خدا اوپر سے بارش اتارتا ہے۔ لیکن دہریہ تو یہی کہے گا۔ کہ زمین کی کشش اگر نہ ہوتی تو بارش نیچے کیسے اُتر سکتی۔ کیا کہیں خدا نے بارش کے نیچے اُترنے کا سبب کشش ثقل بھی بیان کیا ہے۔ اگر نہیں تو اُسکا علم نامکمل ہے:-

خدا نے انسان کی قدرتی خوراک سمندر کی مچھلیاں تبلائی ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر ان اعلے دماغ اور سائنس دان باکمال اتفاق رائے سے پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ انسان کی قدرتی خوراک گوشت نہیں ہے:-

ڈاربن ٹن۔ کیور۔ لارنس۔ بیل۔ آون۔ کسینڈی وغیرہ ایک سے ایک اعلیٰ سائنس دان تبلا رہا ہے۔ کہ گوشت ہرگز انسان کی قدرتی خوراک نہیں۔ پھر خدا کا یہ تبلانا کہ مچھلیاں کھاؤ تبلاتا ہے۔ کہ وہ انسانی فطرت۔ انسان کے دانت آنت اور معدہ کی بناوٹ سے بے بہرہ ہے۔ سچ ہے اُس زمانہ میں عرب میں علم تشریح اور فزیالوجی کی تعلیم تھوڑی تھی۔ جو خدا اطبّا باتیں جان کر پھل اناج انسانی خوراک تبلاتا۔

زمین پر پہاڑوں کو خوب میخیں بنا کر ٹھوکا ہے۔ اگر علم جغرافیہ سے متکلّم قرآن کو واقفیت ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کہتا۔ کیا پہاڑ زمین کے ساتھ گردش نہیں کرتے۔ لیکن سچ ہے۔ مولوی صاحب کہہ دیں گے۔ قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے۔

(۱۴) "وہ کیا جو پیدا کرے۔ وہ اُس جیسا ہے۔ جو نہیں پیدا کرتا۔۔۔۔ جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں مانتے۔ اِس توحید سے دل اُنکے منکر اور وہ خود متکبر ہیں"۔

آپ کا مطلب ہے۔ کہ خدا اور مصنوعی معبود ایک سے نہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن پیدا کرنے کے معنے نہ آپ نے ہی تبلائے اور نہ خدا ہی نے فرمائے۔ پیدا کرنے سے مراد کیا نیستی سے ہستی میں لانے کی ہے۔ اگر ہے۔ تو یہ مسئلہ سراسر جہالت کا ہے۔ اور جو ایسا کہتا ہے۔ وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔

آگے چلکر آپ نے اِس آیت میں توحید کو آخرت کی زندگی کا گویا مترادف ٹھہرا دیا۔ خیر آپ کی مرضی لیکن آخرت کی زندگی سے مراد اگر ابدی دوزخ اور ابدی بہشت کی ہے۔ تو ایسی آخرت کی زندگی اور توحید لوگوں سے دور ہی رہے۔ تو اچھی ہے۔ اِس سے یہی دُنیا بہتر ہے۔

(۱۵) "خدا کے سوائے کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب ملک کا تھامنے والا ہے۔ جو اُس کے پاس بغیر اُس کے حکم کے سفارش کر سکے؟ وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے"۔

صفات باری کے متعلق سارے قرآن سے ڈھونڈ کر آپ نے یہ آیت نکالی۔ لیکن اِس میں بھی صفات باری کا کمالیت کے ساتھ ذکر نہیں ہے۔ خدا سب مُلک کا تھامنے والا ہے۔ کیا عرب کے سارے مُلک کا یا کُرۂ ارض کے تمام ملکوں کا۔

کیا اُس کا حکم لے کر اُس کے پاس سفارش ہو سکتی ہے۔؟ یہ تو وہ بات ہوئی جیسے چپڑاسی

اپنے مالک کی اجازت حاصل کر لے کہ میں فلاں مجرم کی سفارش کروں۔ حاکم کہے کرو۔ اِس سے پایا گیا کہ خدا چاہتا ہے۔ کہ پہلے میری اجازت لے لو۔ پھر سفارش کرو۔ لیکن کیوں نہیں صاف طور سے تبلایا کہ ہرگز کسی صورت میں سفارش مانی نہیں جائے گی۔ جو کروگے سو بھروگے۔

وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے۔ لوگوں کے دل کی باتیں تو نہیں جانتا۔ اگر محیط کل ہوتا اور اِس آیت میں کہیں پر اُس کو محیط کُل لکھا ہوتا۔ تب تو یہ بھی ممکن تھا۔ لیکن اُس کو محیط کل ہی نہیں تبلایا گیا۔ تو وہ دل کے خیالات کیسے جان سکتا ہے؟ آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے نہ کہ خیالات۔ پس وہ ہمہ دان ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۱۶) "وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے..... وہ بادشاہ ہے خود مختار.. سب پر غالب وہ خدا پیدا کرنے والا ہے"

وہ غائب اور ظاہر کو تو جانتا ہے۔ لیکن ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں زمانوں کو جانتا ہے یا نہیں؟ جب تک یہ صفت اُس کی نہیں تو کیسے وہ مکمل ہمہ دان ہو سکتا ہے؟ وہ بادشاہ ہے۔ اگر یہ دُرست ہے تو پھر مسلمان کیونکر مانتے ہیں۔ کہ خدا نیستی سے ہستی میں روحوں کو لاتا ہے؟ کیا بادشاہ اپنی رعایا کو نیستی سے ہستی میں لاتا ہے؟ بادشاہ تو کہدیا لیکن روح کو کیا کہیں پر اُس کی رعایا بھی کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو آنکھ سے اندھے نام نین سُکھ کی مثال صادق آئیگی عجیب بادشاہ ہے کہ رعایا ندارد۔ خود مختار ہے بہت ٹھیک لیکن کہیں پر سارے قرآن میں روح کو بھی خود مختار کہا ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ وہ پیدا کرنے والا ہے۔ ابھی کہا تھا کہ وہ بادشاہ ہے۔ کیا ایک خیال دوسرے خیال کی تردید میں موجود نہیں ہے۔ جو نیستی سے ہستی میں کائنات کو لاتا ہے۔ وہ بقولِ مسلماناں قدرت سے پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ بادشاہ کیسے کہلا سکتا ہے۔ شاید یہاں مراد بادشاہ سے جابر کی ہوگی۔ اگر مالک سے ہے۔ تو وہ نیستی سے ہستی نہ کر سکیگا۔

مولوی صاحب اِسی آیت کے فرمودہ کی تردید قرآن نے جا بجا کی ہے۔ پھر ہم کیونکر مان لیں۔ کہ قرآن کا خدا سب پر غالب آنے والا بادشاہ ہے۔ ہرگز نہیں وہ سب پر غالب نہیں ہے۔ اگر غالب آسکتا تو ایک شیطان کو آج تک قید نہ کر چھوڑتا۔ دیکھئے قرآن شیطان کی

تاریخ اور خدا کی کمزوری کو خود کن الفاظ میں بیان کر رہا ہے؟

## پیدا کرنے کے بارہ میں سورۂ بقر آیت ۱۱۱ - ۱۱۶ طرز پر ہے کہ :-

"وہ زمین آسمان کا نو موجد ہے - جب کسی کام کا حکم دیتا ہے - تو صرف کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے" کیا معنی کہ نیستی سے ہستی کرتا ہے - جو ایک ناممکن بات ہے - پس ناممکن کاموں کے کرنے والے کو خدا کہنا ہی غلطی ہے - اور نہ وہ خدا ہو سکتا ہے - جو ناممکن اور اپنی ذات و قدرت کے خلاف کرے -

اب ہم اس بات کی تائید میں کہ خدا شیطان پر غالب نہیں آ سکتا - مندرجہ ذیل حوالجات درج کرتے ہیں - تاکہ ناظرین کو قرآن کے خدا کی صفات کا بخوبی پتہ لگ سکے - جن آیات کو مولوی صاحب نے چھپانے کی کوشش کی ہے :-

### سورۂ بقر

نمبر ۱ - اور جب مومنوں سے ملتے ہیں - کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں - صفحہ ۳ - آیت ۱۳ -

نمبر ۲ - جس پر شیطان نے ان دونوں کو لغزش دی اور ان دونوں کو وہاں سے نکالا اور ہم نے کہا تم سب نیچے اترو ایک دوسرے کے دشمن صفحہ ۵ آیت ۳۴ -

نمبر ۳ - اے لوگو جو کچھ زمین میں حلال اور پاک ہے تم کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے - صفحہ ۱۵ - آیت ۱۶۳ -

نمبر ۴ - وہ تمہیں شیطان صرف بدی کرنے کا اور فحش کاموں کا اور خدا کی نسبت وہ باتیں جو تمہیں معلوم ہیں - بولنے کا حکم دیتا ہے - صفحہ ۱۵ - آیت ۱۶۴ -

نمبر ۵ - اے ایماندارو تم مسلمانی مذہب میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے - صفحہ ۱۸ - آیت ۲۰۴ -

نمبر ۶ - شیطان تم سے تنگدستی کا وعدہ کرتا ہے - اور تمہیں بیحیائی کا حکم دیتا ہے - اور خدا تمہیں اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے - صفحہ ۲۴ - آیت ۲۷۱ -

### سورۃ العمران

نمبر ۷ - میں اس کو معہ اس کی اولاد کے شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

صفحہ ۲۸- آیت ۱۳۱-

بمنبر ۸- فوجوں کے بھڑنے کے دن جو لوگ تم سے ہٹ گئے تھے- اُن کے گناہوں کی شامت سے انہیں شیطان نے ڈگایا تھا- صفحہ ۳۵- آیت ۱۴۹-

بمنبر ۹- یہ شیطان ہے کہ تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے- تم اُن سے ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایماندار ہو- صفحہ ۴- آیت ۱۷۵-

## سورۂ نساء

بمنبر ۱۰- جو اپنے اموال دکھلانے کے لیئے خرچ کرتے ہیں- وہ اللہ پر اور اخیر کے دن پر ایمان نہیں رکھتے- جن کا ساتھی شیطان ہو- اُن کا بُرا ساتھی ہو گیا ہے- صفحہ ۴۲- آیت ۴۲-

بمنبر ۱۱- شیطان انہیں گمراہی میں دور لے جانا چاہتا ہے- صفحہ ۴۳- آیت ۶۳-

بمنبر ۱۲- ایماندار خدا کی راہ میں لڑتے ہیں- کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں- پس تم شیطان کے دوستوں کو قتل کرو- شیطان کا مکر ضعیف ہے- صفحہ ۴۴- آیت ۷۸-

بمنبر ۱۳- اگر تم پر خدا کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو تم شیطان کے تابع ہو جاتے- مگر تھوڑے صفحہ ۴۵- آیت ۸۵-

بمنبر ۱۴- مشرک لوگ خدا کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں- درحقیقت شیطان سرکش کو پکارتے ہیں- صفحہ ۴۸- آیت ۱۱۷-

بمنبر ۱۵- جس نے خدا کے سوائے شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں جا پڑا صفحہ ۴۸- آیت ۱۱۸-

بمنبر ۱۶- شیطان اُنھیں وعدے دیتا اور آرزوئیں بندھواتا ہے- لیکن اُس کے وعدے صرف فریب کے ہیں- صفحہ ۴۸- آیت ۱۱۹-

## سورۂ مائدہ

بمنبر ۱۷- شیطان چاہتا ہے- کہ بوسیلۂ شراب اور قمار کے تمہارے درمیان عداوت اور غصّہ ڈالے- اور تمہیں خدا کے ذکر اور نماز سے روکے پس کیا تمہیں باز آنا چاہیئے- صفحہ ۶۰- آیت ۹۳-

## سورۂ انعام

بمنبر ۱۸- جب ہمارا عذاب اُن پر آیا وہ عاجز کیوں نہ ہوئے- اگر اُن کے دل سخت ہو گئے تھے- اور

شیطان نے اُنکے کام اُنکی نظروں میں آراستہ کئے تھے۔ صفحہ ۶۵۔ آیت ۴۳۔

نمبر ۱۹۔ اور جب تو اے محمد یہ دیکھے کہ ہماری آیتوں میں غور کر رہے ہیں۔ تو اُن سے یکسو ہو جایا کر۔ کہ جب تک وہ کسی اور بات میں غور کریں۔ ورنہ شیطان تجھے بھلا وادیگا۔ پس تو بعد نصیحت ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ صفحہ ۶۶۔ آیت ۶۷۔

نمبر ۲۰۔ اور جو چوپایوں میں بعض باربردار ہیں۔ اور بعض فرش زمین ہیں جو اللہ نے تمہیں رزق دیا۔ کھاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدموں پر نہ چلو۔ صریح تمہارا دشمن ہے صفحہ ۷۱۔ آیت ۱۴۳۔

## سورۂ اعراف میں قصۂ شیطان

نمبر ۲۱۔ فرمایا نیچے اُتر یہاں سے تجھے لائق نہیں۔ کہ یوں یہاں تکبر کرے۔ نکل تو ذلیلوں میں ہے بولا جی اُٹھنے کے دن تک مجھے مُہلت دے فرمایا تجھے مہلت دی۔ تب بولا اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ میں تیری سیدھی راہ کے اوپر آدمیوں کی گھات میں جا بیٹھونگا۔ اُن پر آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں سے آؤنگا۔ اور تو اُن میں بہت شکرگذار نہ پاویگا۔ فرمایا یہاں سے نکل عیب دار مردود اُن میں جو تیرے تابع ہوگا۔ میں تم سب سے دوزخ بھرونگا۔ (صفحہ ۴۷۔ آیت ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶)

نمبر ۲۲۔ پھر شیطان نے اُنھیں وسوسہ دیا تاکہ اُن کی پوشیدہ برہنگی اُن پر ظاہر کرے صفحہ ۴۷۔ آیت ۱۹۔

نمبر ۲۳۔ کیا میں نے تمہیں اِس درخت سے منع نہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ نہ کہا تھا۔ صفحہ ۴۷۔ آیت ۲۱۔

نمبر ۲۴۔ اے بنی آدم شیطان تمہیں قید میں نہ ڈالے جیسے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔ اِن کے کپڑے اِن کے اوپر سے کھینچتا تھا تاکہ اُن کی برہنگی دکھلاوے۔ شیطان اور اُس کی قوم تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتی ہیں۔ کہ تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطان کو بے ایمانوں کے لئے اولیا بنا دیا ہے۔ صفحہ ۴۷۔ آیت ۲۶۔

نمبر ۲۵۔ اور تو اُنہیں اُس شخص کی خبر پڑھ سنا کہ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ اور وہ آیتوں میں سے نکل گیا۔ پھر اُس کے پیچھے شیطان ہولیا۔ اور گمراہوں میں ہوا۔ صفحہ ۸۳۔ آیت ۷۴

نمبر ۲۶- اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ڈگا وے۔ تو اللہ سے پناہ مانگ وہ سُنتا جانتا ہے صفحہ ۸۴ آیت ۱۱۹-

نمبر ۲۷- جو ڈرتے ہیں جب اُنھیں شیطان سے کوئی وسوسہ پہنچے وہ چونک اُٹھتے ہیں پھر فوراً سمجھ آجاتی ہے۔ صفحہ ۸۵ آیت ۱۲۰-

## سورۂ انفال

نمبر ۲۸- جس دن شیطان اُن کے کام اُنہیں اچھے دکھلائیگا۔ کہتا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا۔ میں تمہارا رفیق تمہارے ساتھ ہوں۔ جب وہ فوجیں مقابل ہوئیں شیطان اُلٹے پیروں ہٹا اور کہا میں تم سے بیزار ہوں میں کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں صفحہ ۸۸- آیت ۵

## سورۂ یوسف

نمبر ۲۹- کہا اے بیٹے اپنا ارادہ اپنے بھائیوں کو نہ سُنانا کہ وہ تیرے لئے کوئی فریب بنائینگے شیطان انسان کا صریح دشمن ہے صفحہ ۱۱۱- آیت ۵

نمبر ۳۰- جس کی نسبت گمان تھا کہ وہ بچے گا۔ اُس سے کہا کہ اپنے مالک پاس میرا ذکر کیجیو۔ شیطان نے مالک کے پاس اُسکا ذکر اُس سے بھلا دیا۔ پھر وہ قیدخانہ میں کئی برس رہا۔ صفحہ ۱۱۳- آیت ۴۲-

نمبر ۳۱- اپنے والدین کو تخت پر چڑھایا۔ اور اُس کے بھائی سب سجدہ میں گرے۔ اور کہا۔ یہ سب میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ میرے رب نے اُسے سچ کیا۔ اور اُس نے مجھ پر یہ احسان کیا۔ جب مجھے قیدخانہ سے نکالا اور تمہیں جنگل سے یہاں لے آیا۔ اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا اٹھوایا۔ خدا جو چاہے بالطاقت کرتا وہ دانا حکیم ہے صفحہ ۱۱۶- آیت ۱۰۱-

## سورۂ ابراہیم

نمبر ۳۲- جب فیصلہ ہو چکے گا۔ تب شیطان بولے گا۔ خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ جو وعدہ کیا تھا۔ جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا۔ جھوٹ تھا۔ اور میری تم پر حکومت نہ تھی۔ صفحہ ۱۳۱- آیت ۲۶-

## سورۂ حجر

نمبر ۳۳ - اور مردود شیطان سے اُس کی حفاظت کی صفحہ ۱۲۳ - آیت ۱۷ -

نمبر ۳۴ - مگر شیطان جو بات چوری سے سُن گیا - اُسکے پیچھے شہاب لگایا صفحہ ۱۲۳ - آیت ۱۸

نمبر ۳۵ - شیطان کا پھر ذکر ہے - صفحہ ۱۲۳ - آیت ۳۱ سے ۴۲ تک -

## سورۂ نحل

نمبر ۳۶ - اللہ کی قسم تجھ سے پہلے بہت اُمتوں میں رسول بھیجے تھے - شیطان نے اُن کے عمل اُنہیں بھلے کر دکھلائے تھے - سو وہ ہی آج اُن کا دوست ہے - اور اُن کے لئے دُکھ کا عذاب ہے - صفحہ ۱۲۸ - آیت ۶۵ -

نمبر ۳۷ - سو جب تُو قرآن پڑھے - مردود شیطان سے پناہ مانگ صفحہ ۱۳۱ - آیت ۱۰۰ -

نمبر ۳۸ - اِس کا غلبہ اُنھیں پر چلتا ہے - جو شیطان کے دوست اور مشرک ہیں - صفحہ ۱۳۰ - آیت ۱۰۲ -

## سورۂ بنی اسرائیل

نمبر ۳۹ - فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں - اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے صفحہ ۱۳۳ - آیت ۲۹ -

نمبر ۴۰ - میرے بندوں سے کہہ کہ وہ بات بولیں جو بہتر ہے - کیونکہ شیطان اُن میں لڑائی کراتا ہے - شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے - صفحہ ۱۳۴ - آیت ۵۴ -

نمبر ۴۱ - پھر شیطان کا ذکر صفحہ ۱۳۴ - آیت ۶۲ سے ۶۶ رکوع ۷ - (یعنی) اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو - سب نے سجدہ کیا - مگر ابلیس نے نہ کیا) بولا کیا میں اسے سجدہ کروں - جسے تُو نے مٹی سے بنایا - پھر بولا تو دیکھ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دیگا - تو میں اُس کی اولاد کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالونگا - سوائے تھوڑوں کے - فرمایا چلا جا اِن میں سے جو تیرے تابع ہوگا - تم سب کا جہنم پورا بدلا ہوگا جسے تو بہ آواز خود اِن میں بہکا سکے - بہکا اور اپنے سوار اور پیادے اُن پر چڑھا اور اموال و اولاد میں اُنکا شریک ہو - اور اُنہیں وعدے دے - اور شیطان اُنہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے - صفحہ ۱۳۵ - آیت ۶۲ سے ۶۶ -

## سورۂ کہف

نمبر ۴۲ - اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ اپنے رب کے فرمان سے نکل بھاگا۔ پس کیا تم میرے سوا ابلیس کو اور اُس کی اولاد کو دوست ٹھیراتے ہو۔ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور ستمگاروں کا بدلا بُرا ہے۔ صفحہ ۱۴۰۔ آیت ۴۸۔

نمبر ۴۳ - بولا تو نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا۔ میں مچھلی بھول گیا تھا اس کی یاد مجھے شیطان نے ہی بھلائی اور اُس نے عجب طور سے دریا میں اپنی راہ لی۔ صفحہ ۱۴۱۔ آیت ۶۲۔

## سورۂ مریم

نمبر ۴۴ - اے باپ شیطان کی عبادت نہ کر۔ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ صفحہ ۱۴۵۔ آیت ۴۵۔

نمبر ۴۵ - اے باپ میں ڈرتا ہوں کہ رحمان کی طرف سے تجھ پر عذاب نہ آجائے۔ پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائیگا۔ صفحہ ۱۴۵۔ آیت ۴۶۔

## سورۂ طٰہٰ

نمبر ۴۶ - اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ آدم یہ ابلیس تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ تم کو جنت سے نکلوادے۔ پھر تو تکلیف میں پڑے صفحہ ۱۵۲۔ آیت ۱۱۵۔

نمبر ۴۷ - پھر شیطان نے آدم کے دل میں ڈالا۔ بولا اے آدم کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت اور وہ سلطنت جو کہنہ نہ ہو۔ بتاؤں۔ صفحہ ۱۵۲۔ آیت ۱۱۸۔

## سورۂ انبیاء اور سورۂ حج

نمبر ۴۸ - بعض آدمی بے علم اللہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اور ہر شیطان سرکش کے پیرو ہیں صفحہ ۱۵۷۔ آیت ۳۔

نمبر ۴۹ - شیطان کی قسمت میں لکھا گیا کہ جو کوئی اُسکا دوست بنے اُسے گمراہ کرے گا اور عذاب دوزخ کا راہ بتائیگا۔ صفحہ ۱۵۷۔ آیت ۴۔

نمبر۵۰۔ اور کوئی رسول و نبی نہیں ہے۔ جو تجھ سے پہلے ہم نے بھیجا کہ جب وہ کچھ خیال باندھنے لگا۔ شیطان نے اُس کے خیال میں کچھ نہ ڈال دیا ہے صفحہ ۱۶۰۔ آیت ۵۱۔

## سورۂ نور

نمبر۵۱۔ اے ایماندارو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ وہ بے حیائی اور بدبات کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا۔ تو تم میں سے کبھی کوئی پار نہ ہوتا۔ لیکن جسے چاہے پار کرتا اور اللہ دانا و شنوا ہے صفحہ ۱۶۸۔ آیت ۲۱۔

## سورۂ عنکبوۃ

نمبر۵۲۔ اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا۔ اور تم (اہل مکہ) پر اُن کے بعض گھر ظاہر ہیں اور اُن کے اعمال شیطان نے اُن کے لئے مزین کئے تھے۔ پھر اُنہیں راہ سے روکا تھا۔ اور وہ سب دانشمند لوگ تھے۔ صفحہ ۱۹۱۔ آیت ۳۷۔

نمبر۵۳۔ اور جب اُنہیں کہا جائے کہ جو خدا نے نازل کیا۔ اُس کے پیرو ہو سکتے ہیں کہ جس بات پر ہم نے اپنے اباء کو پایا۔ ہم اُس کے پیرو ہونگے۔ آیا کیا اگر شیطان نے اُنہیں دوزخ کی طرف بلایا۔ تو بھی صفحہ ۱۹۷۔ آیت ۲۰۔

نمبر۵۴۔ ابلیس کا گمان اُن کے حق میں سچ ہو گیا۔ اُنہوں نے اُس کی پیروی کی مگر مومنین سے ایک ایک فرقہ نے نہ کی۔ صفحہ ۲۰۵۔ آیت ۱۹۔

نمبر۵۵۔ اور شیطان کا اُن پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر یہ اِس لئے ہوا کہ ہم اُسے جو آخرت پر ایمان لاتا ہے۔ اُس سے جو آخرت کے بارہ میں شکی ہے۔ جدا کر کے معلوم کریں اور تیرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔ صفحہ ۲۰۵۔ آیت ۲۰۔

## سورۃ فاطر

نمبر۵۶۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ سو تم اُسے دشمن سمجھو وہ اپنی جماعت کو اسی لئے بلاتا ہے۔ کہ دوزخی ہوں صفحہ ۲۰۸۔ آیت ۸۔

## سورۂ یٰس

نمبر۵۷۔ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ کیا تھا۔ کہ تم شیطان کو نہ پوجو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۲۱۲۔ آیت ۶۰۔

نمبر ۵۸۔ اور اُس نے تم میں سے بہت خلقت کو بہکایا۔ کیا تم نہ سمجھتے تھے۔ صفحہ ۲۱۲۔ آیت ۶۲

## سورۂ صافات

نمبر ۵۹۔ اور ہر سرکش شیطان سے آسمان کی حفاظت کی صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۷۔

نمبر ۶۰۔ اُوپر والی مجلس تک شیاطین نہیں سُن سکتے۔ اور ہر طرف سے انگارے مارے جاتے ہیں۔ صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۸۔

نمبر ۶۱۔ مگر جو کوئی خبر شیطان جھک کے اُچک لایا۔ اُس کے پیچھے چمکتا انگارا لگتا ہے صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۱۰۔

نمبر ۶۲۔ اُس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔ صفحہ ۲۱۴۔ آیت ۶۳۔

## سورۂ ص

نمبر ۶۳۔ پھر سورۂ ص میں صفحہ ۲۱۹ پر شیطان کا قصّہ ہے

نمبر ۶۴۔ پھر بولا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ صفحہ ۲۱۹۔ آیت ۸۳۔

## سورۂ سجدہ

نمبر ۶۵۔ اور کافر کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں وہ دو شخص دکھلا۔ جنوں اور آدمیوں سے۔ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (شیطان) سو ہم اُن دونوں کو اپنے پیروں تلے گرائیں کہ وہ نیچے رہیں۔ صفحہ ۲۲۹۔ آیت ۲۹۔

نمبر ۶۶۔ اگر کوئی شیطانی وسوسہ تجھے بہکاوے۔ تو اللہ سے پناہ مانگ۔ وہ دانا و شنوا ہے۔ صفحہ ۲۲۹۔ آیت ۳۶۔

نمبر ۶۷۔ جو کوئی رحمان کے ذکر سے آنکھ چرائیگا۔ ہم اُس پر ایک شیطان مقرر کرینگے وہ اُسکا ہمنشین بن جائیگا۔ صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۵۔

نمبر ۶۸۔ شیاطین آدمیوں کو راہ سے روکتے ہیں۔ اور آدمی سمجھتے ہیں کہ ہم راہ یافتہ ہیں۔ صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۶۔

نمبر ۶۹۔ یہاں تک کہ جب آدمی ہمارے پاس آتا ہے۔ (شیطان سے) کہتا ہے۔ کاش کہ تجھ میں اور مجھ میں مغرب اور مشرق کی دوری ہوتی۔ تو بڑا ساتھی ہے صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۷۔

## سورۂ محمد

نمبر۷۰۔ جو لوگ اپنے لئے ہدایت ظاہر ہونے کے لئے اپنی پُشت پر لوٹ گئے۔ (یعنی مرتد ہو گئے) شیطان نے اُن کے لئے بات بنائی اور اُنہیں مہلت ہے صفحہ ۲۴۵۔ آیت ۲۷۔

## سورۂ (قاف) ق

نمبر۷۱۔ اسکا قرین (شیطان) کہیگا۔ اے رب میں نے اِسے گمراہ نہیں کیا۔ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا صفحہ ۲۴۹۔ آیت ۲۶۔

نمبر۷۲۔ یہاں تک کہ امر آیا (موت) اور تمہیں شیطان نے اللہ کے بارہ میں فریب دیا۔ پس آج تم سے فدیہ قبول نہ ہوگا۔ اور نہ کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی آگ تمہارا رفیق ہے۔ اور بری جگہ صفحہ ۲۶۹/۲۶ آیت ۱۴۔

## سورۂ مجادلہ

نمبر۷۳۔ ویسی ہی مصلحت شیطان سے ہے۔ کہ مومنین کو غمگین کرے اور اُن کو وہ کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ مگر اللہ کے حکم سے اور ایمانداروں کو خدا پر بھروسہ چاہیئے صفحہ ۲۶۲ آیت ۱۱۔

نمبر۷۴۔ اُن پر شیطان غالب آیا۔ اُنہیں اللہ کی یاد بھلائی۔ وہ شیطان کی جماعت میں شامل ہے۔ جو شیطان کی جماعت ہیں۔ وہی زیاں کار ہیں۔ صفحہ ۲۶۲۔ آیت ۲۰۔

## سورۂ حشر

نمبر۷۵۔ شیطان کی مانند ہیں جب اُس نے اِنسان سے کہا کہ کافر ہو۔ جب وہ کافر ہوا بولا میں تجھ سے بیزار ہوں میں جہان کے رب اللہ سے ڈرتا ہوں صفحہ ۲۶۴۔ آیت ۱۶۔

### قرانی سوشیل لائف

مولوی صاحب سوشیل لائف آف ملہم پر بہت زور دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ الہام کا گواہ اِس کو بنانا چاہتے تھے لیکن سوشیل لائف کا معیار تو الہامی کتاب سے ہی ملنا چاہیئے۔ آؤ ہم دیکھیں کہ قرآن میں سوشیل لائف کے کن اصولوں کی تعلیم دی ہوئی ہے۔ تاکہ ہم اندازہ لگا سکیں۔ کہ ملہم شخص کی سوشیل لائف اُن کے مطابق ہی ہوگی۔ اُن سے بڑھیا تو ہو ہی نہیں سکتی۔

تمدن اور یہ وہ تو سب مولوی صاحب نے لکھا۔ اور قرآن کی یکطرفہ سوشیل لائف کی

تعلیم کا فوٹو کھینچا - ہم مکمل فوٹو کے لئے یہ مصالحہ بھی پیش کرتے ہیں - کہ جس سے
**کثرت ازدواج - طلاق اور عورتوں کے ساتھ جابرانہ سلوک کی بھی**
بخوبی تشریح و توضیح اور سوشیل لایف کی تعلیم کی کیفیت کھل سکے گی - اس کے متعلق اگر وید
مقدس کی سوشیل لایف کے اصولوں کی تعلیم سے کوئی شخص مقابلہ پر واقفیت حاصل کرنا چاہے
تو وہ ہماری کتاب "وواہ آورش" لاہور آریہ سماج وچھووالی کے کتب خانہ سے
طلب کرکے دیکھ لے -

سورۂ البقر رکوع ۲۳ - آیت ۱۸۳)

روزہ کی رات میں اپنی عورتوں سے ہمبستر ہونا تمہیں حلال ہوا ہے - عورتیں تمہاری پوشاک
ہیں - اور تم اُن کی پوشاک ہو - اللہ کو تمہاری چوری معلوم ہو گئی ہے - سو اس نے تم کو معاف
کیا - اور تم سے درگذر کی - کہ عورتوں سے مباشرت کیا کرو - اور جو کچھ خدا نے تمہارے لئے
لکھ دیا ہے - اُس کو ڈھونڈھو - اور جب تک فجر کو سفید دھاگا کالے دھاگے سے صاف
جدا نظر نہ آوے -

آیت ۲۲۰ صفحہ ۹ مشرکہ عورتوں کو نکاح میں لاؤ - جب تک وہ ایمان نہ لائیں - مسلمان باندی
مشرکہ (بی بی) سے بہتر ہے - اگر وہ تمہیں خوش آتی ہو - اور مشرک مردوں سے نکاح
نہ کرو - جب تک ایمان نہ لائیں - مسلمان غلام مشرک آدمی سے بہتر ہے - اگرچہ وہ تم کو
خوش آئے - ۲۷ ع -

آیت ۲۲۳ صفحہ ۱۰ - تمہاری عورتیں تمہارا کھیت ہیں - تم اپنے کھیت میں جدھر سے چاہو
جاؤ - اور اپنی جانوں میں پہلے سے تدبیر کرو - اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ تمہیں اُن سے ملاقات
کرنا ہے - اور خوشخبری ایمانداروں کو دے ۲۸ ع -

آیت ۲۲۶ سے ۲۲۸ صفحہ ۱۲ - اُن کے لئے جو اپنی عورتوں سے نہ ہمبستر ہونے پر قسمیں کھا
بیٹھے ہیں - چار ماہ کی انتظار ہے - پھر اگر وہ مل گئے ہوں تو خدا بخشندہ مہربان ہے - اگر انہوں نے
طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا اور جانتا ہے - طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک
(نکاح دیگر) سے روکیں - اور اُن کو اُس کا چھپانا جو خدا نے اُن کے رحموں میں پیدا کیا
ہے - حلال نہیں ہے -

اگر وہ اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اگر اس عرصہ میں وہ صلح کا ارادہ کریں۔ تو
اُن کے خاوندوں کا حق ہے کہ اُنہیں پھیر لیں۔ اور عورتوں کا بھی حق ہے۔ جیسے مردوں کا اُنپر
حق ہے۔ دستور کے موافق اور مردوں کا عورتوں کے اوپر درجہ ہے۔ اللہ زبردست مدبر
ہے۔ ۲۲۸ ع۔

آیت ۲۲۹ سے ۲۳۱ رکوع ۲۹۔

طلاق دو بار ہے۔ پھر بدستور روک لینا یا نیکی سے رخصت دینا چاہئے۔ اور تمہیں حلال نہیں
کہ اپنے دئے ہوئے میں سے مگر جب کہ وہ دونو ڈریں کہ خدا کا قاعدہ قایم نہ رکھ سکیں گے۔ پس اگر
تم ڈرو کہ وہ دونوں خدا کے قاعدہ قائم نہ رکھ سکیں گے۔ تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت
کا بدلہ دیکے چھوٹ جائے یہ خدا کے باندھے ہوئے قواعد ہیں۔ اُن سے آگے نہ جاؤ۔ اور جو کوئی
خدا کے قاعدوں سے آگے بڑھا سو وہ ہی ظالم لوگ ہیں۔

اگر وہ اِسکو طلاق دے چکا۔ اُس کے بعد وہ عورت اُس مرد کے لئے حلال نہیں ہے۔ جبتک
کہ دوسرے خاوند سے نکاح (معہ جماع) نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ اسکو طلاق دے۔ تو اُن دونوں کا
پھر ملنا گناہ نہیں ہے۔ اگر وہ خیال کریں کہ خدا کے قواعد ٹھیک رکھ سکیں اللہ کے قواعد ہیں
جنہیں وہ سمجھدار قوم کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور جب تم نے عورت کو طلاق دی پھر وہ اپنی
عورت کو پہنچیں۔ پس اب اُنکو حسب دستور رخصت دو۔ اور زیادتی کر کے ستانے کے لئے نہ
روکو۔ جس نے یہ کیا۔ اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور خدا کی آیتوں کو ٹھٹھہ نہ بناؤ۔

آیت ۲۳۲ سے ۲۳۶ تک۔ رکوع

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی۔ پھر وہ اپنی عورت کو پہنچیں۔ تو پھر اُن کو اپنے خاوند
کرنے سے نہ روکو۔ جبکہ وہ حسب دستور آپس میں راضی ہو جائیں۔ یہ نصیحت تم میں سے اُسکے
لئے ہے۔ جو خدا پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اُس میں تمہارے لئے پاکیزگی اور ستھرائی
زیادہ ہے اور خدا جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔

اور لڑکے والی عورتیں اپنے لڑکوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ جو کوئی دودھ کی مدت
پوری کرنا چاہے اور لڑکے والے مردوں پر اُن عورتوں کا کھانا کپڑا ہوگا۔ دستور کے موافق
کسی کو اُسکی گنجایش سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی۔ اور والدہ اپنی بیٹی اور والد اپنے بیٹے کو

ضرر نہ پہنچائیں۔

اور وارث پر بھی ایسا ہی حکم ہے۔ اگر وہ دونو اپنی مرضی اور مشورہ سے دودھ چھوڑانے کا ارادہ کریں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اے مردو یہ چاہو کہ اپنی اولاد کو (غیر عورت کا) دودھ پلاؤ تم پر کچھ گناہ نہیں تم بدستور مقررہ اُجرت دے دو اور خدا سے ڈرو۔ جانو کہ جو کچھ تم کرتے ہو۔ خدا دیکھتا ہے جو لوگ تم میں سے عورتیں چھوڑ کر مرجاتے ہیں۔ چاہئے کہ چار مہینہ دس دن تک اُن سے انتظار کریں۔ پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچیں۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ جو وہ اپنے حق میں حسب دستور کرتی ہیں۔ اور خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کو نکاح کا پیغام خفیہ دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ خدا جانتا ہے کہ تم اُن سے کہوگے۔ مگر تم خفیہ وعدہ کر بیٹھو حسب دستور سے کوئی بات بول دو۔ اور نکاح کا ارادہ نہ کرو جب تک۔ خدا کا نوشتہ اپنی مدت کو پہنچے۔ اور جانو کہ جو تمہارے دل میں ہے اللہ کو معلوم ہے۔ اس سے ڈرو اور جانو کہ اللہ بخشندہ بردبار ہے۔ آیت ۲۳۷ و ۲۳۸

عورتوں سے ہم بستری اور اُن کا مہر مقرر کرنے سے پہلے اگر تم اُن کو طلاق دے دو۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ چاہئے کہ غنی اور تنگدست آدمی اپنی اپنی حیثیت کے موافق اُن کو خرچ کر دیں جیسے خرچ کا دستور ہو۔ اور یہ نیک آدمیوں پر حق ہے اور اگر ہم بستر ہونے سے پہلے اور مہر ٹھہرانے کے بعد تم اُنکو طلاق دو تو ٹھہرائے ہوئے مہر کا نصف دینا چاہئے۔ مگر جبکہ وہ عورتیں اور وہ شخص جسکے ہاتھ عقد نکاح تھا درگذر کریں۔ اور تم مرد اگر درگذر کرو تو یہ پرہیزگاری کے قریب ہے۔ اور اپنے درمیان فضل رکھنا نہ بھلاؤ۔ جو تم کرتے ہو۔ خدا دیکھتا ہے۔

۳۱۔ رکوع :۔

آیت ۲۴۱ و ۲۴۲۔

جو لوگ تم میں عورتیں چھوڑ کے مرجاتے ہیں۔ ایک سال کے لئے اُن کو خرچ کی وصیت کر جائیں نہ کہ یہ نکال دی جائیں۔ اگر وہ آپ نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور طلاق یافتہ عورتوں کو حسب دستور خرچ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے :۔ ۳۱ رکوع۔

صفحہ ۲۵۔ ۳۹ آیت

اے ایماندارو اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو۔ اور جو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں جن کو تم گواہوں میں پسند کرو۔ اگر ایک عورت بھول جائیگی تو دوسری یاد دلائیگی۔

سورۃ نساء مدنی آیت ۳-۱ع صفحہ ۳۹-

اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیم لڑکوں میں عدل نہ کر سکو گے- تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں- دو دو تین تین چار چار نکاح میں لاؤ- اور اگر خوف ہو کہ برابر نہ رکھ سکو گے- تو ایک ہی نکاح کر دیا وہ جو تمہیں ہاتھوں کا مال ہوا (یعنی باندی) اس دستور سے قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو گے- اور عورتوں کے مہر خوشی سے دیا کرو- اور جو عورتیں برضا خود مہر چھوڑ دیا کریں تو تم لذت اور مزے سے کھا لیا کرو:-

صفحہ ۴۰-۳ع- آیت ۱۹-

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں زنا کریں تو تم اپنے مسلمانوں میں چار گواہ طلب کرو پھر اگر وہ گواہی دیں- تو تم ان عورتوں کو اپنے گھروں میں (بطور جیلخانہ) قید رکھو- یہاں تک کہ اُن کی موت آوے- یا اللہ اُن کے لئے کوئی راہ نہ نکالے:-

آیت ۲۳:- اے ایماندارو تمہیں زبردستی عورتوں کا وارث بننا حلال نہیں نہ یہ کہ اُنہیں بند رکھو تا کہ ایزا دیا ہوا کچھ اُن سے چھین لو- ہاں جب وہ آشکارا زنا کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہا کرو- اگرچہ وہ تمہیں بُری معلوم ہوں- ہو سکتا ہے کہ تم کسی شئے کو بُرا سمجھو اور خدا تمہارے لئے بہت بھلائی نکالے- نمبر ۴- اور اگر تم بجائے ایک عورت کے دوسری عورت بدلنا چاہو- اور اُن میں سے کسی کو بہت سا مال دے بیٹھے ہو- تو اُس سے کچھ نہ لینا- نمبر ۵- کیا تم بہتان اور صریح گناہ سے کچھ لیتے ہو- تم کیونکر لیتے ہو- جبکہ تم آپس میں مل چکے ہو- اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ کر چکی ہیں:-

آیت ۲۸-۴ع-

اور خصم والیوں کا لینا بھی حرام ہے- مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہو جائیں (یعنی قید سے باندی ہو کے) یہ اللہ کا تمہیں حکم ہوا ہے- اور اُن کے سوا وہ سب عورتیں حلال ہیں- جنکو تم مال دیکے طلب کرو- بحالیکہ تم پارسا ہو نہ مستی نکالنے والے پس جتنے مال کے بدلے تم نے اُن سے متعہ کیا اُن کا مقررہ حق دے دو- اور بعد تقرر حق کے اگر تم برضا ہے باہمی کچھ اور بندہ بست ٹھیرا لو تو تم پر گناہ نہیں- اللہ دانا پختہ کار ہے- اور جو کوئی تم میں سے کسی مسلمان پارسا عورت کے ساتھ نکاح کا مقدور نہ رکھتا ہو- وہ تمہاری مومنہ لونڈیوں (باندیوں) میں سے اور خدا تمہارے ایمان کو

جانتا ہے۔ کہ تم آپس میں ایک ہو یا باندیوں سے نکاح اُن کے مالکوں کی اجازت سے کرو۔ اور ان کے مہر بھی بدستور دے دو۔ جبکہ باندیاں نیک ہوں نہ زناکار اور پوشیدہ نہ رکھتی ہوں جب وہ قید نکاح میں آجائیں۔ پھر زنا کریں۔ تو جس قدر عذاب آزاد عورت کے لئے مقرر ہے۔ اُن کا نصف اِن پر ہوگا۔ یہ حکم اُس کے لئے جو تکلیف اٹھانے سے ڈرے۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو بہتر ہے

آیت ۳۸ صفحہ ۱۴۱ع ۹۔

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے۔ اور اس لئے بھی وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمان بردار اور اللہ کی حفاظت سے اپنی شرمگاہوں کی مُحافظ ہیں۔ اور وہ عورتیں جن کی بدخوئی سے تم ڈرتے ہو۔ اُنہیں سمجھاؤ اور خوابگاہوں میں جدا چھوڑ دو اور اُنہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں۔ تو پھر اُن پر الزام کی راہ تلاش نہ کرو کیونکہ اللہ بہت بلند ہے۔ اور اگر تم اُن کی مخالفت سے ڈرتے ہو۔ تو مرد کی طرف سے ایک منصف اور عورت کی طرف سے ایک منصف اُٹھاؤ۔ اگر یہ دو ان میں صلح کا ارادہ کرینگے۔ تو خدا اِن میں توفیق دیگا۔ اللہ دانا خبردار ہے:۔

۵۔ سورہ مائدہ۔

آیت ۷ صفحہ ۵۲ آج سب اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں۔ جب کہ تم اُنکے مہر دے دو۔

سورہ نور صفحہ ۱۶۶۔ ۱ع آیت ۲ سے ۹۔

زناکار عورت اور زناکار مرد ہر ایک کے ... اُ سّو درے مارو ... آیت ۳۔ زناکار مرد زناکار عورت سے یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے۔ اور زناکار عورت زانی و مشرک مرد سے نکاح کرتی ہے۔ اور یہ بات مومنیں پر حرام ہے۔ نمبر ۴ پھر جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو تہمت لگائیں پھر وہ ۴ گواہ نہ لائیں تو انکو اسّی درّے مارو۔ کبھی اُنکی گواہی قبول نہ کرو۔ وہی فاسق ہیں نمبر ۵ جو لوگ اپنی عورتوں کو تہمت لگائیں اور اُن کے پاس سوائے اپنی جانوں کے اور گواہ نہ ہوں۔ تو اُن میں ایک کی گواہی چار دفعہ اللہ کی قسم یوں ہو کہ وہ سچّوں میں ہے۔ پانچویں دفعہ کہے اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ جھوٹھوں میں اور عورت کا عذاب یوں دور ہوتا ہے۔ کہ وہ چار دفعہ اللہ کی قسم سے کہے۔ کہ اُس کا شوہر جھوٹوں میں ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے اگر اُسکا شوہر سچّوں میں ہو۔ تو اُس عورت پر خدا کا غضب آوے۔

صفحہ - آیت ۲۶ - ۲ ع -

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں - اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں :-

صفحہ ۱۶۸ - آیت ۳۱ -

اور ایماندار عورتوں سے کہہ کہ اپنی آنکھیں نیچے رکھو ...... اور اپنا سنگار ظاہر کرو - مگر جتنا کہ ہے - اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر ڈالے رکھیں - اور اپنی آرائش صرف اپنے شوہروں کو دکھائیں - اپنے باپوں کو یا شوہروں کے باپوں کو یا اپنے بیٹوں کو یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا اپنے بھتیجوں کو یا اپنے بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا لونڈی و غلام کو یا مردوں میں سے اُن تابعین کو جو صاحب شہوت نہ ہوں - یا اُن لڑکوں کو جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنی پوشیدہ زینت کے ظاہر کرنے کو زمین پر پیر مارتی نہ چلیں ...... اور اپنی رانڈوں کے اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح پڑھو - اور اگر وہ محتاج ہوں ... ... ... ...

سورہ قصص صفحہ ۱۸۵ - رکوع ۳ - آیت ۲۷ -

(موسیٰ کو) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک تیرے نکاح میں دوں اس شرط پر کہ تو ۸ برس میری مزدوری کرے - اور جو دس برس پورے کر دے - تو تیری طرف سے مہربانی ہے - اور میں تجھ پر مشقت نہیں ڈالتا -

سورہ احزاب - ۱ ع - آیت ۴ -

...... نہ تمہاری عورتوں کو جنہیں تم ماں کہہ بیٹھے ہو - تمہاری سچی ماں بنایا - نہ تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا بنایا .......

صفحہ ۲۰۲ - آیت ۴۸ - ۶ ع -

اے ایماندارو جب تم ایماندار عورتوں سے نکاح کرو - پھر تم اُنہیں چھونے سے پہلے طلاق دے دو - تو تمہارے لئے اُن پر کچھ عدت نہیں - کہ اِس کا شمار کرو - سو تم اُنہیں فائدہ پہنچاؤ اور اچھی طرح سے رخصت کر دو -

صفحہ ۲۰۳ - آیت ۵۵ -

عورتوں پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے باپوں۔ بیٹوں کے سامنے اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہمجنس عورتوں باندی اور غلاموں کے سامنے آویں......

آیت ۵۹ - ۸ع۔

اے نبی اپنی عورتوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہدے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈالیں۔ یہ طریقہ قریب تر ہے کہ وہ پہچانی جائیں۔ پھر ایذا نہ پائیں:۔

صفحہ ۲۶۱ - سورہ مجادلہ آیت ۲ - ۱ع

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ وہ اُنکی مائیں نہیں ہو جاتیں:۔

صفحہ ۲۶۵ سورہ ممتحنہ۔

اے ایماندارو جب تم پاس ایماندار عورتیں ہجرت کرکے آجائیں۔ تو اُن کا امتحان لیا کرو۔ خدا اُن کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ ایماندار ہیں۔ تو انہیں کافروں کی طرف نہ ہٹاؤ۔ وہ کافروں کو حلال نہیں۔ اور نہ کافر اُنکو حلال ہیں۔ جو اُن کافروں نے خرچ کیا ہے۔ اُن کو دے دو۔ اور تم پر گناہ نہیں۔ کہ اُن عورتوں سے نکاح کرو۔ جبکہ تم اُن کو اُنکے مہر دے دو۔ اور تم کافر عورتوں کا نکاح نہ تھام رکھو۔ جو خرچ کیا ہے۔ مانگ لو۔ اور چاہیے کہ وہ کافر بھی اپنا خرچ جو کیا ہے۔ مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے...... اگر تمہاری عورتوں میں سے کافروں کی طرف کوئی نکل جائے پھر تم کافروں کو کھپا مارو۔ اُن کو جن کی عورتیں جاتی رہیں۔ اتنا مال دے دو جتنا اُنہوں نے خرچ کیا تھا......

صفحہ ۲۷۵ سورہ معارج - ۱ع

اگر اپنی عورتوں اور باندیوں پر لیں کہ وہ بے ملامت ہیں:۔

سورہ طلاق صفحہ ۲۶۹ - آیت ۱:۱

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ تو اُنہیں عدت میں طلاق دیا کرو۔ اور عدت گنتے رہو اور اللہ اپنے سے ڈرتے رہو۔ اُنہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ اور وہ خود نہ نکلیں۔ مگر جب وہ صریح بےحیائی کا کام کریں۔ یہ اللہ کی حدود ہے۔ اور جو کوئی اللہ کے حدود سے بڑھا۔ اُس نے آپ پر ظلم کیا۔ کون جانے کہ شاید اللہ بعد طلاق کوئی نئی بات نکالے۔ پھر جب وہ اپنے وقت کو پہنچیں۔ پھر انہیں اچھی طرح رکھ لو یا اچھی طرح جدا کر دو۔ اور دو معتبر اپنے میں سے گواہ کر لو

اور اللہ کے لئے سیدھی گواہی دو جو کوئی آخری دن اور خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اُسکو یہ این حکم نصیحت ہوئی ہے۔ اور جو اللہ سے اُترا۔ اِن کے لئے نکلنے کی راہ بتلائیگا..........

اور تمہاری عورتوں میں سے وہ عورتیں کہ حیض سے نا اُمید ہوگئیں۔ اگر تم شک کرو۔ اُن کی عدت تین ماہ ہے۔ ایسے ہی وہ جنہیں حیض نہیں آیا۔ اور حمل والیاں ان کی عدت کا وقت یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جنیں۔

# ویدک تعلیم متعلقہ صفاتِ ایزدی

مندرجہ بالا ۱۱ نمبروں کے اندر قرآن کی تعلیم متعلقہ صفات ایزدی بیان کی جا چکی ہے۔ اور اُس کے بعد ہم نے ان ہی صفات کی تردید میں قرآن کے حوالجات نیز سوشل لائف آف قرآن کے نوٹ بھی دے دیئے ہیں۔ سوشل لائف کی قرانی تعلیم کا مقابلہ تو ہماری کتاب "وید اور قرآن" سے سب کر سکینگے۔ لیکن صفات ایزدی کے متعلق ہم یہاں پر لکھتے ہیں آؤ ہم اِن نمبروں کے نوٹ یہاں پر درج کریں۔ پیشتر اِس کے کہ اس سے اعلےٰ ترین صفات ایزدی وید مقدس سے دکھانے کی کوشش کریں:۔

نمبر (۱) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ دہریوں کے جواب میں دن رات کا بیان اور سورج کی گردش کا ذکر

نمبر (۲) ایضاً۔

نمبر (۳) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ اور بارش کا ذکر۔

نمبر (۴) خدا کا زمین کو پھیلانا۔ اور دن کو رات سے ڈھانپنا۔

نمبر (۵) درازعمری خدا کی مرضی پر اور خلافِ قاعدہ عام ہے۔ کرم کا دخل نہیں:۔

نمبر (۶) خدا کا دُنیا کی چیزوں کا علت مادی ہونا:۔

نمبر (۷) فرشتوں کا بیان۔

نمبر (۸) شرک کرنے والے کے نیک عمل بھی ضائع کئے جائینگے۔

نمبر (۹) خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا۔

نمبر (۱۰) خدا گھر کا مالک ہے۔

نمبر (۱۱) خدا نے ہی غریب و امیر اپنی مرضی سے بنائے۔

نمبر(۱۲) خدا کا مخالفوں سے دلیل مانگنا۔ اور خود دلیل کرنے کی تعلیم نہ دینا۔ ساتھ ہی لوگوں سے مباحثہ کرنا:۔

نمبر(۱۳) خدا کا اوپر سے بارش اُتارنا۔ نگر گشتش ثقل کو وجہ نہ تبلانا۔ اور گوشت کو خوراک قرار دینا۔ زمین کے ہلنے کا انتظام پہاڑوں سے کرنا:۔

نمبر(۱۴) توحید کے لئے آخرت کی زندگی کا ماننا یعنی ابدی دوزخ اور بہشت کا ضروری ہے

نمبر(۱۵) خدا سب ملک کا تھامنے والا ہے۔ اُس کا حکم لے کر سفارش کر سکتے ہیں۔ آگے پیچھے کی باتیں نہ کہ لوگوں کے دل کے خیالات جانتا ہے۔ محیط کل کا ذکر نہیں ہے۔

نمبر(۱۶) خدا غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے۔ لیکن تینوں زمانوں کے جاننے والا اُس کو نہیں کہا گیا۔ وہ بادشاہ ہے۔ لیکن اُس کی رعایا رُوحیں نہیں تبلائی گئیں۔ وہ خود مختار ہے۔ لیکن روح کو فعل مختار نہیں کہا گیا۔ وہ پیدا کرنے والا ہے۔ یعنی نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ وہ سب پر غالب ہے۔ لیکن شیطان پر غالب نہیں:۔

## ویدک پرمان

यत्रानन्दाश्च मोदाश्च मुदः प्रमुद आसते।
कामस्य यत्राप्ताः कामास्तत्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो
परिस्रव॥ (ऋ० मं० ९। सू० ११३ मं० ६)

**ترجمہ**۔ ہے (اندو) سرب آنند یکت جگدیشور (یتر) جس آپ میں (آنندہ) سمپورن سمردھی (چہ) اور (مودا) سمپورن ہرش (مُدہ) سمپورن پرسنتا (چہ) اور (پرمدا) پرکشٹ پرسنتا (آستے) ستھت ہیں۔ (یتر) جس آپ میں (کامسیہ) ابھیلاشی پُرش کی (کاماہ) سب کامنا آپت پراپت ہوتی ہیں۔ (تتر) اُسی اپنے سروپ میں (اندرائے) پرم ایشورج کے لئے (مام) مجھ کو (امرتم) جنم مرتو کے دُکھ سے رہت موکش پراپت مکت (کردھی) کیجئے۔ اور اُسی پرکار سب جیووں کو (پری سرو) سب طرح سے پراپت ہوجیئے:۔

**مطلب** (۱) اس منتر میں تبلایا گیا ہے کہ ایشور آنند سروپ یعنی سرو دُکھ ادھم اور ما‌ست

مطلق ہے :-

(۲) راحت کے طالب کی تمام خواہشات ایشور کے وصال سے سیر ہوتی ہیں :-

(۳) ایشور کے ہی وصال سے امرت یعنی نجات یا مُکتی حاصل ہوتی ہے :-

(۴) اس نجات کو حاصل کرنا ہر ایک انسان کا مساوی حق ہے :-

کیا مندرجہ بالا ۱۶ فقروں میں کہیں قرآن نے خدا کو راحت مجسم کہا ہے۔ کیا کہیں یہ تبلایا ہے کہ انسانی خواہشات کی سیری صرف خدا کے وصال سے ہی ہوتی ہے۔ کیا خدا کے میل کا دوسرا نام نجات کہیں پر لکھا ہے۔ اور کیا اسی نعمت اعلیٰ اور روحانی سیری کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے۔ ایسا کہیں قرآن میں آتا ہے۔ قرآن کی روحانی زندگی بہشت کی زندگی ہے جس میں نفسانی لذات کی سیری ہوتی ہے۔ یہ روحانی زندگی اس جنم میں بھی حاصل ہو سکتی ہے اس میں نفسانی لذات کا ذکر تک نہیں صرف آنند مجسم پرمیشور کو پانا ہی مطلب ہے۔ اور یہی امرت ہے۔ مولوی صاحب ذرا اس وید کی روح کو تسکین دینے والی اعلیٰ اور مدلل تعلیم سے قرآن کی صفات باری اور بہشت کی زندگی یا نجات کا دل میں مقابلہ کیجئے۔ اور پھر کہئے کہ اعلیٰ روحانی تعلیم وید دیتا ہے یا قرآن۔

यत्र कामा निकामाश्च यत्र ब्रध्नस्य विष्टपम्। स्वधा च यत्र तृप्तिश्च तत्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परिस्रव॥

ऋ० मं० ९ सू० ११३ मं० ८

اس منتر میں تبلایا گیا ہے کہ :-

(۱) ایشور کی پراپتی پر تمام خواہشات آئندہ اُٹھنی بند ہو جاتی ہے۔ یعنی خواہش کی منزل مقصود ایشور ہے۔ ایشور ایسی ہستی ہے کہ جس کو حاصل کر کے پھر کسی شے کی خواہش نہیں رہتی

(۲) سب سے بڑا سکھ جو ہو سکتا ہے۔ وہ ایشور پراپتی ہی ہے :-

(۳) روح کی سیری ایشور کے وصال میں ہے :-

(۴) اسی کا نام امرت یعنی نجات ہے :-

ईशा वास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्। तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्य स्विद्धनम्। यजु: ४०।१

مطلب ) " جو پرکرتی سے لے کر پرتھوی پرینت سب پراپت ہونے یوگیہ سرشٹی میں چراچر انی ماترا یشوریج سے یکت سرب شکتیمان پرماتما سے ویاپت ہو رہے ہیں۔ اس تیاگ کئے ہوئے جگت سے پدارتھوں کو بھوگ کنتو کسی کی بھی دستو ماتر کو اپنے لئے لینے کی خواہش تک مت کر" اس منتر میں تبلایا گیا ہے۔

(۱) کل کائنات میں کوئی مادی ذرہ اور جاندار ایسا نہیں ہے۔ جس میں کہ ایشور (مالک حقیقی) موجود نہ ہو۔ کیا معنی کہ ایشور محیط کل ہے (۲) یہ مادی دنیا ایشور نے جیوؤں کے لئے بخش رکھی ہے۔ (۳) انسان کو چاہئیے۔ کہ ان مادی اشیاء کو استعمال میں لادے۔ لیکن (۴) ہمیشہ یاد رکھے کہ مجھے کسی انسان کی چیز کو بے انصافی سے حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرنی چاہئیے:۔

دنیا میں تین واجب الوجود ہستیاں ہیں۔ اول ایشور۔ دوم مادہ۔ سوم ارواح۔ ان میں سے ایشور مادہ اور روحوں میں ویاپک ہو رہا ہے۔ اور جو طاقت ویاپک ہوتی ہے وہ قابض و مالک ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ علیم بھی ہو۔ دنیا میں قانون ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مکان میں رہے۔ تو وہ اُسکا قابض یا مالک تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایشور چراچر جگت میں سرب ویاپک ہو رہا ہے۔ پس اُس کا قبضہ بھی اِس پر ہے۔ اِس لئے منتر میں اُس کو اَیش (مالک حقیقی) کے نام سے پکارا ہے۔

(۱۲) رگوید منڈل اول سوکت ۱۴۳ کا دوسرا منتر (مول رگوید صفحہ ۹۶) پیش کر کے وہ تبلاتے ہیں کہ اگنی یعنی بجلی آسمان سے بذریعہ ہوا زمین پر آتی ہے۔ لفظ " ماترشواں " کا ترجمہ اُنہوں نے یوں کیا ہے۔

(۱۳) لیکچر نمبر ۷ کے صفحہ ۱۵۳ پر میکس مُلر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ رگوید میں اگنی کے دو پتھروں سے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔

यो अश्मनोर् अन्तर् अग्निं
जजान संवृक्‌ समत्सु सं जनास इन्द्रः।

(رگوید منڈل ۲ سوکت ۱۲ منتر ۳۔ صفحہ ۱۳۵)

اِس کے معنے میکس مُلر نے دو کئے ہیں۔

اوّل دو پتھروں کی رگڑ سے آگ کا پیدا ہونا۔ دوم دو بادلوں کی رگڑ سے بجلی کا پیدا ہونا۔

(۱۴) دو لکڑیوں سے اگنی پیدا کرنے کا ذکر اور آلہ ارنی کا بیان اور اس کی تائید میں رگوید منڈل ۵ سوکت ۹ کا تیسرا منتر پیش کرتے ہیں۔

उत स्म यं शिशुं यथा नवं जनिष्टारणी। धर्तारं मानुषीणां विशामग्निं स्वध्वरम्॥

(مول رگوید صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ ویدک پریس)

اس منتر کے گو انہوں نے ایک ہی معنے لئے ہیں۔ لیکن اس کے بھی دو ہی معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو آگ کے پیدا کرنے کے لئے لکڑیوں کا آلہ جس کو ارنی کہہ سکتے ہیں اور دوسرا بجلی کے پیدا کرنے والا آلہ جس کو بھی ارنی (بیٹری) کہا جا سکتا ہے۔ اس ارنی یعنے بیٹری کی تشریح اس وقت اس جگہ پر کرنے سے مضمون کے بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

(۱۵) رگوید منڈل دس سوکت ۱۱۵ کا پہلا منتر میکس مُلر صاحب اس بات کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ اگنی (بجلی) دُوت یعنے پیغامبر یا قاصد کا کام کرنے والی ہے۔

अनूधा यदि जीजनदधा च नु<br>ववक्ष सद्यो महि दूत्यं चरन्॥

(مول رگوید صفحہ ۶۲۸)

(۱۶) لیکچر نمبر ۲ کے صفحہ ۵۸ پر وہ درج کرتے ہیں کہ اگنی کے ذریعہ جنگ میں دشمنوں پر فتح پا سکتے ہیں۔

(۱۷) رگوید منڈل اول سوکت ۱۸۹ کے منتر ۳ کے حوالہ سے ظاہر کرتے ہیں کہ "دسیو یعنے اناڑی لوگ اگنی کی استعمال کو نہیں جانتے"۔

(۱۸) رگوید منڈل ۸ سوکت ۴۳ منتر ۳ کے حوالہ سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ "آگ جنگلوں کو جلا دیتی ہے" (صفحہ ۱۶۳)۔

(۱۹) صفحہ ۱۶۷ پر بتلاتے ہیں کہ ملک میکسکو کے پرانے باشندے آگ میں اپنا پہلا لقمہ کھانے سے پیشتر ڈالا کرتے تھے۔ لیکن اُن کو سبب ایسا کرنے کا معلوم نہ تھا۔ اور چولہے کی آگ اور ہون کی آگ کا ذکر کرتے ہیں۔

میکس مولر صاحب کے ان وچنوں کے لکھنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ اُن لوگوں کو سوچنے کا موقعہ مل سکے۔ جو فیشن کے مرید ہونے کی وجہ سے کہا کرتے ہیں کہ ویدمیں سائینس کی صداقتوں کا ذکر تک نہیں۔ سائینس کی تواریخ میں یہی باتیں جن کو میکس مولر صاحب وید کے رو سے آگ یا بجلی کے متعلق مانتے ہیں۔ بھاری فتوحات سمجھی جاتی ہیں۔ اب ہم ایک دو منتروں کی مختصر سی تشریح کر کے دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ ان منتروں میں اگنی وِدیا یعنی آگ اور بجلی کے متعلق کیسا اعلےٰ اُپدیش بھرا پڑا ہے۔

अग्ने यं यज्ञमध्वरं विश्वतः परिभूरसि।
स इद्देवेषु गच्छति॥ (ऋ० मं० १ अ० १ सू० १ मं० ४)

(اگنے) جو یہ بھوتک اگنی۔
(وشوتہ) پرتھوی پدارتھوں کے ساتھ۔
(یم) جس۔
(ادّھوم) وناش آدی دوشوں سے رہت۔
(یجنیم) شلپ وِدیا مئے یگ کو۔
(پری بھو) سب پرکار سے سِدھ کرتا ہے۔
(سا ادیت) وہی یک روپ اگنی۔
(دیوے شُو) اچھے اچھے پدارتھوں میں۔
(گچھتی) پراپت ہوتا اتھوا جاتا ہے۔

(مطلب) اِس منتر میں اوّل تبلایا ہے۔ کہ آگ یا بجلی انیک پرکار کے پارتھو تنہا ئی پدارتھوں میں پائی جاتی ہے۔ پھر تبلایا ہے۔ کہ ونا   ش رہت یعنے وہ اشیاء جو بجلی کے پیدا کرنے میں مدد دیں۔ نہ کہ اُس میں دگھن کاری ہوں۔ ایسی اشیاء کے باہم مناسب طور پر ملانے سے بخوبی پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہی یک روپ بجلی دیو پدارتھوں یعنے خاص قسم کی صفات رکھنے والے پدارتھوں میں سرایت کرتی یا چلنے لگتی ہے۔

अग्निर्होता कविक्रतुः सत्यश्चित्रश्रवस्तमः॥
देवो देवेभिरा गमत्॥ (ऋ० मं० १ सू० १ मं० ५)

(جو ست) انباشتی اور مفید *

(دیو) پرکاش کرنے ہاری (کوی کرتو) پرتھوی آدی پدارتھوں کے ساتھ دیا یک اور شِلیب

ودّیا کا ہیتو (چیتر شروتس تمہ) جس کے گن عجیب وغریب سُنتے ہیں۔

(اگنی) بجلی

(رہوتا) بذریعہ کشش گرہن کرنے والی *

(دیوے بھی) ودیہ گن یُکت پدارتھوں کے ملانے سے (آگت) ظاہر ہوتی ہے۔

(مطلب) اس منتر میں بجلی کی صفات اُس کی کشش کرنے کی شکتی تتھا اُسکے عجیب وغریب ہونے کا بودھ کراتے ہوئے اُس کے پیدا کرنے کا طریق تبلایا گیا ہے۔ اور پھر ایک بات یہ بھی تبلائی ہے۔ کہ بجلی ست سروپ ہے۔ ارتھات دَرویہ ہے۔ موجودہ مغربی دُنیا میں آج تک عموماً مانا جا رہا ہے۔ کہ آگ یا بجلی وغیرہ حرکات کی مختلف اشکال ہیں ٹنڈل سے نامی سائنس دانوں نے یہی تبلایا ہے۔ آگ یا بجلی کے تتھا رتھ سروپ کی بابت مغرب کی اعلےٰ دماغ ابھی نشچت ریت سے کچھ نہیں تبلا سکتے۔ جہاں مغربی سائنس کی حالت بجلی کی ماہیت کے متعلق ابھی متذبذب ہے۔ وہاں یہ وید منتر نشچت ریتی سے بجلی کو ست (Entity) پدارتھ تبلا رہا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ مغربی دُنیا کے سائنس دان تھوڑے دنوں کے بعد یہ بھی نئی معلومات کے طور پر ظاہر کر دیں۔ کہ اگنی پدارتھ ہے۔ نہ کہ محض گتی (حرکت) لیکن اس وقت تک جو تھیوریاں پرچلت ہیں۔ اُن میں کہیں اگنی کو ست نہیں مانا گیا ہے جس بات کو آج تک بھی مغربی وِدوانوں نے دریافت نہیں کیا۔ اُس کی بابت صاف الفاظ میں ویدوں میں اس اپدیش، کا ہونا باقی ویدوں کے وِدّیا بھنڈار ہونے کی ایک نہایت زبردست دلیل ہے۔

---

* "सन्तिती सन्त: सद्भयो हित:।
* "दात्त गृहीता द्योतको वा। ---------- आकर्षणा
गुणादीमि मूर्त्त द्रव्याधार कत्वाञ्च महत्तामस्तीती ॥
(देखो वेद भाष्य)

अग्निं दूतं वृणीमहे होतारं विश्ववेदसम्।
अस्य यज्ञस्य सुक्रतुम्॥
(ऋ० मं०१ सू० १२ मं०१)

(اگنیم) بجلی کو۔
(دُوتم) قاصد کی خاصیت والی یا ایک پدارتھ سے دوسرے میں پہنچنے والی۔
(ورنی مہے) سویکار کرتے ہیں۔
(ہوتارم) - آریوں کی تیز رفتاری کا جو باعث ہے۔
(وشو ویدسم) جس سے کاریگروں کو شلپ آدی سادھنوں کا لابھ ہوتا ہے۔
(اسیہ) پرتیکش سدھ کرنے یوگیہ۔
(یگینیہ) شلپ ودّیا روپ یگ کے رمنت
(سوکرتوم) اُتم کریاؤں کا کارن ہے۔

# مطلب

اِس منتر میں دکھلایا گیا ہے - کہ بجلی سے قاصد کا کام تیز گاڑیوں کے چلانے کا کام لینا چاہیئے۔

اِس پرکار کے اینک منتر ویدوں میں ودیت ودّیا سمبندھی موجود ہیں - جن پر بشرط فرصت ہم پھر کبھی لکھنے کا وچار رکھتے ہیں - اِس وقت مُشتے نمونہ خروارے کے طور پر ہم نے نہایت ہی مختصر طور پر دکھلانے کی کوشش کی ہے - کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں میں وِدیت وِدّیا کا نام تک نہیں وہ غلطی پر ہیں۔

یس تُو سروانی بھوتانی آتمن نیوا نو پشیتی - سرو بھوتیشُو چا تمانم
تتو نہ وچکت ستی۔

(یستو) جو منش (سروانی) سب (بھوتانی) اشیاء جانداروں کو (آتما) پرمیشور میں ہی (انو پشیتی) تحقیق جانتا ہے۔
(سرو بھوتیشو چا تمانم) اور پرماتما کو سب بھوتوں میں تحقیق محسوس کرتا ہے

(رنہ وجکیستی) اُس کو شک نہیں رہتا          یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۶)

اِس میں دو طریق پر کامل گیان حاصل کرنا بتایا گیا ہے - اوّل یہ کہ جملہ اشیاء کا مشاہدہ اور تجربہ کرتے ہوئے معلول کی دُنیا سے علت فاعلی تک پہنچنا جیساکہ سائینس کا ایک طریق بنام انڈکشن ہے - دوسرا خدا کی ذات کے ساتھ تمام کائنات کو وابستہ محسوس کرنا یعنے ڈیڈکٹو طریق - جب انسان اِس طرح پر موجودات کو خدا کی ہستی میں محسوس کرے - تو پھر اُس کو کس طرح سے شک و شکوک ستا سکتے ہیں - اِسی کا نام علم معرفت ہے - کیا کہیں قرآن شریف میں علم معرفت کی تحصیل کے یہ اعلےٰ مدارج بتائے گئے ہیں - دہریہ پن اور مادہ پرستی کا لازمی خاصہ طبیعت کا متشکی ہونا ہے - مغرب کے وہ سائینس دان جو مادہ پرستی کے گرداب میں چکر کھا رہے ہیں - اُن سے پوچھو - کہ کیا تمہارے شکوک رفع ہوگئے ہیں اور کیا تم کو روحانی تسکین حاصل ہوئی؟ وہ یہی جواب دیں گے - کہ ہرگز نہیں - وجہ اِس کی یہ ہے کہ وہ محض مادی اشیاء کا علم رکھتے ہیں - لیکن اِس کے ساتھ حقیقی علم الٰہی کا ہونا ہی شک اور شبہ کو دل سے دور کر سکتا ہے - اور کوئی علاج نہیں کیا وید کی تعلیم دہریوں کو خدا پرست بنا سکتی ہے یا قرآن کی؟

یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۵ میں ایشور کو "اج ایک پات" کہا ہے جس کے یہ معنے ہیں - کہ جو کبھی پیدا نہیں ہوتا - وہ "ایک" وحدہ لاشریک ہے -

یجر وید ادھیائے ۵ منتر ۳۳ میں پھر ایشور کو "ایک" یعنے وحدہ لاشریک تبلایا ہے -

یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۵ - اِس میں تبلایا ہے - کہ جیو فعل مختار ہے - جیسے کرم کریگا - ویسا ہی پھل پاویگا - سفارش اور شفاعت کی کچھ ضرورت نہیں -

# تہذیب اخلاق تدبیر منزل

اِس عنوان سے آپ نے تبلایا ہے - کہ "ماں باپ کے ساتھ احسان کرو - اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو"

واہ مولوی صاحب! یہ آپ کا تہذیب الاخلاق جس پر آپ نعلیں بجا رہے تھے

ماں باپ کی خدمت کرنا تبلانی تھی۔ نہ کہ اُن پر احسان کرنا۔ اور خدا کا یہ حکم کہ اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو۔ انسانی پدرانہ محبت کا کیا اعلیٰ نمونہ ہے۔ حیوان تک تو اپنی اولاد کی پرورش پر اپنے آپ کو نثار کر دیتے ہیں۔ اور انسان کے لئے یہ حکم کہ تم اولاد کو قتل نہ کرو۔ خیر پھر بھی خدا نے اچھا کیا کہ اولاد کے اوپر تو جہاد کرنے سے روکا۔ اب اس کے مقابل پر یہ دیکھیئے "انو ورتہ پتر پیتر" اتھرو وید کانڈ ۳۔ ادھیائے ۶ سوکت ۳۰ منتر ۲-۳ "ترجمہ اولاد ماں کے ساتھ دلی محبت والی اور اُس کے فرماں بردار باپ کے ساتھ ایسے ہی دلی محبت رکھنے والی اور فرماں بردار ہو۔ اور والدین اولاد کے ساتھ دلی محبت کرنے والے ہوں۔ عورت اپنے خاوند کے ساتھ میٹھا بولنے والی ہو۔ اور خاوند اپنی عورت کے لئے سدا شانتی سے بولنے والا ہو۔ بھائی بھائی کے ساتھ کبھی دوش نہ کرے۔ اور بہن بہن کے ساتھ کبھی ویر نہ کرے۔ نیز بھائی بہن محبت کے ساتھ باہم ملکر رہیں" اسی کانڈ اور اسی ادھیائے کے پہلے منتر میں ہدایت ہے کہ "جیسے اپنے لئے سُکھ کی خواہش کرتے ہو۔ ویسے ہی ماتا پتا اور اولاد و عورت نوکر دوست پڑوسی اور دیگر لوگوں کے ساتھ محبت والے بنو کبھی ویر مت کرو۔ جس طرح گائے پیدا شدہ بچے کے ساتھ فطرتاً محبت کرتی ہے۔ ویسا تم ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے سلوک کیا کرو" اتھرو وید کانڈ ۱۴ منتر ۲۷ میں ہدایت ہے کہ "اولاد کی ترقی چاہو۔ اور خوب اچھی طرح سے اُن کو پالو۔ اور بڑا کرو اور سب طرح سے حفاظت کرو"

## معاملات

معاملات کے عنوان سے جو کچھ طول طویل تحریر آیتی درج کی۔ وہ نا مکمل اصولوں کے تبلانے والی ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل پرمان آپ کو مکمل اور اعلیٰ تعلیم کی عظمت تبلائینگے یجر وید ادھیائے ۱ منتر ۵۔ اس میں تبلایا گیا ہے۔ کہ انسان ہمیشہ راستی سے جملہ کاروبار کرے۔ یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۳۰۔ اس میں تبلایا گیا ہے۔ کہ ست پر عمل کرنے سے قابلیت اور روزی حاصل ہوتی ہے۔ اور سچائی سے لوگوں پر اعتبار بیٹھتا ہے۔ اتھرو وید کانڈ ۱۲ انوواک ۵ منتر ۱-۲۔ اس میں محنت ریاضت علم۔ سچائی دولت نیک نامی کے باہمی تعلقات

اور اُن کے حاصل کرنے کا طریق تبلایا گیا ہے۔ اتھروید کانڈ ۱۲۔ انوواک ۵ منتر ۳ و ۷ میں تبلایا ہے۔ کہ سب لوگ ”سودھا“ یعنے اپنے ہی پدارتھوں کا دھارن کریں۔ اور ستدو ہار پر عمل کریں۔ عالموں کی نیک نصیحت پر عمل کریں۔ رفاہ عام کے کاموں میں لگے رہیں۔ جب تک زندہ رہیں۔ سستی نہ کریں ہمیشہ رعیب۔ برداشت عصمت۔ شیریں کلامی۔ نفس کُشی اور دھرم پر چلتے ہوئے دولت کمائیں۔

# اطاعت

اِس عنوان سے آپ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ کہ خدا کا نازل کیا ہوا کلام اور رسول کا حکم مانو۔ مولوی صاحب! شخصی تعلیم اور مردم پرستی کی خوفناک ہدایت اِس آیت میں پائی جاتی ہے۔ کیا خدا اور رسول کا کبھی ایک درجہ ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھئے وید کی عظمت وہ تبلاتا ہے۔ یجروید ادھیائے ۴ منتر ۴ کہ ”وہ تم علم نیک افعالی اور خدا کی صفات کے مطابق چلن کرو“ یہ عالمگیر اور معقول تعلیم جو شخصیت کا غلام نہیں بناتی۔ وید ہی سے مل سکتی ہے کیسی اعلےٰ فصاحت سے یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۹ میں تبلایا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ جو ”سمبھوت اُپاسنا یعنی مردم پرستی اور اشیاء پرستی کرتے ہیں“! سچ پوچھو تو بُت پرستی کی جڑ مردم پرستی ہے۔ مگر افسوس کہ قرآن شریف بار بار مردم پرستی کی تعلیم دیتا ہے

# قانون فوجداری اور دیوانی

اِس عنوان سے آپ نے جو کچھ لکھا۔ وہ کہاں وید کے اُن اعلےٰ منتروں کا لگا کھا سکتا ہے۔ جن کا مدعا ورن آشرموں کے فرائض کو تبلاتا ہے۔ انتظام جو قانون کا بنیادی اصول ہے۔ وہ آپ کے مضمون میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ زندگی کو کس طرح تقسیم کرنا چاہئے۔ نوع انسان کی تقسیم کس طرح ہو۔ اِن باتوں کا جواب قرآن شریف کبھی دے ہی نہیں سکتا۔ لیکن اتھروید کانڈ ۱۱۔ انوواک ۳ ورگ ۵ منتر ۳۔ ۴۔ ۵ میں ابتدائی عمر کو حصول تعلیم اور مجرد رہنے کے لئے لگائے رکھنے کی ہدایت ہے۔ یجروید ادھیائے ۳ منتر ۴۵ و ۵۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴ میں گرہست آشرم کنبہ داری اور اُس کے فرائض تبلائے گئے ہیں۔ اور اِن فرائض کی

خلاف ورزی ہی قانون کا توڑنا ہے۔ لیکن قرآن شریف نے عجیب تماشا کیا۔ کہ کہیں بھی ورن آشرموں کے فرائض نہیں تبلائے۔ جن کی خلاف ورزی جُرم کہلا دے۔ قرآن شریف اصول قانون کے متعلق نہ تو کوئی اُصول تبلا سکا۔ اور نہ کوئی ہدایت اور جو کچھ آپ نے لکھا وہ فوجداری کے ضمن میں قدرے آسکتا ہے۔ قوانین فوجداری کے متعلق یجر وید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۲ میں زانی چور ڈاکو کو سخت اور معقول سزا دینے کا حکم ہے۔ وید قانون کا مخزن ہے اِس بات کی تصدیق ڈاکٹر جے این بھٹا چاریہ شرومنی کلکتہ کی ہندو قانون پر تشریح کے ان الفاظ سے ہوسکتی ہے۔ "وید ہندو قانون کا ابتدائی مخزن ہیں" دیکھو صفحہ ۱۷۔
مہاراجہ سر بھگونت سنگھ ایم۔ ڈی نے بھی اِس بات کی تصدیق کی ہے۔ لیکن قرآن شریف میں وہ اعلےٰ اصول جس سے فرائض قائم ہوتے ہیں۔ اور جن کی خلاف ورزی جرم کہلاتی ہے۔ ورن آشرموں کے متعلق نہیں پائے جاتے۔

## جنگ

جنگ کے متعلق بھی جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ اُس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ اِس میں جنگ کے اعلےٰ اصول ہیں ہی نہیں بلکہ مکہ کی حفاظت کرانا مدعا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "مارو اُنکو جہاں پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا ہے یعنی مکہ شریف سے۔ اور فتنہ فساد قتل سے بھی بڑا مضر ہے۔ اور مکہ کی مسجد یعنی کعبہ کے پاس اُن کو مارو۔ جب تک کہ وہ خود اِس میں لڑائی شروع نہ کریں"۔ مولوی صاحب کیا مکہ کو بچانے کی جو اللہ ہدایت کرتا ہے اُس کو کوئی جنگ کے جملہ اعلےٰ اصول تبلانے والا کہہ سکتا ہے۔ یجر وید ادھیائے ۱۳ منتر دس میں (سیناپتی) سپہ سالار (بھر ماسا) قواعد دان فوج (اُلکا) ڈینامیٹ سے آتشی گولے (شیش یکھشی) یعنی باز کی طرح جھپٹنا اور لڑائی کرنا یہ اعلےٰ اصول اور طریق جنگ کے تبلائے ہیں۔ اور یجر وید ادھیائے ۸ منتر ۳۷ میں (سمراٹ) شاہنشاہ روئے زمین (مانڈلک راج) اور ماتحت بادشاہوں کے قائم کرنے کے اصول تبلایا گیا ہے۔ یجر وید ادھیائے ۹ منتر ۱۲ میں سیناپتی کے فرائض تبلائے گئے ہیں۔ اور اسی ادھیائے کے منتر ۲۸ میں رعایا کے فرائض کا بیان ہے۔ یجر وید ادھیائے ۲۰ منتر ۱۳ میں تبلایا ہے۔ کہ رعایا میں راج سبھا

کے اعلےٰ ارکن ہونے کے لائق ہوتے ہیں۔ اُن ہی کو راجا بنانا چاہیئے۔ راجا کوئی موروثی عہدہ نہیں۔ اور اس سے اگلے ۳۲ ویں منتر میں تبلایا ہے۔ کہ جو سبھا پتی (پریزنڈنٹ) ہو۔ اس کو راجا کہتے ہیں۔ یجروید ادھیائے ۱۶ - منتر ۲۲ میں سبھا پتی یعنی پریزنڈنٹ (راج سبھا) پارلیمنٹ کی فرماں برداری کا اصول تبلایا گیا ہے۔ یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۲ میں سول ملٹری یعنی دیوانی و فوجداری ضابطہ کا ذکر ہے۔ یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۱۱ میں اُپدیشکوں اور منتر ۳ میں (ادھیاپکوں) پروفیسروں کے فرائض تبلاتے ہوئے اُن کی زیادتی کو باعث امن تبلایا ہے۔ ادھیائے ۳۱ منتر ۱۱ میں چاروں ورنوں کو آرگنیزیشن میں رکھنے کی ہدایت ہے یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۹ ۳ میں تبلایا ہے کہ کس طرح ایک راج سبھا کا ممبر راجا سے مخاطب ہو۔ یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۳ میں راج سبھا کے پریزیڈنٹ کے انتخاب کا اصول تبلایا گیا ہے۔ اور اسی ادھیائے کے منتر ۴ میں سیناپتی کو باقاعدہ فوج کا ذمہ وار بننے اور اُس سے کام لینے کی ہدایت ہے یجروید ادھیائے ۱ منتر ۲۹ میں اُن دشمنوں کے دور کرنے کی آگیا ہے۔ جو رفاہ عام کے کاموں میں مخل ہوں۔ یجروید ادھیائے ۲ منتر ۲۲ میں تبلایا ہے۔ کہ رفاہ عام کا کام کوئی نہ چھوڑے۔ کیا ان اعلےٰ اصولوں کے مقابلہ میں آپ کا یہ تبلانا کہ قرآن شریف میں مکہ کے ڈاکوؤں سے لڑنے کی اجازت ہے۔ اور اُس کو فخریہ بیان کرنا کچھ معنے رکھتا ہے۔ یہ اصول جو وید میں تبلائے گئے ہیں۔ مہذب دنیا کا رُخ اُن ہی کی طرف ہو رہا ہے۔ اور قدم قدم پر اُن کی صداقت محققان کو تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

**فارن اوفس** یہ عنوان تو آپ نے لکھ دیا۔ اور درمیان میں اپنے دشمنوں سے صلح کرنے کا ذکر بھی کر دیا۔ لیکن یہ سراسر ناقص ہے۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ وہ اگر تیرے مخالف صُلح کی طرف جھکیں۔ تو تو بھی جھک جا اگر صُلح کے ذریعہ تجھ کو فریب دینا چاہیں۔ تو خدا تجھ کو کافی ہے۔ اوّل کوئی اصول کوئی شرط صلح کی نہیں تبلائی۔ پھر دھوکہ کھانے پر شرمندہ ہونے کی جگہ خدا کو کافی سمجھ لینا کیا معنے رکھتا ہے۔ لیکن وید میں صُلح اور دیگر ضروری اُمور کا فیصلہ راج سبھا کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور جہاں ایک آدمی یعنی فوجی افسر دھوکہ کھا سکتا ہے وہاں جملہ مدبران ہرگز دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ لیکن قرآن شریف میں (راج سبھا) پریزیڈنٹ اور ممبران کی کوئی ذمہ واری یا ڈیوٹی نہیں تبلائی گئی۔ پھر کیوں نہ فریب کھائیں۔ اور فریب

کھانے پر چھپا ہئیں۔ صلح یا جنگ کرنا راج سبھا کا کام اور فرض ہے۔ آخیر میں ہم محققوں سے التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ وید کی صداقت کو آزمائیں۔ اور دیکھیں کہ کس تعلیم میں روح کو تسلی دینے کی طاقت ہے۔

بجلی کے لئے انگریزی زبان میں جو لفظ "الیکٹرسٹی" (Electricity) ہے وہ یونانی لفظ ηλεκτρον سے نکلا ہے۔ جس کے معنے کہربا کے ہیں۔

علم تار برقی کے سائینس دانوں نے مندرجہ ذیل تین حصے کئے ہیں:-

(۱) Electrostatics

جو کہ قوت برقی کو ٹھیری ہوئی حالت میں بیان کرتا ہے۔

(۲) Electrokinetics

جو تبلاتا ہے کہ کس طرح سے قوت برقی ایک چیز یا جگہ سے دوسری چیز یا جگہ میں سرایت کرتی ہے

(۳) Electromagnetism

جو کہ قوت برقی کا قوت مقناطیسی سے تعلق ظاہر کرتا ہے۔

**یورپ** کے محقق تبلاتے ہیں کہ گویا اس شخص کا ٹھیک نام معلوم نہیں۔ جس نے کہ یورپ میں پہلے قوت برقی کے خواص کا پرچار کیا تا ہم وہ تبلاتے ہیں کہ مسیح کی پیدائش سے چھ سو برس پیشتر **تھیلز** نامی ایک مشہور شخص نے **کہربا کی قوت** کشش کا تجربہ کیا تھا اور وہ زمانہ سلف کے لوگوں کو مینڈک کی قوت برقی کا علم تھا" "وہ بڑے مینڈک کے متعلق ارسطو کا بیان ہے کہ وہ طاقت برقی سے اپنے شکار کو مورچھت کر دیتا ہے۔ زمانہ سلف کے لوگوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ طاقت برقی کا اثر انسانی جسم پر کیا ہوتا ہے اور نیز وہ جسم انسانی کی بجلی سے واقف تھے"

ایک عرصۂ دراز کے بعد کولچیسٹر کے ڈاکٹر **گلبرٹ** کو تجربہ کرنے سے پتہ لگا کہ بجلی میں قوت کشش ہے۔ اور وہ اشیاء جن میں رگڑ سے بجلی پیدا نہیں ہوتی وہ زمرد۔ موتی۔ پکھراج مونگا۔ سنگ مرمر۔ پتھر۔ ہڈی۔ ہاتھی دانت۔ سخت لکڑی اور دھاتیں ہیں۔

**گلبرٹ** نے یہ بھی دریافت کیا کہ وہ کرۂ ہوائی کا بجلی کی پیدائش پر بہت اثر ہوتا ہے جب خشک ہوا شمال یا مشرق سے آتی تو بجلی عمدگی سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ لیکن جب جنوبی تر

ہوا کا رو ہو تو بجلی پیدا نہیں ہوتی"۔

سر آئیزک نیوٹن نے بھی بجلی کے پیدا کرنے کے لئے ایک خاص گول چکر بنایا ہے اور ۱۷۰۵ء میں ہاکس بی صاحب نے تجربہ کر کے دکھایا کہ بجلی سے بعض اشیاء جلائی جا سکتی ہیں۔ اور اس کے تین برس بعد ڈاکٹر وال نے تبلایا کہ کہربا کا صدمہ اور اس سے پیدا شدہ بجلی کا شعلہ بادلوں کی گرج اور آسمانی بجلی سے مشابہت رکھتا ہے۔

۱۷۲۰ء میں سٹیفن گرے نے اس مضمون کا رسالہ شایع کیا کہ بجلی پرندوں کے اور بالوں۔ ریشم۔ کتان۔ اون۔ کاغذ۔ چمڑا۔ اور لکڑی کی رگڑ سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے چند سال بعد ڈوفے صاحب نے معلوم کیا کہ بجلی دو قسموں میں تقسیم کی جا سکتی ہے یعنی ایک وہ جو شیشے کی رگڑ سے اور دوسری وہ جو گوند وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے شہر لیڈن میں ایک شخص نے محسوس کیا کہ جن چیزوں میں قوت برقی پیدا کی جاتی ہے۔ وہ کچھ دیر بعد ہوا میں اُڑ جاتی ہے۔ اس لئے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی ایسی چیز سے ملبوس کرنا چاہئیے جو کہ اُس کو جلد نہ لے سکے۔ اور آخر کار اس نے ایک آلہ بوتل کی شکل کا ایجاد کیا جس کا نام سائینس دانوں میں آج تک لیڈن جار مشہور ہے۔ اس علم کی تاریخ میں ۱۷۴۵ء سے لے کر ۱۷۹۰ء تک کا زمانہ نہایت مشہور گنا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں امریکہ کے ڈاکٹر بنجمن فرنک لن نے قوت برقی کے متعلق واٹسن صاحب کے پرانے خیال کو زیادہ تشریح اور عمدگی سے ان الفاظ میں بیان کیا۔ کہ مثبت اور منفی دو قسم کی بجلی ہوتی ہے۔ اُس نے یہ بھی ثابت کیا کہ رگڑ سے بجلی پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ جو مادہ میں موجود ہوتی ہے۔ وہ اکٹھی کی جاتی ہے۔ اس نے لیڈن جار کی یوں تشریح کی کہ اندرونی ٹین چونکہ زیادہ بجلی جذب کرتی اور بیرونی کم اس سے اندرونی بجلی کا نام مثبت اور بیرونی کا منفی ہے۔ یہ بھی تبلایا کہ کڑک اور چمک اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ مثبت زیادہ بجلی کسی ذریعہ سے منفی بجلی میں دخل کرتی ہے۔ نوکدار چیزیں بجلی کو زیادہ جذب کرنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ اس سے پہلے ہاکس بی۔ وال اور نالٹ صاحبان کافی طور پر اشارہ دے چکے تھے کہ آسمان کی بجلی اور آلات سے پیدا شدہ بجلی کی چمک یکساں ہے۔ اور مصنوعی جھٹکے سے بادل کی گرج ملتی ہے۔ لیکن ان باتوں کو فرنیکلن کے تجربوں نے اُن کو یہ بھی یقین دلایا کہ بڑے بڑے مکانوں کی حفاظت نوکدار سلاخیں لگانے سے

یا اُن مکانوں کے برجوں پر نوکدار برج بنانے سے ہو سکتی ہے۔

۱۷۹۰ء میں **گالوَنی** صاحب نے یہ بات دریافت کی کہ اگر مینڈک کی ٹانگوں سے دھات لگا دی جائے۔ تو اُس کی ٹانگیں سُکڑ جاتی ہیں۔ اور ۱۸۰۰ء میں **والٹا** صاحب نے یہ بتلایا کہ بجلی کی ایک قسم والٹک یا گالوینک ہے۔ لیکن اب سائنس والوں نے یہ تحقیق کر لیا ہے کہ والٹک بجلی اور اُس بجلی میں جو رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ کچھ فرق نہیں۔ **لاپلیس** اور **والٹا** کے تجربوں نے ثابت کیا کہ جب ٹھوس یا رقیق اشیا بخارات کی حالت میں تبدیل ہوتی ہیں۔ تو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اُس کے بعد **فیراڈے** سے لے کر **ایڈیسن** صاحب تک جو جو کام بجلی سے لئے گئے ہیں۔ اُنکو لکھنے کی یہاں پر ضرورت نہیں ہے۔ بجلی کے خواص پہلے جانے ضرور تھے۔ جب وہ معلوم ہو چکے تو اب بجلی سے کام لینے کی ضرورت رہ گئی۔ بجلی کس طرح قاصد کی طرح پیغام لے جاتی اور بجلی کس طرح سڑکوں میں چاند کی سی روشنی سے مسافروں کو آرام دیتی ہے اس بات کو سب جانتے ہیں۔ اس مضمون کی مفصل تشریح کے لئے کتاب "برٹیانیکا انسائیکلوپیڈیا جلد ہشتم" دیکھئے۔

مندرجہ بالا تحریر کا خلاصہ اس طرح پر لکھا جا سکتا ہے :-

(۱) ودّیت ودیا (علم برقی) کے تین حصے ہیں۔

(۲) زمانہ سلف کے علماء علم برقی سے واقف تھے۔

(۳) زمانہ سلف کے علماء انسانی جسم کی بجلی اور بجلی کے جسم پر جو اثر ہوتے ہیں وہ جانتے تھے۔

(۴) گلبرٹ کی معلومات۔

(الف) اُن اشیاء کے نام جن میں سے بذریعہ رگڑ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔

(ب) سمت شمال یا مشرق کا خاص تعلق بجلی سے ہے۔

(۵) **ہاکس بی** کا تجربہ کہ بجلی کا شعلہ جلانے کا کام دے سکتا ہے۔

(۶) **گرے** کی معلومات کہ بجلی فلاں فلاں اشیاء کی رگڑ سے پیدا کی جا سکتی ہے۔

(۷) **ڈوفے** کی دریافت کہ بجلی دو طرح کی ہے۔

(۸) آلہ لیڈن جار کی ایجاد یعنی بجلی کو محفوظ رکھنے کا طریق۔

(٩) (الف) فرنیکلن کا والٹن کے پُرانے خیال کی بھی توضیح کے ساتھ تائید کرنا کہ بجلی کی دو قسمیں مثبت اور منفی ہیں۔

(ب) بجلی نیستی سے ہستی میں نہیں آتی۔ بلکہ اشیاء میں بصورت لطیف موجود ہوتی ہے

(ج) کڑاک اور چمک کی وجہ تبلانا۔

(د) نوکدار چیز کا جلدی سے بجلی کو جذب کرنا۔

(ہ) مصنوعی جھٹکا اور مشعلہ آسمانی گرج اور بجلی کی چمک سے ملتا ہے۔

(م) عمارات کی حفاظت کا طریقہ بذریعہ نوکدار برج یا سلاخ۔

(١٠) والٹک بجلی اور رگڑ سے پیدا شدہ بجلی میں فرق نہیں۔

(١١) ٹھوس یا مائع بخار بننے کی حالت میں بجلی پیدا کرتے ہیں۔

(١٢) بجلی سے مختلف کام لینے مثلاً (الف) بجلی سے قاصد کا کام لینا

(ب) چراغ کا کام۔

(ج) جنگ کے موقعہ پر کئی قسم کے کام لینے۔

اب ہم وید آدی ست شاستروں کے حوالجات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ علم برقی کے متعلق جو بیچ علمی اصول کہ آج تک مغربی دُنیا میں معلوم ہو چکے ہیں۔ اُن سب کا اپدیشک ست شاستروں میں ملتا ہے۔ اور کئی باتیں اِن سے بڑھ کر بھی اِسی ودیا کے متعلق ویدوں میں بطور اصول درج ہیں۔ جن کو سمجھنے اور ظاہر کرنے کے لئے زیادہ فرصت اور مطالعہ کی ضرورت ہے

इन्द्रो विश्वस्य राजति। (यजु० अ३६ मं० ८)

(١) یجروید کہ اِس منتر سے تبلایا ہے۔ کہ بجلی دُنیا کی تمام چیزوں میں لطیف صورت میں موجود ہے اِسی بات کو سائینس کی زبان میں (Electrostatics) کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔

(٢) بجلی ایک چیز یا جگہ سے دوسری چیز یا جگہ میں سرایت کرتی ہے۔ اِسی وجہ سے شت پتھ براہمن کے الفاظ میں بجلی کا نام "ودیوتورنی" اور رگوید کے منتروں میں "دو اگنی" "دوت" لکھا گیا ہے چنانچہ شت پتھ براہمن گرنتھ میں لکھا ہے۔

"यदश्वतं पुरस्तादुद अयंस्तस्मा भये नाहे निवातेऽग्निर

जायत तस्माद्यत्राग्निं मन्थिष्यन्त्स्यात्तदश्वमानेतवै ब्रूयात् स पूर्वेणोपतिष्ठते वज्रमेवैतदुच्छ्रयंति तस्याभयेऽनाष्ट्रे निवाते अग्निर्जायते (श० २।१।४।१६।)

"वृषो अग्नि। अश्वो हवा एष भूत्वा देवेभ्यो यज्ञं वहति।

(**مطلب**) اگنی (آگ اور بجلی) چونکہ منتھن کرنے (بلونے) سے پیدا ہوتی ہے اس لیے اُس کا نام آشو ہے۔ اگنی ارتھات بجلی پہلے سے رکھی ہوئی بجر (دھات) سے پیدا کی جاتی ہے اسی کی بدولت ہم آنند سے راج میں چاروں طرف کاروبار کرتے ہیں۔

اگنی گویا ایک زور آور بیل کی مانند ہے۔ کہ جو عالموں کے ہاتھ میں ایک آلہ بن کر اُن کے تمام کاروبار کو سدھ کرتی ہے۔ تیز رفتار ہونے کی وجہ سے بجلی کا نام تورنی اور ہویہ واٹ (قاصد) ہے۔

آج کل جو بیٹری کے ذریعہ سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ اُس میں ظروف چینی کے برتن اور دو تیز آب یعنی گندھک کا اور دوسرا نائیٹرک یعنی شورہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اور دو ہی دھاتیں ایک جست اور دوسری پلیٹنم استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی طریق بجلی پیدا کرنے کے ہیں۔ دیگر آلات میں پلیٹنم اور جست کی جگہ صرف تانبہ کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ کتنے طریقے ہیں۔ **شت پتھ براہمن** کی مندرجہ بالا سطور سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت آریہ لوگ پلیٹنم دھات کو بجلی پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ بجر لفظ نہایت ہی سخت دھات کے لئے سنسکرت میں مستعمل ہوتا ہے۔ محققوں نے بھی پلیٹنم دھات کو سب سے سخت دھات مانا ہے۔ اس لئے بجر سے مراد پلیٹنم دھات کی معلوم ہوتی ہے۔

منتھن کا مترادف لفظ Evolving Process ہے۔ اردو میں بلونے سے ہی اس لفظ کے معنے کسی قدر ادا کر سکتے ہیں۔ جس طرح دودھ یا دہی میں مکھن ہوتا ہے۔ نظر نہیں آتا۔ لیکن منتھن ہی ایک طریقہ ہے۔ جس سے مکھن جو پہلے دہی سے نطیف طور پر موجود ہوتا ہے ایک جگہ اکٹھا ہونے لگتا ہے۔ بجلی پیدا کرنے کے جتنے آلات آج کل استعمال کئے جاتے ہیں اور جن کو (Battery) وغیرہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اُن جملہ آلات کو ہم سنسکرت میں

منتھن نیتر کہہ سکتے ہیں۔ بیٹری درحقیقت ایک ارنی یا منتھن نیتر ہے۔ جو دھاتیں
اور تیزاب اُن آلات میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ گویا بلونے کا کام کرتے ہوئے دھات
اور تیزاب کی لطیف اور پھیلی ہوئی بجلی کو خاص جگہ پر اکٹھا کر دیتے ہیں۔ جس وقت بجلی بیٹری
سے پیدا ہوتی ہے۔ اُس وقت یہ نہایت تیزی سے بھاگنا شروع کرتی ہے۔ اس کو عام طور
پر سمجھانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ گویا ایک "اشو" ارتھات تیز رفتار ہے۔ اور یہی بات
شتپتھ میں درج ہے کہ چونکہ یہ منتھن سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اشو یعنی تیز رفتار
ہے۔ تار گھر میں جس طرح کہ تار بابو ارنی مئے کلا نیتر (بیٹری) سے بجلی کو پریرت (متحرک)
کرتا ہے۔ اور جس طرح کہ بجلی اُس کا غلام بن کر دوڑنے والے قاصد کی طرح بابو کی پریرنا یعنی
تحریک کو دور لے جاتی ہے۔ اُسی طرح سے پراچین آریوں کے آگے یہ نورنی ہویہ واٹ
کا کام کرتی رہی ہے۔

چونکہ شتپتھ براہمن۔ برہمہ یعنی وید مقدس کی تشریح ہے۔ اس لئے
ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ وید میں سے بھی جس کی کہ یہ تشریح ہے۔ مطلوبہ اگنی اہوا ودیت
ودیا کی بابت ناظرین کے سامنے کچھ پیش کیا جائے۔ پیشتر اس کے کہ ہم وید منتروں کے حوالجات
سے علم برقی کا ذکر کریں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ اگنی کے مختلف معنوں کو مغربی لوگوں
کے حوالجات سے بھی ظاہر کریں تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہم نے اگنی کے مختلف معنے گھڑ
لئے ہیں۔ جبکہ اگنی کے معنے صرف چولھے کی آگ کے ہی تھے۔

آریہ لوگ مانتے ہیں کہ اگنی دیوتا ہے اور دیوتا سے مراد یہ لیتے ہیں کہ "دیہ گن یکت پدارتھ"
یعنی مفید شئے جو کہ قدرت میں پائی جائے۔ جو اصحاب وید کی تعلیم سے نا آشنا ہیں وہ دیوتا کے معنے
کسی خاص وہمی شخص کے لیتے ہیں۔ ہمیں اس وقت ضرورت نہیں کہ لفظ دیوتا کی اصلیت پر
بحث کریں۔ اس وقت دکھانا مطلوب یہ ہے کہ میکس مولر سے عیسائی رشیوں
کے ظاہر کردہ معانی کو کماں تک مان رہے ہیں تاکہ ھرڈک سے ، پادریوں کو
اپنا ہٹ چھوڑنے کے لئے مغربی پرمان مل سکے۔ فزیکل ریلیجن کے لکچر نمبر ۶ میں صفحہ ۱۳۶ پر
میکس مولر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"قدیمی مذہب اور قدیمی زبان کے مطالعہ کی وجہ سے ہمیں پتا لگا ہے۔ کہ آریوں کے دیوتا

دراصل کیا تھے وہ شیطان فرشتے یا وہمی اشخاص نہ تھے بلکہ قدرت کے مختلف نظاروں کے نام تھے؛ پس ظاہر ہوا کہ ویدک زمانہ میں آریہ لوگ دیوتا سے مراد قدرت کی کسی مفید شئے سے لیتے تھے۔ اس لئے اگنی چونکہ ایک نہایت مفید شے ہے اسلئے اسکو دیوتا کہا گیا ہے یا یوں کہو کہ اگنی کی پہلی تعریف جو کہ سائنس کا بنیادی پتھر ہے۔ یہ سمجھنی چاہیئے کہ یہ ایک **مفید قدرتی شئے ہے**۔ اور مفید قدرتی اشیا کے خواص بیان کرنا ہی سائنس کا خاص کام ہے۔ مہاشہ میکسمولر اپنے لکچر ۶ کے صفحہ ۳۲ پر اگنی کے معنوں کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ اگنی لفظ بہت پرانا ہے۔ اور لاطینی زبان میں آگ نس کی شکل میں اور سیتوتیک زبان میں اگنی کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اگنی سے مراد تیز رفتار شئے سے لیجاتی تھی رگوید منڈل دس سوکت ۶ کے منتر ۲ میں **رگھو پتوان** لفظ اگنی کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ جسکے معنے جلد اڑ جانے والی کے ہیں (۲) اگنی کے لئے ایک لفظ **واہن** ہے جس کے معنے جلانیوالے کے ہیں

(۳) **رگوید** منڈل اول سوکت ۹۴ منتر ۸ میں "اگنی ابھی سواسن" کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور ابھی سواسن سے تعلق رکھنے والا لفظ **اِگنِس** (Ignis) ہے یعنی باعث زندگی

(۴) "پاوکا" بھی اگنی کا نام ہے۔ جسکے معنی صفائی کرنے والے کے ہیں

(۵) "تنوپات" بھی اگنی کا نام ہے۔

(۶) مہابھارت (۱۹ - ۱۳۱ - ۹۳) میں اسکو "سو ایونی" کہا ہے یعنی جو ہستی سے ہستی میں نہ آوے

(۷) **جات وید** بھی اسی کا نام ہے۔ جسکے معنی "ہمہ دان" کے ہیں۔

(۸) **ویشوانرا** جسکے معنی مفید با ہر شئے میں موجود کے ہیں۔

(۹) **بھرینو**۔ یعنی "تیز رفتار"

(۱۰) امراض کے ہلاک میں جیسا کہ **ہیکسلر** صاحب صفحہ ۹۴ پر بتلاتے ہیں تھرج اور آتش کو ایک

---

¹ The Bubonic Plague
By E. H. Hankin M. A.

اس کتاب میں اگنی کو وبائی امراض کا ناشک اور حفاظت پاوکا درشٹ کیا گیا ہے۔

ہی شے سمجھتے تھے ملک میکسکو میں ؎ لفظ سورج اور آگ کے لئے استعمال کرتے تھے پرانے امریکہ کے لوگ اپنی مقدس جگہوں میں آگ کو ہمیشہ روشن رکھتے تھے. اُن کے ہاں ایک بڑا تیوہار بنام "رامی" موسم سرما میں ہوتا تھا (ب) رامی تیوہار کے موقعہ پر آگ ویسے ہی روشن کی جاتی تھی جیسے کہ اٹلی کے دارالخلافہ روم میں یعنی سنہری شیشہ کے ذریعہ اگر اُس دن ابر ہوتا تو پھر وہ نہایت پرانی رسم کے مطابق لکڑی کے دو ٹکڑے رگڑنے سے آگ پیدا کر لیا کرتے تھے" جنوبی امریکہ کے ملک پیرو میں بھی آگ اور سورج کو ایک شے سمجھتے تھے" فن لینڈ کے رہنے والوں نے بھی امریکہ والوں کی طرح شبہ سا پڑتا ہے. کہ یہ خیال ویدوں سے مستعار لیا ہوگا کہ سورج اور آتش دراصل ایک شے ہے"۔۔۔۔

پس آریہ لوگ اگنی کے آگ اور سورج دونوں معنی لیتے تھے"

(۱) میکس مولر صفحہ ۱۵۱ پر ویدوں کے پرمان دیکر لکھتے ہیں کہ "اگنی کے معنے بجلی کے وید منتروں میں آئے ہیں اور رگوید منڈل ۲ سوکت اول کا بارھواں منتر پیش کرتے ہیں جس میں کہ "اپام گربھا" الفاظ آئے ہیں جسکے معنے یہ ہیں کہ "یہ بجلی ہے جو کہ بادلوں سے پیدا ہوتی ہے" منتر یہ ہے

उ दुहितस्य जनिता वो जनमान्य गर्भे
नतमाय हो श्रुतिः १२॥

(اصول رگوید مطبوعہ ویدک پریس صفحہ ۱۵۹)

پھر رگوید منڈل ۶ سوکت ۶ کا منتر دوم اس بات کی تائید میں دیتے ہیں کہ آسمان میں جو گرج پیدا ہوتی ہے. وہ اگنی یعنی بجلی کی ہی کڑک ہے منتر یہ ہے.

स श्रिव तानतस्त स्वत रोवनस्था

---

؎ یہ لفظ سنسکرت کے واہ شبد سے بگڑ کر بنا ہے۔

(ب) ایشیاٹک ری سرچز کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ امریکہ کے اصلی اور قدیمی باشندوں کا یہ تیوہار آریوں کے یہ تیوہار دسہرہ یعنی رام لیلا سے بالکل مشابہت رکھتا ہے. ہندو لوگ اس موقعہ پر ہون کرتے ہیں اور ویسے ہی امریکہ کے قدیمی باشندے کرتے تھے۔

ج پرانے امریکہ اور پرانے فن لینڈ والوں نے بلاشبہ وید سے ہی اگنی ودیا سیکھی ہوگی۔

(مول رگوید صفحہ ۲۸۸)

اسی بات کی تائید میں وہ رگوید منڈل ۷ سوکت ۳ کا چھٹا منتر پیش کرتے ہیں یعنی

दिवो न तेतन्यतुरेति शुष्मश्चित्रो न सूरः प्रति चक्षि भानुम् ॥

(مول رگوید صفحہ ۳۳۷)

رگوید منڈل دس سوکت ۴۵ کا چوتھا منتر (مول رگوید صفحہ ۷۸۲) اِسی بات کی تائید مزید میں پیش کرتے ہیں کہ کڑک اگنی کی ہوتی ہے.

(۱۲) رگوید منڈل اوّل سوکت ۱۴۳ کا دوسرا منتر (مول رگوید صفحہ ۹۶) پیش کر کے وہ بتلاتے ہیں کہ اگنی یعنی بجلی آسمان سے بذریعہ ہوا زمین پر آتی ہے. لفظ ”ماترشوان“ کا ترجمہ انہوں نے پَون کیا ہے.

(۱۳) لیکچر نمبر ۷ کے صفحہ ۱۵۰ پر میکس مُلر صاحب لکھتے ہیں کہ رگوید میں اگنی کے دو پتھروں سے پیدا کرنے کا ذکر ہے.

यो अश्मनोरन्तरग्निं जजान संवृक् समत्सु स जनास इन्द्रः ॥

(رگوید منڈل ۲ سوکت ۱۲ منتر ۳ صفحہ ۱۳۵)

اِس کے معنے میکس مُلر نے دو کئے ہیں

اوّل دو پتھروں کی رگڑ سے آگ کا پیدا ہونا دوم دو بادلوں کی رگڑ سے بجلی کا پیدا ہونا

(۱۴) دو لکڑیوں سے اگنی پیدا کرنے کا ذکر اور آلہ ارنی کا بیان اور اُسکی تائید میں رگوید منڈل ۵ سوکت ۹ کا تیسرا منتر پیش کرتے ہیں

उत स्म यं शिशुं यथा नवं जनिष्टारणी ।
धर्तारं मानुषीणां विशामग्निं स्वध्वरम् ॥

(مول رگوید صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ ویدک پریس)

اس منتر کے گو انہوں نے ایک ہی معنی لئے ہیں لیکن اُسکے کئی دو معنے ہو سکتے ہیں ایک تو آگ کے پیدا کرنے کے لئے لکڑیوں کا آلہ جسکو ارنی کہہ سکتے ہیں اور دوسرا بجلی کے

پیدا کرنے والا آلہ جس کو بھی ارنی (بیٹری) کہا جا سکتا ہے۔ اس ارنی یعنی بیٹری کی تشریح اسوقت اس جگہ پر کرنے سے مضمون کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۱۵) رگوید منڈل دس سوکت ۱۱۵ کا پہلا منتر **میکس ملر** صاحب اس بات کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ اگنی (بجلی) دوت یعنی **پیغام بر یا قاصد** کا کام کرنے والی ہے۔

.... अनूधा यदि जीजनदधा च नु
ववक्ष सद्यो महि दूत्यं चरन् ॥

(اول رگوید صفحہ ۹۲۸)

(۱۶) لیکچر نمبر ۷ کے صفحہ ۵۸ پر وہ درج کرتے ہیں کہ اگنی کے ذریعہ جنگ میں دشمنوں پر فتح پا سکتے ہیں۔

(۱۷) رگوید منڈل اول سوکت ۱۸۹ کے منتر ۳ کے حوالے سے ظاہر کرتے ہیں کہ دسیو یعنی اناریہ لوگ اگنی کے استعمال کو نہیں جانتے ،،

(۱۸) رگوید منڈل ۸ سوکت ۴۲ منتر ۳ کے حوالے سے ثابت کرتے ہیں کہ آگ جنگلوں کو جلا دیتی ہے،، (صفحہ ۱۶۳)

(۱۹) صفحہ ۱۶۷ پر بتلاتے ہیں کہ ملک میکسکو کے باشندے آگ میں اپنا پہلا لقمہ کھانے سے پیشتر ڈالا کرتے تھے لیکن اُن کو سبب ایسے کرنے کا معلوم نہ تھا اور چوٹھے کی آگ اور ہون کی آگ کا ذکر کرتے ہیں۔

**میکس ملر** صاحب کے اِن وچنوں کے لکھنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ اُن لوگوں کو سوچنے کا موقعہ مل سکے جو فیشن کے مرید ہونیکی وجہ سے کہا کرتے ہیں کہ وید میں سائینس کی صداقتوں کا ذکر تک نہیں سائینس کی تو اریخ میں یہی باتیں جن کو میکس ملر صاحب وید کے رو سے آگ یا بجلی کے متعلق مانتے ہیں بھاری فتوحات سمجھی جاتی ہیں اب ہم ایک دو منتروں کی مختصر سی تشریح کر کے دکھانا چاہتے ہیں کہ اِن منتروں میں اگنی و دیا یعنی آگ اور بجلی کے متعلق کیسا اعلیٰ اپدیش بھرا پڑا ہے:

अग्ने यं यज्ञमध्वरं विश्वतः परिभूरसि ।
स इद्देवेषु गच्छति ॥ رگوید منڈل ۱ سوکت ۱ منتر ۴ ॥

(اگنے) جو یہ بہو تک اگنی

(وشوتہ) پرتھوی پدارتھوں کے ساتھ

(یم) جس

(ادھرم) وناش آدی دوشوں سے رہت

(یگیم) شلپ ودیا سئے یگ کو

(پری بھو) سب پرکار سے سِدھ کرتا ہے۔

(سا اِت) وہی یگ روپ اگنی

(دیویشو) اچھے اچھے پدارتھوں میں

(گچھتی) پراپت ہوتا اٹھوا جاتا ہے۔

(مطلب) اس منتر میں اول بتلایا گیا ہے۔ کہ آگ یا بجلی انیک پرکار کے پدارتھ یعنی پدارتھوں میں پائی جاتی ہے۔ پھر بتلایا گیا ہے۔ کہ وناش دوش رہت یعنی وہ اشیاء جو بجلی کے پیدا کرنے میں مدد دیں نہ کہ اس میں وگھن کاری ہوں ایسی اشیاء کے باہم مناسب طور پر ملانے سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہی یگ روپ بجلی دیو پدارتھوں یعنی خاص قسم کی صفات رکھنے والے پدارتھوں میں سرائیت کرتی یا چلنے لگتی ہے۔

अग्निर्होता कविक्रतुः सत्यश्चित्रश्रवस्तमः।
देवो देवेभिरा गमत्॥

رگوید منڈل ۱ ۔ سوکت ۱ ۔ منتر ۵

(جوارت) ابناشی اور مفید*

(دیو) پرکاش کرنے ہاری (کوی کرتو) پرتھوی آدی پدارتھوں کے ساتھ ویاپک اور شلپ ودیا کا ہیتو (چتر سرواس تمہ) جسکے گن عجیب و غریب سنتے ہیں۔

(اگنی) بجلی

* "सत्यमिति सत्सु साधु सत्यम्"

(ہوتا) بذریعہ کشش گرہن کرنے والی*

(دیوے بھی) دویہ گُن یُکت پدارتھوں کے ملانے سے (اگنم) ظاہر ہوتی ہے۔

**(مطلب)** اس منتر میں بجلی کی صفات اُسکی کشش کرنے کی شکتی تتھا اس کے عجیب وغریب ہونے کا بودھ کراتے ہوئے اُسکے پیدا کرنے کا طریق بتلایا گیا ہے۔ اور پھر ایک بات یہ بھی بتلائی ہے۔ کہ بجلی ست سروپ ہے۔ ارتھات دردیہ ہے۔ موجودہ مغربی دنیا میں آج تک عموماً مانا جا رہا ہے۔ کہ آگ یا بجلی وغیرہ حرکات کی مختلف اشکال ہیں ٹنڈل سے نامی سائینس والوں نے یہی بتلایا ہے۔ آگ یا بجلی کے پدارتھ سروپ کی بابت مغرب کی اعلیٰ دماغ ابھی نشچت ریت سے کچھ نہیں بتلا سکتے جہاں مغربی سائینس کی حالت بجلی کی ماہیت کے متعلق ابھی ست زبذب ہے۔ وہاں یہ وید منتر نشچت ریتی سے بجلی کو ستلھ (E) پدارتھ بتلا رہا ہے۔ یہ ممکن ہے۔ کہ مغربی دنیا کے سائینس دان کتنے ہی دنوں کے بعد یہ بھی نئی معلومات کے طور پر ظاہر کر دیں کہ اگنی پدارتھ ہے۔ نہ کہ محض گتی (حرکت) لیکن اس وقت تک جو پُستک پرچلت ہیں ان میں کہیں اگنی کو ست نہیں مانا گیا ہے جس بات کو آج تک بھی مغربی وِدوانوں نے دریافت نہیں کیا اُس کی بابت صاف الفاظ میں ویدوں میں ہے۔ اس اُپدیش کا ہونا واقعی ویدوں کے وِدّیا کے بھنڈار ہونے کی ایک نہایت زبردست دلیل ہے

अग्निं दूतं वृणीमहे होतारं विश्ववेदसम् ।
अस्य यज्ञस्य सुक्रतुम् ॥

(اگنم) بجلی کو

(دوتم) قاصد کی خاصیت والی یا ایک پدارتھ سے دوسرے میں پہنچنے والی

(ورنی مہے) سویکار کرتے ہیں

* दाता ग्रहीता होता वा.... आकर्ष
ण गुणादिभ्य [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]"॥ ([illegible] वेद भाष्य).

(ہوتارم) آریوں کی تیز رفتاری کا جو باعث ہے۔
(وشوویدم) جس سے کاریگروں کو شلپ آدی سادھنوں کا لابھ ہوتا ہے۔
(اسے) پرتیکش سدھ کرنے یوگ
(یجنیہ) شلپ ودیا روپ یگیہ کے (نمت)
(سوکرتوم) اتم کریاؤں کا کارن ہے۔

## مطلب

اس منتر میں دکھایا گیا ہے۔ کہ بجلی سے قاصد کا کام تیز گاڑیوں کے چلانے کا کام لینا چاہئے۔ اس پرکار کے انیک منتر ویدوں میں ودیت ودیا سمبندھی موجود ہیں جن پر بشرط فرصت ہم پھر کبھی لکھنے کا وچار رکھتے ہیں اس وقت مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم نے نہایت ہی مختصر طور پر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ویدوں میں ودیت ودیا کا نام تک نہیں وہ غلطی پر ہیں۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے لئے ممکن ہے۔ کہ ہم خدا کی نسبت اس سے زیادہ اعلیٰ خیال باندھ سکیں جیسا کہ اگنی کا ویدوں میں باندھا گیا ہے۔ اگنی بمعنی آگ کا خیال) تو بہت تھوڑا بلکہ کچھ بھی باقی نہیں رہا اس ذات باری کی صفات میں جس کے احکام میں پورا کرنیکی پابندی ضروری ہے۔ جو اپنے بندوں کے خلاف قیدیوں کو بخش دیتا ہے اور جو اپنے عبادت کنندوں کو ابدی زندگی کا وعدہ کرتا ہے۔ (میکسمولر)

نوٹ۔ واضح رہے کہ یہہ مضمون تار برقی کا جو صفحہ ۳۰۷ سے شروع ہوتا ہے بطور کتاب ہذا کے ضمیمہ کے ہے۔ مولف کتاب ہذا۔

# شریمان ماسٹر آتمارام جی کی مشہور و معروف تصنیفات

(۱) برھم یگیہ بحروف ناگری - اسمیں ویدک طریق عبادت کی فلاسفی دکھلائی
گئی ہے۔ مغربی او مشرقی فلاسفروں کے اقوال اور بے نظیر دلائیل کا ایک قابل دید
مجموعہ ہے۔ بمبئی کے ایک نامی گجراتی اخبار میں اسی کتاب کا ترجمہ کئی بار نکلتا
رہا ہے حیدرآباد دکن کے ایک لائق شخص نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے قیمت ۸
پہلی ایڈیشن کی صرف چند جلدیں رہ گئی ہیں۔ دوسرا ایڈیشن جلد چھپنے والا ہے

(۲) مہرشی دیانند کا جیون چرتر (اردو) شریان دھرم ویر پنڈت لیکھرام
جی نے جو جیون چرتر طیار کیا تھا اس کو آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے چھپوایا ہے
اس جیون چرتر کا آخری حصہ شریمان ماسٹر آتمارام جی کی قلم سے نکلا ہوا ہے۔ اس حصہ
میں موجودہ مغربی علمی ترقی کا ریویو کرتے ہوئے فاضل مصنف نے ویدوں کے الہام
اور خدا کی ہستی پر محققانہ مضامین لکھے ہیں نہ صرف یہی بلکہ مہرشی دیانند رشی ورجانند اور پنڈت
گورودت کی اعلیٰ زندگیوں کے راز بھی بتلائے ہیں۔ قیمت ۵

(۳) بل اور اُس کے سادھن (اردو) اس رسالہ میں لائق مصنف نے ایک وید منتر کی عالمانہ تشریح کرتے
ہوئے ان لوگوں کے اعتراضات دور کئے ہیں جو اس منتر کو نہ سمجھتے ہوئے رشی دیانند کے بھاشیہ کی
عظمت کے قائل نہ تھے بلکہ تمسخر کرتے اور مغربی علوم کے مقابلہ پر ویدک اصولوں کی عظمت جاننے والوں
کو اس بے نظیر رسالہ کو ایک دفعہ ضرور دیکھنا چاہئے منتر کے نفیس مضمون یعنے آلات انہضام کا نقشہ بھی دیا گیا ہے
قیمت ۱

(۴) بواہ آدرش (اردو) اس ضخیم کتاب میں وید منتروں اور مغربی ڈاکٹروں کے حوالجات سے گرست آشرم
کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے ویدک اصولوں کی عالمانہ اور قابل دید تشریح کی ہے رنادر
تحقیقات کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ ہر ایک مذہب و ملت کے علم دوست اشخاص اس سے فیضیاب ہو سکتے ہیں قیمت ۱۲
(۵) ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ۔ یہ ترجمہ شریمان رتی رام جی اور شریمان ماسٹر آتمارام جی نے نہایت
قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ اسکی خوبی اسی سے سمجھ لو کہ پہلے ایڈیشن کی جو سات ہزار اردو کاپیاں چھپی تھیں وہ
ختم ہو چکی ہیں۔ اب دوبارہ چھپا ہے۔ قیمت برائے نام یعنے صرف ۱۲
(۶) ستیارتھ پرکاش گرمکھی جسے شستہ اور عام فہم زبان میں محنت کش اور لائق مترجم نے ترجمہ

کیا ہے۔ اسکا لطف پڑھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ پنجابی گھروں میں ہر روز اسکی کتھا ہونی چاہیئے
مستورات سادھو مہاتما اور گاؤں کے باشندوں کے سے یہ ایک نعمت بے بہا ہے۔ قیمت عصر

(۷) مہرشی دیانندجی کی ناگری سوانح عمری جسکا نام آریہ دھرمیندر جیون ہے لالہ رام بلاس
صاحب سارڈا اجمیر کی تصنیف ہے۔ اسکا دیباچہ جو ۱۵ صفحے کا ہے شریمان ماسٹر آتمارام جی نے
ایسے عالمانہ اور محققانہ طرز پر لکھا ہے کہ ہند کی تواریخ کی اسے کلید سمجھنی چاہیئے۔ اس ضخیم ناگری کتاب
کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ دوبارہ چھپکر بک رہی ہے۔ ضخامت ۸۵۰ صفحے قیمت عصر

(۸) مباحثہ نگینہ۔ نگینہ ضلع بجنور میں کئی ہزار مسلمان اور ہندوؤں کی موجودگی میں جو مابین مولوی
ثناء اللہ صاحب اور ماسٹر آتمارام جی ہوا ہے اور جسکی دھاک ہند میں ہو چکی ہے۔ آریہ سماج نگینہ کے
منتری جی سے صرف ۸ کو ملتا ہے۔ ویدک دھرم کی عظمت جاننے کا یہ ایک بے مثل رسالہ ہے۔

## اخبار ہتکاری امرتسر

یہ ہندوستان بھر کے اردو اخبارات میں اپنی قسم کا انوکھا علمی اور قابل دید اخبار ہے اسکے ایڈیٹر پنجاب کے
مشہور و معروف لیکچرار اور اہل قلم جناب ماسٹر آتمارام صاحب امرتسری ہیں۔ وید منتروں کی عالمانہ تشریح کے
علاوہ اسمیں جسمانی روحانی اور مجلسی ترقی کے متعلق اعلیٰ مضامین اور قیمتی نوٹ درج ہوتے ہیں۔ اس سے
بڑھکر شاید ہی سوشل ریفارم کا وکیل ناگری پرچار کا حامی تعلیم نسوان کا وکیل سودیشی تحریک کا
دلدادہ تازہ خبروں کا گلدستہ شرابنوشی اور گوشتخوری کی تردید کرنیوالا اور کوئی ہوگا؟ یہ علمی اور فلسفی
مضامین کا آئینہ اور ہندوستان بھر کے آریہ سماجوں کا پرنکش مشیر ہے رسا ماجک انسٹی ٹیوشنز مثل
وید پرچار گروکل کانگڑی گروکل سکندرآباد گروکل بدایوں آریہ بورڈنگ سکول گوجرانوالہ کنیا مہاودیالہ
جالندھر یتیم خانہ بریلی یتیم خانہ فیروزپور یتیم خانہ اجمیر اور یتیم خانہ گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ کے سماچار
لکھتا۔ اور جملہ مذاہب کے مسائل کے متعلق عالمانہ مباحثہ کرتے ہوئے پریم اور انصاف کو ہاتھ سے
نہ دینا اسی کی خاص خوبی ہے۔ معقول اور راستی پسند لوگوں میں اسکی خاص شہرت ہے۔ ہر ایک
حب الوطن اور علم دوست کو چاہیئے کہ ایسے مفید اخبار کا خود خریدار بنے اور اپنے دوستوں کو بنا دے
ضخامت ۱۲ صفحے چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک صرف تین روپے فی نسخہ پر بھی ایک مفید اور علمی کتاب
عصر کی ہر خریدار کو مفت نذر کی جاتی ہے۔ درخواستیں خریداری بنام منیجر ہتکاری امرتسر آنی چاہیئیں

المشتہر منیجر ہتکاری بک ایجنسی امرتسر